

سلسلہ

فقہ مالکی

6

کتاب الزکاة

زکوٰۃ کی کتاب

تالیف و تصحیح

حافظ عمران ایوب لاہوری

تفتیش و تصدیق

محمد الغضنفر ناصر الدین

حَدَّثَنَا مَنْ أَقْوَمُ لَهُمْ صِدْقَةُ تَطَهُّرُهُمْ وَزَكَاةُ بَهَائِهِمْ
استغفر الله ربهم في كل حال من أجل أن كل ما كان في أيديهم من أموالهم



ڈسٹری بیوٹر

نعمانی کتب خانہ

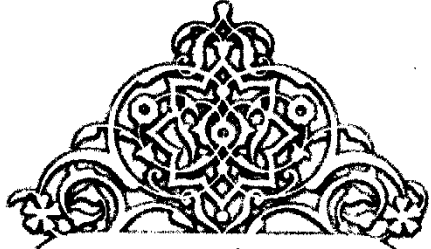
ناشر

وقل شاپ بلیکیشنز

WWW.IRCPK.COM

کتاب الزکاة زکوٰۃ کی کتاب





نام کتاب

کتاب السنۃ کا زکوٰۃ کی کتاب

تالیف و تصنیف

حافظ عمران ایوب لاہوری رحمہ اللہ

تحقیق و اضافات :

محمد الغضنفر علیہ الرحمۃ و العالیہ

تاریخ اشاعت

مئی ۲۰۰۵ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور



فقیہ اسلامیہ پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)

Fiqh-ul-Hadith Publications

Mobile: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com



COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by:

Fiqh-ul-Hadith Publications

Lahore Pakistan. No part of

this publication may be

translated, reproduced,

distributed in any form or by

any means or stored in a data

base retrieval system, without

the prior written permission of

the publisher.

مَنْ يَرْزُقِ اللَّهَ بِخَيْرٍ يُفْقَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
 اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں نعمت عطا فرماتے ہیں،

سلسلہ

فتاویٰ

6



کتاب الزکاة زکوٰۃ کی کتاب

تالیف و تخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری رحمہ اللہ

تحقیق و اضافات :

محمد العزیز علی ناصر النبی الخلیف



فکر الیوم پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)

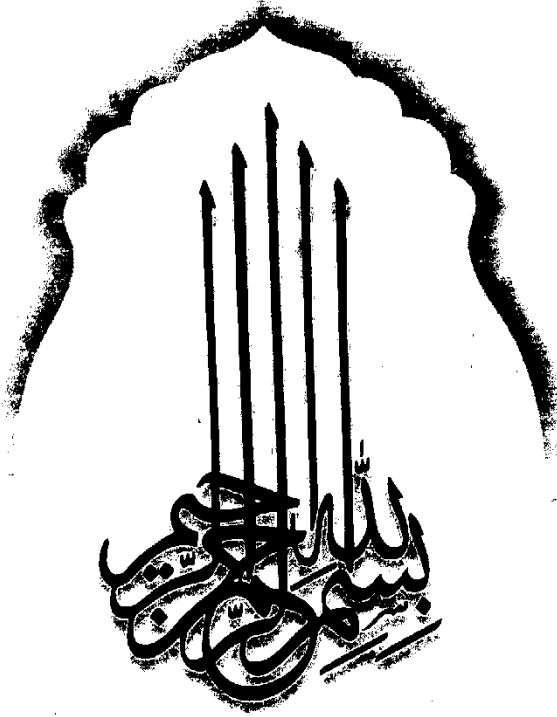


نعمانی کتب خانہ

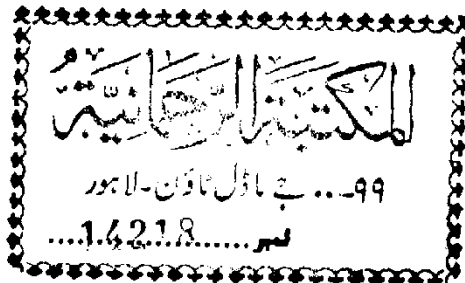
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور (پاکستان)

فون: 042-7321865, 0333-4229127

252، 4
ل ۱ھ - ز



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف اُمتِ محمد کو ہی نہیں بلکہ گزشتہ اُمتوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا تھا اور قرآن کریم میں بیاسی (82) مرتبہ نماز کے ساتھ اس کا تاکیدِ حکم موجود ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی پر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لیا کرتے تھے۔ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا حاکم وقت کو شرعاً یہ اجازت حاصل ہے کہ اس سے جرمانہ سمیت زبردستی زکوٰۃ وصول کر لے۔ اگر کوئی جماعت یا گروہ فرضیتِ زکوٰۃ کا ہی منکر ہو تو اس کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے روگردانی کرنے والوں کو دنیا میں لعنتی کہا گیا ہے انہیں قسط سالی سے دو چار کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اور آخرت میں انہیں ان کے جمع کردہ سونا چاندی سے داغنے، ان کے مویشیوں کے پاؤں تلے انہیں روندنے اور جہنم کی آگ میں ڈالنے کی وعید سنائی گئی ہے۔

ہر چند کہ زکوٰۃ کا ذکر اکثر و بیشتر مقامات پر بحیثیتِ عبادت نماز کے ساتھ ہے لیکن فی الحقیقت زکوٰۃ دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ عبادت ہونے کی وجہ سے اللہ کا حق ہے اور دوسرے غرباء و مساکین، یتامی و یتیموں کا حق ہے۔ اسلام کی کفالت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے حقوق العباد میں سے ہے۔ یوں یہ عبادت بھی ہے اور مالی حق بھی جس سے اس کی اہمیت عیاں ہے۔

فوائد و ثمرات کے لحاظ سے زکوٰۃ دنیاوی و اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کے مال میں برکت ڈال کر اس میں مزید اضافہ فرماتے ہیں اس کے مال کی حفاظت کرتے ہیں اور اس سے راضی ہو جاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک ہو جاتا ہے اور مال کا شرف ختم ہو جاتا ہے یعنی

مال کی وجہ سے وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوتا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے گناہ مٹا کر اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور اسے صدیقین اور شہداء کا ساتھ عطا فرمائیں گے۔

زکوٰۃ کے ان سخت احکام اور فوائد و فضائل کے باوجود آج اہل دولت و ثروت حضرات کی اکثریت زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کا شکار ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مالی فراوانی، ذرائع پیداوار کی ترقی اور محیر العقول معاشی ارتقاء کے باوجود آج انسانیت افلاس، غربت، فقر و فاقہ، بے روزگاری، ظلم و زیادتی اور نا انصافی کی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اگر غربت و افلاس کا علاج صرف مال و دولت کی فراوانی اور ذرائع پیداوار کی ترقی ہوتا تو پھر بلا تردد آج مالی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ کہیں غربت کا نام و نشان تک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہے بلکہ صورتحال اس کے برعکس ہے۔ روز بہ روز بھوک و تنگ میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہو رہا ہے، بے روزگاری کا خاتمہ نہیں بلکہ بہتات ہو رہی ہے، فاقہ زدہ افراد کی تعداد کم نہیں بلکہ بڑھ رہی ہے اور اس کا سبب تقدیر کا بھیما نہ ظلم نہیں بلکہ وہ نظام معیشت ہے جسے ہم نے اہل مغرب کو خوش کرنے کے لیے اپنا رکھا ہے۔

وہ نظام سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ ہر فرد اپنے مال و دولت کا خود مختار اور مالک کل ہے یعنی مالک اپنی دولت میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے، خواہ کسی حلال کام میں صرف کرے یا حرام کام میں، خواہ اس کے تصرف سے معاشرے میں فحاشی و عریانی پھیلے یا اخلاقی بگاڑ۔ اس نظام کے تحت وہ آزاد ہے، اسے کوئی الزام نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دولت صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہی گردش کرتی رہتی ہے اور غربت و افلاس میں کمی نہیں بلکہ آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس پریشانی کا حل اسلام نے اپنے معاشی نظام میں پیش کیا ہے جس کا بنیادی ستون زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کی وجہ سے جہاں اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں وہاں اس سے غریب و مساکین کی اعانت بھی ہوتی ہے، ان کی بھوک مٹائی جاتی ہے، ان کی عریانی کو ختم کیا جاتا ہے، انہیں مفلسی سے نکال کر معاشرے کے دیگر افراد کی طرح محنت و کوشش میں شریک ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

لہذا زکوٰۃ کی اس اہمیت و افادیت کو سمجھ کر اس پر ہر ممکن طریقے سے عمل درآمد کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ بھی یاد رہے کہ محض زکوٰۃ کی ادائیگی کا علم کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ زکوٰۃ کے جملہ مسائل و احکام کو کتاب و سنت کی روشنی میں سمجھا جائے اور برحق موقف تک پہنچا جائے تاکہ ان تمام اختلافات سے بچا جاسکے

جو فقہائے اُمت کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔

مسئلہ زکوٰۃ کی اس قدر اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ شب و روز کی پانچ نمازوں کی طرح اس میں بھی کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن حالت یہ ہے اس کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا ہو جو اختلاف سے مبرا ہو ورنہ ہر مسئلے میں کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہے اور اختلاف کی انتہا یہ ہے کہ اگر ایک فقیہ کے نزدیک کسی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے تو دوسرے کے نزدیک بالکل اس کے برعکس اسی چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ مثلاً بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ خواتین کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے اور بعض کے نزدیک واجب نہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز پر زکوٰۃ ہے اور بعض کے نزدیک صرف چند مخصوص اشیاء پر ہی زکوٰۃ ہے۔ بعض فقہاء بچے اور پاگل کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ بعض کے قول کے مطابق سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ بعض قرض دی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کو واجب کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں اس رقم میں زکوٰۃ نہیں۔ بعض وجوب زکوٰۃ کے لیے نصاب کو شرط قرار دیتے ہیں اور بعض شرط قرار نہیں دیتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتنی ہی ایسی اختلافی آراء ہیں جو ایک ہی چیز میں زکوٰۃ کے وجوب اور عدم وجوب سے تعلق رکھتی ہیں۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ زکوٰۃ سے متعلقہ تمام اختلافی آراء کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر اس اساس پر استوار کیا جائے جو فرضیت زکوٰۃ سے حقیقی منشاء الہی ہے اور جس مقصد کی خاطر زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ زکوٰۃ کے تمام مسائل کی حقیقت سے آشنا ہو سکیں۔

علاوہ ازیں ایک اور اہم ضرورت یہ بھی تھی کہ زکوٰۃ سے متعلقہ دورِ جدید کے وہ نئے نئے مسائل بھی زیر بحث لائے جائیں جو مقدم و متاخر فقہاء کے ادوار میں ناپید تھے۔

زیر نظر کتاب ”کتاب الزکاة“ میں ان تمام ضروریات کی تکمیل کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں زکوٰۃ کے اساسی مسائل کے ساتھ ساتھ چند جدید مسائل بھی شامل کر دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین نفس مضمون کے حوالے سے کسی قسم کی تشکی محسوس نہ کریں۔ دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تمام آیات و احادیث کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج کی گئی ہے۔ تحقیق کے لیے ”علامہ ناصر الدین البانیؒ“ کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ، امام نوویؒ، امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ، شیخ شعیب ارنؤوطؒ، شیخ عبدالقادر ارنؤوطؒ، شیخ عادل عبد

الموجود شیخ علی محمد معوض، شیخ حازم علی قاضی، شیخ محمد صبحی حسن حلاق اور شیخ عبدالرزاق مہدی وغیرہ کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

مسائل میں مزید تائید کی غرض سے مختلف قدیم و جدید اہل علم مثلاً شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام نووی، حافظ ابن حجر، شمس الحق عظیم آبادی، عبدالرحمن مبارکپوری، عبید اللہ رحمانی مبارکپوری، شیخ البانی، شیخ ابن باز، شیخ ابن عثیمین، شیخ ابن جبرین، شیخ صالح بن فوزان اور سعودی مجلس افتاء میں شامل علماء کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل میں رائج یعنی قرآن و سنت کے مطابق سب سے زیادہ صحیح موقف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

حتیٰ الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کتاب ہر قسم کے نقص سے پاک ہو لیکن پھر بھی انسان نسیان سے ہے اور خطا کا رہے لہذا اہل علم سے التماس ہے کہ وہ جہاں کہیں کوئی نقص و قسم دیکھیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی جلد از جلد تصحیح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے راقم اس کے اہل و عیال اور کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں کسی بھی طریقے سے تعاون والے تمام حضرات کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

”وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب“

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ : 17 اپریل 2005ء

بمطابق : 27 صفر 1426ھ

فون : 0300-4206199

ای میل : hfzimran_ayub@yahoo.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
22	* چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی
25	* مقدمہ
26	* فرضیت زکوٰۃ کا وقت
26	* فرضیت زکوٰۃ کی حکمتیں
27	* چھپا کر زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی افضل ہے
28	* دوسروں کو ترغیب کے لیے دکھا کر صدقہ کرنا بھی جائز ہے
28	* احسان جتلانے سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے
30	* کیا حالت شرک میں کیے ہوئے صدقہ و خیرات کا اجر مسلمان ہونے کے بعد ملتا ہے؟
31	* بخیلی کی مذمت
32	* دنیاوی مال و متاع کی حقارت
34	* انسان کا اپنا مال صرف تین قسم کا ہی ہے
34	* باعمل فقراء کی فضیلت
35	* رسول اللہ ﷺ مسکین رہنے کے خواہشمند تھے
36	* مال کی فراوانی علامات قیامت میں سے ایک ہے
36	* اللہ چاہے تو فقیر کو غنی کر دے اور غنی کو فقیر
37	* قیامت کے قریب ایسا حکمران ہوگا جو بہت زیادہ سخاوت کرے گا

زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان

41	* زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک ہے
41	* پچھلی اُمتوں کو بھی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا
42	* اس اُمت پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے
46	* زکوٰۃ کی ادائیگی پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی
46	* اگر کسی چیز میں فرضیت زکوٰۃ کا علم ہی نہ ہو

زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان

47	* زکوٰۃ کی ادائیگی جنت میں لے جانے والا عمل ہے
48	* زکوٰۃ وغیرہ مال اور اجر و ثواب میں اضافے کا باعث ہے
48	* صدقہ و زکوٰۃ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی
49	* زکوٰۃ مال کا شتر ختم کر دیتی ہے
49	* زکوٰۃ اموال کی طہارت کا ذریعہ ہے
50	* زکوٰۃ اموال کی حفاظت کا باعث ہے
50	* زکوٰۃ ادا کرنے والا صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا
50	* ہر سال زکوٰۃ ادا کرنے والا ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے
51	* زکوٰۃ وغیرہات گناہوں کا کفارہ ہے
52	* صدقہ وغیرہات سے رب کا غضب ختم ہو جاتا ہے
52	* صدقہ روز قیامت مومن پر سایہ کرے گا

مانع زکوٰۃ کے گناہ اور اس کے حکم کا بیان

53	* زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو اس کے مال کا طوق پہنا پاجائے گا
----	---

54	* مانع زکوٰۃ کو روز قیامت اُسی کے خزانے سے داغا جائے گا
54	* زکوٰۃ روک لینا علامت کفر و شرک اور موجب ہلاکت ہے
57	* زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے ملعون ہیں
57	* زکوٰۃ روکنے والے کا عبرتناک انجام
60	* زکوٰۃ روکنے والوں کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے
60	* زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے
61	* زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف قتال کیا جائے گا
62	* اسلامی حکمران زبردستی بھی زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے اور جرمانہ بھی ڈال سکتا ہے
63	* فرضیت زکوٰۃ کا انکار کرنے والے کا حکم

جس پر زکوٰۃ واجب ہے

65	* ہر مسلمان آزاد اور مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے
67	* کیا فرضیت زکوٰۃ کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے؟
71	* کیا مقروض شخص پر زکوٰۃ واجب ہے؟
71	* اگر قرض مکمل مال سے زائد ہو
72	* جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو

جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے

74	* چار قسم کے اموال پر زکوٰۃ واجب ہے
74	* فرضیت زکوٰۃ کی شرائط
75	* ① ملک تام حاصل ہو
76	* ② فرد واحد کی ملکیت میں ہو
76	* ③ حرام ذریعے سے نہ کمایا گیا ہو

78	* 4 بنیادی ضروریات زندگی سے زائد ہو
82	* 5 قرض سے فارغ ہو
83	* 6 ”نامی“ ہو
84	* 7 مقررہ نصاب کو پہنچتا ہو
86	* 8 اُس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو
88	* اگر دوران سال نصاب میں کمی واقع ہو جائے
89	* سال گزرنے کی شرط سے مستثنیٰ اشیاء
89	* مال مستفاد کا حکم
92	* قرض دی ہوئی رقم کی زکوٰۃ
93	* قرض سے زکوٰۃ کو منہا کرنا کیسا ہے؟
93	* مالِ حرام میں زکوٰۃ کا حکم
94	* لفظ یعنی گری پڑی چیز کی زکوٰۃ
95	* عورت کے حق مہر کی زکوٰۃ
96	* بیسہ کی رقم کی زکوٰۃ
96	* شادی کے لیے جمع کیے ہوئے مال کی زکوٰۃ
96	* مکان کی تعمیر کے لیے جمع کئے ہوئے مال کی زکوٰۃ
96	* بینکوں میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ
97	* کیا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے؟

جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں

100	* سونے چاندی کے علاوہ دیگر جواہرات میں زکوٰۃ نہیں
101	* غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں
103	* غلام کی طرف سے صدقہ فطری کی ادائیگی ضروری ہے

104	* گدھوں اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں
104	* غیر سائمہ یعنی پالتو جانوروں میں زکوٰۃ نہیں
105	* عاملہ جانوروں میں زکوٰۃ نہیں
106	* آلات تجارت میں زکوٰۃ نہیں
107	* حرام مال میں زکوٰۃ نہیں

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

108	* سونے اور چاندی میں فرضیت زکوٰۃ کے دلائل
109	* سونے اور چاندی کا نصاب اور شرح زکوٰۃ
111	* سونے اور چاندی کو ملا کر کوئی ایک نصاب مکمل کر لینا
111	* موجودہ کاغذی کرنسی کی زکوٰۃ
112	* سونے چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ
115	* مردوں کے حرام زیور کی زکوٰۃ
116	* سونے کے قلم کی زکوٰۃ
116	* سونے چاندی کے برتنوں کی زکوٰۃ

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

118	* جانوروں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے
118	* مویشیوں میں فرضیت زکوٰۃ کی شرائط
119	* جن مویشیوں میں زکوٰۃ واجب ہے
120	* اونٹوں کی زکوٰۃ
122	* گائے (اور بھینس) کی زکوٰۃ
124	* بھینس حکم میں گائے کی مانند ہی ہے

124	* بکریوں کی زکوٰۃ
125	* گھوڑوں، گدھوں اور فخریوں کی زکوٰۃ
125	* جس پر ایک عمر کا جانور فرض ہو لیکن وہ اس کے پاس نہ ہو
126	* کسی قسم کا حیلہ اختیار کرنے سے گریز کیا جائے
127	* شراکت دار زکوٰۃ میں برابری کے ساتھ شریک ہوں گے
128	* جن جانوروں کو بطور زکوٰۃ وصول نہیں کیا جائے گا
129	* اوقاص یعنی دو متعین مقداروں کی درمیانی تعداد پر زکوٰۃ کا حکم
131	* دوران سال پیدا ہونے والے بچوں کا حکم

تجارتی اموال کی زکوٰۃ کا بیان

132	* تجارتی اموال میں زکوٰۃ فرض ہے
136	* تجارتی اموال میں زکوٰۃ کے منکرین اور ان کے دلائل
137	* مال تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ
138	* آلات تجارت میں زکوٰۃ نہیں
138	* نیت بدلنے سے زکوٰۃ کا حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے

کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

139	* کھیتوں اور پھلوں میں زکوٰۃ کی مشرعییت
141	* پھلوں کی زکوٰۃ سے بچنے کی کوشش کرنے والوں کا عبرتناک انجام
142	* جن اجناس میں زکوٰۃ واجب ہے
146	* سبزیوں میں زکوٰۃ کا حکم
147	* اس کا نصاب پانچ وقت ہے
149	* اس کی شرح زکوٰۃ، عشر یا نصف عشر ہے

150	* کھیتوں اور پھلوں میں وجوب زکوٰۃ کا وقت
152	* پھلوں کا درختوں پر تخمینہ لگانا
154	* شہد میں عشر واجب ہے
156	* گھٹیا قسم کا غلہ زکوٰۃ میں دینا جائز نہیں

دینے اور معدنیات کی زکوٰۃ کا بیان

157	* رکاز کی حقیقت
158	* رکاز سے پانچواں حصہ دینا ضروری ہے
159	* کیا نصاب اور سال کی شرط رکاز میں بھی ہے؟
160	* کس رکاز میں خمس واجب ہے؟
161	* رکاز کا مصرف
162	* مالی غنیمت سے پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے
162	* کسی اور چیز میں خمس واجب نہیں
163	* معادن میں زکوٰۃ کا حکم
164	* کن معادن میں زکوٰۃ ہے؟
164	* معادن میں شرح زکوٰۃ
165	* معادن کا نصاب
165	* معادن میں زکوٰۃ کا وقت وجوب
166	* معادن کا مصرف
166	* سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء کی زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ نکالنے کا بیان

168	* زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت ضروری ہے
-----	--

170	* گھٹیا اشیاء بطور زکوٰۃ نہیں دینی چاہئیں
173	* اگر زکوٰۃ دینے والا اپنے اوپر واجب حق سے زیادہ دینا چاہے
174	* زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے
175	* وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہے
177	* زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنی زکوٰۃ حاکم وقت کے سپرد کرنے سے ہی بری ہو جاتا ہے
178	* ظالم حکمرانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم
178	* صدقہ لینے والے کو راضی کرنا چاہیے
179	* اگر کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی جائے اور وہ غنی نکل آئے؟
180	* اجناس کے بدلے قیمتیں دینا
181	* اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہو جائے
183	* اگر زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے الگ کیا ہوا مال ضائع ہو جائے
184	* زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی
184	* زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حیلہ نہ برتا جائے
184	* مشترک کاروبار کی زکوٰۃ
185	* زکوٰۃ کا مال چھپالینا جائز نہیں
185	* زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم
187	* کیا شوہر اپنے مال سے اپنی بیوی کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟
187	* کیا زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کے لیے رمضان مختص ہے؟

زکوٰۃ وصول کرنے کا بیان

188	* زکوٰۃ کس مقام پر وصول کرنی چاہیے؟
188	* زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے دعا کرنی چاہیے
190	* زکوٰۃ میں کس قسم کا مال لینا چاہیے

191	* زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والے کا گناہ
191	* زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل کا مقام
192	* زکوٰۃ کے مال میں خیانت کرنے والے عامل کا انجام
194	* عامل کو چاہیے کہ لوگوں کے دیئے ہوئے تحفے بھی بیت المال میں جمع کرائے
195	* زکوٰۃ کے جانوروں کو داغ لگا کر نشان زد کرنا جائز ہے
196	* اہل ذمہ سے جزیہ کی وصولی

زکوٰۃ کے مصارف کا بیان

197	* مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں
198	* ①، ② فقراء و مساکین
199	* ③ عاقلین
200	* ایسے لوگوں کو عامل نہ بنایا جائے جن پر صدقہ حرام ہے
202	* مالداروں کو عامل بنایا جاسکتا ہے
202	* عامل کو زکوٰۃ کے مال سے صرف بقدر کفایت ہی اجرت دی جائے
204	* ④ مولفۃ قلوبہم
208	* ⑤ فی الرقاب
209	* ⑥ والغارمین
211	* کیا مال زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے؟
212	* ⑦ فی سبیل اللہ
214	* کیا حج و عمرہ فی سبیل اللہ میں شامل ہے؟
217	* کیا ہسپتال مدارس یا مساجد وغیرہ کا خرچ فی سبیل اللہ میں شامل ہے؟
219	* ⑧ ابن سبیل
220	* ابن سبیل کو عطا کرنے کے قرآنی متعدد احکامات

221	* کیا مسافر کی بات بلا حجت تسلیم کر لی جائے گی؟
223	* کیا زکوٰۃ آٹھوں مصارف میں صرف کرنا ضروری ہے؟
224	* اگر کسی آدمی میں استحقاق زکوٰۃ کے ایک سے زیادہ سبب ہوں
225	* ہر جگہ کے اغنیاء کی زکوٰۃ وہیں کے فقراء پر صرف کی جائے
228	* کیا کسی کو شادی کے لیے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟
228	* کیا قرآن کی طباعت کے لیے زکوٰۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے؟

جن پر زکوٰۃ حرام ہے

229	* کافر و مرد پر زکوٰۃ حرام ہے
230	* کفار کے لیے نقلی صدقات کا حکم
233	* کیا فاسق و فاجر اور بے نماز کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟
234	* بنو ہاشم اور بنو مطلب پر زکوٰۃ حرام ہے
237	* بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر زکوٰۃ حرام ہے
238	* کیا ہاشمی ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟
239	* کیا بنو ہاشم اور بنو مطلب پر نقلی صدقہ بھی حرام ہے؟
240	* مالدار اور کمانے کے قابل افراد پر زکوٰۃ حرام ہے
241	* پانچ قسم کے مالدار افراد کے لیے صدقہ جائز ہے
241	* والدین اور اولاد پر زکوٰۃ حرام ہے
243	* والدین کو زکوٰۃ دینے کی جائز صورت
243	* کیا خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟
244	* بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے
246	* فقیر یا مقروض بھائی، بہن کو زکوٰۃ دینے کا حکم
246	* رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے

247	* لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دینا کفایت کر جاتا ہے
248	* اگر علم ہو کہ یہ مستحق نہیں تو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی

صدقہ فطر کا بیان

249	* صدقہ فطر کا معنی و مفہوم
249	* صدقہ فطر کب فرض ہوا؟
250	* صدقہ فطر کی فرضیت کی حکمت
250	* صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے
252	* صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا
253	* کیا حلال کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے گا؟
254	* صدقہ فطر کی مقدار اور اشیاء
256	* کیا مقررہ مقدار سے زیادہ صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے؟
257	* کیا خوراک کے بدلے قیمت بھی دی جاسکتی ہے؟
258	* صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟
259	* صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت
260	* اگر کوئی نماز عید سے پہلے صدقہ فطر کی ادائیگی بھول جائے
261	* صدقہ فطر کا مصرف
262	* ذمی کو صدقہ فطر دینے کا حکم

نفلی صدقہ کا بیان

264	* نفلی صدقہ کا معنی و مفہوم
264	* نفلی صدقہ کی ترغیب
266	* رسول اللہ ﷺ کی خواہش

266	* بغیر شمار کیے خرچ کرنے کی نصیحت
267	* اپنا سب سے پسندیدہ مال خرچ کرنے کی ترغیب
269	* معمولی چیز کے صدقہ کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے
270	* صرف حلال و پاکیزہ رزق سے ہی صدقہ کرنا چاہیے
271	* صدقہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے
272	* اُس وقت سے پہلے صدقہ کرنے کی ترغیب جب کوئی لینے والا نہ ہوگا
273	* صدقہ کا سفارشی بھی اجر سے محروم نہیں رہتا
273	* صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا
273	* صدقہ دے کر نہ تو واپس لینا چاہیے اور نہ ہی اسے خریدنا چاہیے
274	* عورت اپنے شوہر کی رضامندی سے اس کے مال سے صدقہ کر سکتی ہے
276	* کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی مال صدقہ کر سکتی ہے؟
276	* میت کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے
277	* افضل صدقہ
277	* ① جس کے بعد بھی انسان غنی رہے
277	* ② جو تندرستی اور مال کے لالچ کے زمانہ میں دیا جائے
278	* ③ جو اپنے اہل و عیال، جہادی سواری اور مجاہد ساتھیوں پر کیا جائے
278	* ④ راہ جہاد میں خیمہ خادم یا سواری دینا
278	* ⑤ پانی پلانا
279	* ⑥ کم مال والے کا صدقہ
279	* افضل صدقہ کے متعلق چند ضعیف روایات:
280	* کل آمدنی کا تیسرا حصہ صدقہ کرنے والے پر اللہ کا خصوصی فضل
280	* نقلی صدقہ کے زیادہ مستحق لوگ
283	* ہر نیکی کا کام صدقہ ہے

285	* جس مسلمان کی فصل یا باغ سے کوئی جاندار کچھ کھا جائے تو وہ صدقہ ہے
285	* کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت
286	* صدقہ جاریہ
286	* حیوانوں پر صدقہ کی فضیلت
287	* رمضان میں صدقہ
288	* عشرہ ذوالحجہ میں صدقہ کی فضیلت
288	* کیا انسان اپنا سارا مال صدقہ کر سکتا ہے؟
291	* صدقہ کرنے والے کا شکر ادا کرنا چاہیے
292	* صدقہ کی ترغیب میں بیان کی جانے والی چند ضعیف روایات

سوال کرنے سے بچنے کا بیان

293	* حتی الوسع سوال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے
294	* جو سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتا ہے
294	* اللہ کے دیئے رزق پر راضی رہنا چاہیے
296	* بہترین کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا جائے
298	* بھیک مانگنا پیشہ بنالینا اور بغیر ضرورت دست سوال دراز کرنے کی مذمت
299	* سوال فقر و فاقے کا دروازہ کھول دیتا ہے
300	* غنی کرنے والا صرف اللہ ہے لوگ نہیں
300	* اگر بغیر سوال کیے کچھ مل جائے تو لے لینا چاہیے
300	* اللہ کا نام لے کر مانگنے والے کو کچھ دے دینا چاہیے



چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں۔
(4)	اصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا اصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) رائج بات (5) حالت مستحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تفسیر لا اشراف از امام مزنی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء کی جمع ہے۔ اور جڑ اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جڑ رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلق چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلق مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد عبادات معاملات تفسیر سیرت مناقب فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع ﷺ نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راج	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ۔
(23)	سد الذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لیا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں، خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	ملک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی ملک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو ملک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ یں (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معصل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابوالفیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا فتح کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہاء اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدِّمَةٌ

لغوی وضاحت: لفظ زکوٰۃ ”بڑھنا“ نشوونما پانا اور پاکیزہ ہونا“ کے معانی میں مستعمل ہے۔ اس کے تین ابواب آتے ہیں: زَكَاةٌ يُّزَكُّوْا (نصر) زَكَاةٌ يُّزَكِّي (تفعیل) تَزَكَّى يَتَزَكَّى (تفعل)۔ (۱)

زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ دینے والے کا مال مزید بڑھ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿وَيُرْسِي الصَّدَقَاتِ﴾ ”اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھا دیتے ہیں۔“ [البقرة: ۲۷۶] اور حدیث نبوی ہے کہ ﴿مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ﴾ ”صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔“ (۲)

زکوٰۃ مال کو پاک کر دیتی ہے اور صاحب مال کو بخل کی رزالت سے اور گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ ان دونوں لغوی معنوں کو ایک ہی آیت میں دیکھا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ [التوبة: ۱۰۳] ”آپ ﷺ ان کے مالوں سے صدقہ لیں جس کے ذریعے آپ انہیں گناہوں سے پاک کر دیں اور ان کے اجر و مال میں اضافہ کریں۔“

اس کے علاوہ اکثر مقامات پر یہ لفظ پاکیزگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً:

- (۱) ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ [الشمس: ۹] ”بے شک فلاح پا گیا وہ شخص جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا۔“
- (۲) ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ [الأعلى: ۱۴] ”بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے تزکیہ کر لیا۔“
- (۳) ﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ﴾ [النجم: ۳۲] ”اپنے نفسوں کا تزکیہ نہ بیان کرو۔“

(۱) [المنجد (ص/۳۳۹) القاموس المحيط (ص/۱۶۳) مبل السلام (۲/۷۸۷)]

(۲) [مسلم (۲۵۸۸) کتاب البر والصلة والآداب: باب استحباب العفو والتواضع، أحمد (۲/۲۳۵) ابن

خزيمة (۲۴۳۸) ترمذی (۲۰۲۹)]

شرعی تعریف: زکوٰۃ ایسا حق ہے جو مال میں واجب ہے جسے کسی فقیر یا اس کی شل (یا اس کے علاوہ شریعت کے بتائے ہوئے) کسی شخص کو ادا کیا جاتا ہے جبکہ وہ کسی شرعی مانع کے ساتھ متصف نہ ہو۔ (۱)

صاحب قاموس نے زکوٰۃ کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے: ((مَا أَخْرَجْتَهُ مِنْ مَالِكَ لِتُطَهَّرَهُ بِهِ))
”اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے جو چیز آپ نکالیں وہ زکوٰۃ ہے۔“ (۲)

فرضیت زکوٰۃ کا وقت

اس کے وقت فرضیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ ۲ھ میں صیام رمضان کی فرضیت سے پہلے فرض ہوئی اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ فرض تو مکہ ہی میں ہو گئی تھی لیکن اس کے تفصیلی احکام مدینہ میں ۲ھ کو نازل ہوئے۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین) اہل علم کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی لیکن نصاب زکوٰۃ کے اموال اور اہل زکوٰۃ کی تعیین مدینہ میں ہوئی۔ (۴)

(عبداللہ بسام) زکوٰۃ ۲ھ میں فرض ہوئی۔ (۵)

(شیخ صالح بن فوزان) زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال فرض کی گئی۔ (۶)

فرضیت زکوٰۃ کی حکمتیں

- ① تاکہ مال پاکیزہ و بابرکت ہو جائے۔
- ② فقراء و مساکین کی مدد و تعاون کے لیے۔
- ③ انسان کا نفس بخلی و کنجوی جیسی بری صفات و گناہوں سے محفوظ ہو جائے۔
- ④ مال کی نعمت کی وجہ سے انسان پر جو اللہ کا شکر لازم آتا ہے وہ ادا ہو جائے۔ (۷)

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۱۷۸۸/۳) نیل الأوطار (۶۷/۳) المغنی (۵۷۲/۲) کشاف الفناع (۱۹۱/۲)]

[الباب (۱۳۹/۱) مراقی الفلاح (ص ۱۲۱) الدر المختار (۲/۲)]

(۲) [القاموس المحيط (ص ۱۱۶۳)]

(۳) [مزید دیکھیے: فتح الباری (۹/۴-۱۰) نیل الأوطار (۶۷/۳) فقه الزکوٰۃ للقرضاوی (۵۸/۱)]

(۴) [مجموع فتاوی لابن عثیمین (۱۵۱/۸)]

(۵) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۸۱/۳)]

(۶) [الملخص الفقہی للدكتور صالح بن فوزان (۳۲۰/۱)]

(۷) [کما فی الفقه الإسلامی وأدلته (۱۷۹۰/۳)]

چھپا کر زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی افضل ہے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ﴾

”سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سائے میں سایہ دیں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا..... (ان میں سے ایک) وہ آدمی ہے جس نے اس قدر چھپا کر صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہوا جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔“ (۱)

(نودی) اس حدیث میں چھپا کر صدقہ کرنے کی فضیلت ہے۔ (۲)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ﴾

”چھپا کر کیا ہوا صدقہ اللہ کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔“ (۳)

(۳) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ﴾

”خفیہ صدقہ اللہ کا غصہ ٹھنڈا کر دیتا ہے۔“ (۴)

(ڈاکٹر عائشہ القرنی) چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہے۔ (۵)

(۱) [بخاری (۶۶۰) کتاب الأذان: باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد، مسلم

(۱۰۳۱) کتاب الزکاة: باب فضل إخفاء الصدقة، ترمذی (۲۳۹۱) کتاب الزهد: باب ما جاء

في الحب في الله، مؤطا (۱۷۷۷) کتاب الشعر: باب ما جاء في المتحابين في الله، نسائی

(۵۳۹۵) ابن حبان (۴۴۸۶) ابن خزيمة (۳۵۸) طيالسی (۲۴۶۲) شرح السنة للبيهقي (۷۴۰)

بيهقي (۶۵/۳)

(۲) [شرح مسلم للنووي (۳۵۷/۴)]

(۳) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۳۶۵۴)]

(۴) [حسن لغیرہ: صحيح الترغيب (۸۹۰) کتاب الصدقات: باب الترغيب في صدقة السر، رواه الطبرانی

في الأوسط]

(۵) [فقه الدليل للڈکٲور عائشہ القرنی (ص ۲۱۰/۱)]

دوسروں کو ترغیب کے لیے دکھا کر صدقہ کرنا بھی جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرة: ۲۷۴]

”جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ یہ غمگین ہوں گے۔“

اس آیت میں چھپا کر صدقہ کرنے والے اور ظاہر کر کے صدقہ کرنے والے دونوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کی نوید سنائی گئی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ (محض ترغیب کی غرض سے) لوگوں کو دکھا کر صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر لوگوں کو دکھانے کا مقصد ان کے ہاں عزت و مقام حاصل کرنا ہو تو یہ جائز نہیں بلکہ اس کے ذریعے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں۔ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ

”وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے دافر مال دیا اس کو ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا‘ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد کرائے گا۔ وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے‘ تم نے انعامات کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا‘ میں نے ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جسے تو پسند کرتا تھا کہ اس میں مال خرچ کیا جائے‘ میں نے اس میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے‘ تو جھوٹ کہتا ہے جبکہ تو نے محض اس لیے مال خرچ کیا تا کہ تجھے سخی کہا جائے‘ چنانچہ تجھے کہہ دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے اوندھے منہ گھسیٹ کر دوزخ میں گرا دیا جائے۔“ (۱)

(ڈاکٹر عائشہ القرنی) کسی مصلحت کے تحت صدقہ ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔ (۲)

احسان جتلانے سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا

(۱) [مسلم (۱۹۰۵) کتاب الإمامة: باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، ترمذی (۲۳۸۲) کتاب

الزهد: باب ما جاء في الرياء والسمعة]

(۲) [فقہ الدلیل للڈاکٹر عائشہ القرنی (ص ۲۰۹)]

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَمَثَّلَهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا، لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا، وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿البقرة: ٢٦٤﴾

”اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا پہنچا کر برہانہ کرو؛ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار بارش برے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔“

(ابن کثیرؒ) اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ خبر دی ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد اگر احسان جتلا دیا جائے یا ایذا پہنچادی جائے تو صدقہ باطل ہو جاتا ہے..... جیسے اُس شخص کا صدقہ باطل ہو جاتا ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے صدقہ کرتا ہے۔ (۱)

(قرطبی) اس آیت کے متعلق جمہور علماء کا کہنا ہے کہ بلاشبہ ایسا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جس کے کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ احسان جتلا رہا ہے یا ایذا پہنچا رہا ہے..... (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ نے اپنے صدقے کے ساتھ احسان جتلانے والے اور ایذا پہنچانے والے کی مثال اُس شخص کے ساتھ دی ہے جو اللہ کی رضامندی کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُنْظَرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: الْمُسِيلُ وَ
"الْمَنَانُ" وَ الْمُنْفِقُ سَلَعَتَهُ بِالْحَلِيفِ الْكَاذِبِ ﴿

”روزِ قیامت اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے نہ تو کلام کریں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کا تذکرہ کریں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: ایک تہبند (مٹنوں سے نیچے) لٹکانے والا، دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا سودا بیچنے والا۔“ (۳)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱/۶۲۸)]

(۲) [تفسير قرطبي (۳/۲۹۶)]

(٣) [مسلم (١٠٦) كتاب الإيمان: باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية، أبو داود (٤٠٨٧)]

كتاب اللباس : باب ما جاء في إسبال الإزار، ترمذی (۱۲۱۱) كتاب البيوع : باب ما جاء فيمن حلف

علی سلعة کاذبا، نسائی (۲۴۵/۷) احمد (۱۴۸/۵) ابن حبان (۴۹۰۷) ۲

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ "مَنَّانٌ" وَلَا عَاقٍ، وَلَا مُذْمِنٌ خَمْرٍ﴾

”احسان جتلانے والا والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (۱)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ مُذْمِنٌ خَمْرٍ، وَلَا عَاقٍ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا مَنَّانٌ﴾

”ہمیشہ شراب پینے والا والدین کا نافرمان اور احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (۲)

(شیخ سلیم الہلالی) احسان جتلانے اور اذیت پہنچانے سے اجراضائع ہو جاتا ہے۔ (۳)

کیا حالت شرک میں کیے ہوئے صدقہ و خیرات کا اجر مسلمان ہونے کے بعد ملتا ہے؟

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنُّ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عِنَاقَةٍ وَصِلَةٍ

رَحِمَ، فَهَلْ فِيهَا أَجْرٌ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَسَلَّمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ﴾

”میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جنہیں میں جاہلیت

کے زمانہ میں صدقہ، غلام آزاد کرنے اور صلہ رحمی کی صورت میں کیا کرتا تھا۔ کیا مجھے ان کا ثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ

نے فرمایا کہ تم اپنی ان تمام نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو جو پہلے گزر چکی ہیں۔“ (۴)

اس حدیث کی شرح میں مولانا داود راز قرطری از ہیں کہ

”امام بخاریؒ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کافر مسلمان ہو جائے تو کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا بھی

(۱) [صحیح: صحیح نسائی (۵۲۴۱) کتاب الأشربة: باب الرواية في المدمنين في الخمر، السلسلة

الصحيحة (۶۷۰) نسائی (۵۶۷۵)]

(۲) [صحیح: نسائی فی السنن الكبرى (۴۹۲۱) احمد (۴۹۹/۴) ابن حبان (۵۳۴۶) حاکم (۱۵۶/۴)

امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح

کہا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبد الرزاق مہدی (۶۲۸/۱)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۶۵/۲)]

(۴) [بخاری (۱۴۳۶) کتاب الزکاة: باب من تصدق في الشرك ثم أسلم، مسلم (۱۲۳) کتاب الايمان:

باب بيان حكم عمل الكافر إذا أسلم بعده، احمد (۱۵۳۱۸) طبرانی کبیر (۳۰۷۶) عبد الرزاق

(۱۹۶۸۵) حسنی (۵۵۴) شرح السنة للبيهقي (۲۷) بیہقی (۱۲۳/۹) أبو عوانة (۷۲/۱)]

ثواب ملے گا۔ یہ اللہ پاک کی عنایت ہے۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ بادشاہ حقیقی کے پیغمبر نے جو کچھ فرما دیا وہی قانون ہے۔ اس سے زیادہ صراحت دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جب کافر اسلام لاتا ہے اور اچھی طرح مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی ہر نیکی جو اس نے اسلام سے پہلے کی تھی، لکھ لی جاتی ہے اور ہر برائی جو اسلام سے پہلے کی تھی مٹا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا رہتا ہے اور ہر برائی کے بدلے ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے اللہ پاک اسے بھی معاف کر دے۔“ (۱)

بخیلی کی مذمت

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۖ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۖ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ﴾ [الليل: ۸-۱۱]

”جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی۔ اور نیک بات کی تکذیب کی۔ تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔ اس کا مال اسے (اوندھا) کرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔“

(۲) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [التغابن: ۱۶]

”جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا جائے وہی کامیاب ہے۔“

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلَىٰ أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحْلَوْا مَحَارِمَهُمْ﴾

”ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن (ظالموں کے لیے) عذاب کا باعث ہوگا اور بخل (سکھوی) سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔ بخل نے انہیں اس بات پر ابھارا کہ انہوں نے مسلمانوں کا (ناحق) خون بہایا اور ان کی حرمتوں کو حلال بنا لیا۔“ (۲)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُحْتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، قَدْ اضْطَرَّتْ أُيْدِيهِمَا

(۱) [شرح معاری (مبحث الحديث ۱۴۳۶/۱)]

(۲) [مسلم (۲۵۷۸) کتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الظلم]

إِلَىٰ تُذْبِهُمَا وَ تَرَاقِيَهُمَا، فَحَمَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ابْسَطَتْ عَنْهُ وَ جَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ، وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلَقَةٍ بِمَكَانِهَا ﴿۱﴾

”بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال دو انسانوں کی ہے جنہوں نے زرہ پہن رکھی ہے ان کے ہاتھوں کو ان کی چھاتیوں اور ان کے سینوں کی جانب جکڑ دیا گیا ہے۔ صدقہ دینے والا جب صدقہ عطا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ سٹ جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی اپنی جگہ پر کس جاتا ہے۔“ (۱)

(شیخ سلیم الہلالی) مومن بزدل اور بخیل نہیں ہوتا۔ (۲)

دنیاوی مال و متاع کی حقارت

(۱) حضرت مستور دین شداور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿وَاللَّهُ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَةً فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟﴾
”اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال بس اتنی سی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا کے پانی میں ڈالتا ہے وہ غور کرے کہ انگلی کے ساتھ کتنا پانی لگتا ہے؟“ (۳)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِحَدِيٍّ أَسْلَكَ مَيِّتٌ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ، فَقَالَ: فَوَ اللَّهِ! لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ﴾

”رسول اللہ ﷺ بھیڑ کے ایک ایسے مردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان بہت چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ نے (صحابہ سے) پوچھا، تم میں سے کون شخص ایک درہم کے عوض اسے لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ہم تو کسی معمولی چیز کے عوض بھی اسے اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی قسم!

(۱) [بخاری (۱۴۴۳) کتاب الزکاة: باب مثل المتصدق والبخیل، مسلم (۱۰۲۱) کتاب الزکاة: باب مثل

المنفق والبخیل، نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۳۲۷) حمیدی (۱۰۶۴) ابن حبان (۳۳۱۳) شرح السنة

لللقوی (۱۶۶۰) بیہقی (۱۸۶/۴) احمد (۷۴۸۸)]

(۲) [موسوعة المناهی الشرعية (۵۳/۲)]

(۳) [مسلم (۲۸۵۸) کتاب الحنة وصفة نعيمها وأهلها: باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة - ما،

(۲۳۲۳) کتاب الزهد: باب منه، ابن ماجہ (۴۱۰۸) کتاب الزهد: باب مثل الدنيا، طبرانی کبیر

(۷۱۳/۲۰) مستدرک حاکم (۷۸۹۸/۴) ابن حبان (۴۳۳۰) احمد (۱۸۰۳۰)]

دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا تمہارے نزدیک یہ حقیر ہے۔“ (۱)

(3) حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَوَاللَّهِ لَا الْفَقْرُ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ، وَ لَكِنْ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَ تُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ﴾

”اللہ کی قسم! میں تمہارے متعلق فقیری کا خوف نہیں رکھتا البتہ تمہارے بارے میں مجھے یہ خدشہ ہے کہ دنیا تم پر فراخ ہو جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فراخ ہوئی پس تم اس میں رغبت کرو گے جیسا کہ انہوں نے اس میں رغبت کی اور وہ تمہیں تباہ و برباد کر دے گی جیسا کہ اس نے انہیں برباد کر دیا۔“ (۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذَكَرُ اللَّهِ وَ مَا وَآلَاہُ وَ عَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ﴾

”خبردار! بے شک دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون (یعنی اللہ کی رحمت سے دور کرنے والا) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ اعمال جنہیں اللہ محبوب جانتا ہے اور عالم اور علم سیکھنے والا۔“ (۳)

(5) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ يَعْوُضُهُ مَا سَقَىٰ كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً مَّاءٍ﴾

”اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا (کی قدر و منزلت) پھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا گھونٹ نہ پلاتا۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۲۹۰۷) کتاب الزہد والرقائق: باب 'ابو داؤد (۱۸۶) کتاب الطہارۃ: باب ترك الوضوء من مس المیتة' تحفة الأشراف (۲۶۰۱)]

(۲) [بخاری (۶۴۲۵) کتاب الرقاق: باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها' مسلم (۲۹۶۱) کتاب الزہد والرقائق: باب 'ترمذی (۲۴۶۲) کتاب صفة القيامة والرقائق والورع: باب منه 'ابن ماجہ (۳۹۹۷) کتاب الفتن: باب فتنة المال' حمد (۱۷۲۳۴)]

(۳) [حسن: الصحيحة (۲۷۹۷) ترمذی (۲۳۲۲) کتاب الزہد: باب منه 'ابن ماجہ (۴۱۱۲) کتاب الزہد: باب مثل الدنيا]

(۴) [ترمذی (۲۳۲۰) کتاب الزہد: باب ما جاء في هوان الدنيا على الله، شيخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے کچھ شاہد ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں۔ دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۹۴۳) هدایة الرواة

(6) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ، فَاتَرَوْا مَا يَبْقَىٰ عَلَىٰ مَا يَبْقَىٰ﴾

”جس نے (اللہ سے بڑھ کر) دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو برباد کر لیا اور جس نے آخرت کے

ساتھ محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا۔ پس تم باقی رہنے والی اشیاء کو فنا ہونے والی اشیاء پر ترجیح دو۔“ (۱)

انسان کا اپنا مال صرف تین قسم کا ہی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، وَإِنْ مَالَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَقْنَى، أَوْ لَبَسَ فَأَبْنَى، أَوْ

أَعْطَى فَأَقْنَى، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ﴾

”بندہ کہتا ہے کہ میرا مال (اتنا ہے)، میرا مال (اتنا ہے) حالانکہ فی الحقیقت اس کے مال میں سے اس کا

مال صرف تین قسم کا ہے: (1) جو اس نے کھا لیا اور ختم کر دیا۔ (2) جو اس نے پہن لیا اور اسے پرانا کر دیا۔

(3) جو اس نے عطیہ کیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا۔ ان اموال کے علاوہ جو بھی مال ہے اسے وہ

لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔“ (۲)

باعمل فقراء کی فضیلت

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِطْلَعْتُ فِي الْحَنَةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ﴾

”میں نے جنت کا مشاہدہ کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں اکثریت فقراء کی ہے۔“ (۳)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ سَبَقُوا الْأَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الْحَنَةِ بِأَرْبَعِينَ حَرِيفًا﴾

(۱) [مسند احمد (۱: ۵۱۰) میں اپنی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے لیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حسن سند کے ساتھ

شاہد موجود ہے۔ دینیت: مسند صحیحہ (۳۲۸۷) ہدایۃ الرواۃ (۵۱۰۷) (۱/۵۱۵)]

(۲) [مسلم (۲۹۵۹) کتاب زہد والرقائق، ترمذی (۳۳۵۴) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الہاکم

التکاتر، نسائی (۲۳۸/۶) احمد (۸۸۲۱) ابن حبان (۳۲۴۴) بیہقی (۳۶۸/۳)]

(۳) [بخاری (۶۵۴۶) کتاب الرقاق: باب صفۃ الحنۃ والنار، مسلم (۲۷۳۷) کتاب الرقاق: باب اکثر اہل

الحنۃ الفقراء و اکثر اہل النار النساء، ترمذی (۲۶۰۲) کتاب صفۃ جہنم: باب ما جاء أن اکثر اہل النار

النساء، احمد (۲۰۸۶) نسائی فی السنن الکبریٰ (۹۲۶۱) طبرانی کبیر (۱۲۷۶۵)]

”بے شک روزِ قیامت فقیر، مہاجر، لوگ، مالدار لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔“ (۱)

(۳) حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ: مَا رَأَيْكَ فِي هَذَا؟ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِ النَّاسِ هَذَا - وَاللَّهِ - حَرِيٌّ إِنْ حَظَبَ أَنْ يُنْجَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشْفَعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، قَالَ: فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا رَأَيْكَ فِي هَذَا؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا رَجُلٌ مِّنْ فَقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ، هَذَا حَرِيٌّ إِنْ حَظَبَ أَنْ لَا يُنْجَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشْفَعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا﴾

”رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ ﷺ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا، یہ شخص بڑے لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ شخص اس لائق ہے کہ اگر وہ کسی کی طرف منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کا نکاح ہو جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے۔ اہل جنت کہتے ہیں کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اور شخص گزرا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا کہ اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ شخص فقیر مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کا نکاح نہ ہو اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو اور اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ اکیلا شخص اُس (امیر) شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین سے بھی کہیں زیادہ بہتر ہے۔“ (۲)

رسول اللہ ﷺ مسکین رہنے کے خواہشمند تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُمَّ اَحْبِبْنِيْ مِسْكِيْنَ وَاَمْتِنِيْ مِسْكِيْنَ وَاَحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسْكِيْنِ﴾

”اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مجھے مسکین فوت کر اور مجھے مساکین کے گروہ میں اٹھانا۔“ (۳)

(۱) [مسلم (۲۹۷۹) کتاب الزہد والرقائق: باب]

(۲) [بخاری (۶۴۴۷) کتاب الرقاق: باب فضل الفقر، ابن ماجہ (۴۱۲۰) کتاب الزہد: باب فضل الفقراء]

(۳) [صحيح: إرواء الغلیل (۸۶۱) السلسلة الصحيحة (۳۰۸)]

اللہ چاہے تو فقیر کو غنی کر دے اور غنی کو فقیر

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِّزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ، بِيَدِكَ الْغَيْرُ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [آل عمران: ۲۶]

”آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ شاہ کو گدا بنا دینا اور گدا کو شاہ اسی طرح معزز و کو ذلیل کر دینا اور ذلیل کو معزز، سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اس لیے جس کے پاس مال جیسی نعمت الہی موجود ہو تو اسے تکبر و غرور اور ریاء و نمود کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے چاہیے کہ ہر وقت مال کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے جو حق مقرر کیا ہے اسے ادا کرتا رہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اپنی نعمت چھین لے اور پھر وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [إبراهيم: ۷]

”جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔“

اور شکر یہ ہے کہ اللہ کی ہر نعمت کو اسی طرح استعمال کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے ورنہ ناشکری کی صورت میں اللہ تعالیٰ شان و شوکت کا مقام چھین کر مفلسی کی چوکھٹ پر بٹھانے پر بھی قادر ہے۔

مال کی فراوانی علاماتِ قیامت میں سے ایک ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَبْغِضَ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكَاةٍ مَالِهِ فَلَا يَحِذُّ

أَحَدًا يَبْتَغِيهَا مِنْهُ﴾

”قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مال و دولت کی فراوانی ہو جائے گی۔ (مال و دولت کی) اس قدر کثرت ہوگی کہ آدمی زکوٰۃ کا مال لے کر نکلے گا مگر کوئی زکوٰۃ لینے والا نظر نہیں آئے گا۔“ (۱)

قیامت کے قریب ایسا حکمران ہوگا جو بہت زیادہ سخاوت کرے گا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ﴾

”آخری زمانے میں (یعنی قیامت کے قریب) ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔“ (۲)

(نووی) یہ خلیفہ اتنا مال اس وجہ سے تقسیم کرے گا کیونکہ اُس وقت اموال، غنائم اور فتوحات کی کثرت ہوگی اور اس پر مزید اس کا نفس بھی سخی ہوگا۔ (۳)



- (۱) [بخاری (۱۴۱۱) کتاب الزکوٰۃ: باب الصلقة قبل الرد، مسلم (۱۰۱۱) کتاب الزکوٰۃ: باب الترغيب في الصلقة قبل أن لا يوجد من يقبلها]
- (۲) [مسلم (۲۹۱۳) کتاب الفتن: باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل أحمد (۱۱۰۱۲)]
- (۳) [شرح مسلم للنووی (۱۷۱/۹)]

کتاب الزکاة زکوٰۃ کے مسائل

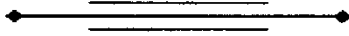
زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان	باب فرضیۃ الزکاة
زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان	باب فضیلة الزکاة و فوائده
مانع زکوٰۃ کے گناہ اور اس کے حکم کا بیان	باب اثم مانع الزکاة و حکمه
جس پر زکوٰۃ واجب ہے	باب من تجب علیہ الزکاة
جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے	باب ما تجب فیہ الزکاة
جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں	باب ما لا تجب فیہ الزکاة
سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان	باب زکاة الذهب والفضة
جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان	باب زکاة الحيوان
تجارتی اموال کی زکوٰۃ کا بیان	باب زکاة التجارة
کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان	باب زکاة الزروع و الثمار
دھنوں اور معدنیات کی زکوٰۃ کا بیان	باب زکاة الرکاز و المعدن
زکوٰۃ نکالنے کا بیان	باب اخراج الزکاة
زکوٰۃ وصول کرنے کا بیان	باب اخذ الزکاة
زکوٰۃ کے مصارف کا بیان	باب مصارف الزکاة
جن پر زکوٰۃ حرام ہے	باب من تحرم علیہ الزکاة
صدقہ فطر کا بیان	باب صدقة الفطر
نفل صدقہ کا بیان	باب صدقة التطوع
سوال کرنے سے بچنے کا بیان	باب تجنب المسئلة

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾

[حم السجدة : ۶-۷]

”اُن مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔“



حدیث نبوی ہے کہ

﴿مَانِعُ الزَّكَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ﴾

”زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا روز قیامت آگ میں ہوگا۔“

[صحیح الجامع الصغیر (۵۸۰۷)]

زکوٰۃ کی فرضیت کا بیان

باب فرضیۃ الزکاة

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ﴾

”اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔“ (۱)

(نووی) نماز اور زکوٰۃ شہادتین کے بعد اسلام کے اہم ترین ارکان ہیں۔ (۲)

پچھلی امتوں کو بھی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا

(۱) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [المائدة: ۱۲]

”اگر تم نماز قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو ماننے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہو گے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔“

(۲) ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اس عہد و پیمان کا تذکرہ کیا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنتُمْ مُّعْرِضُونَ﴾ [البقرة: ۸۳]

(۱) [بخاری (۸) کتاب الإيمان: باب دعائکم ایمانکم، مسلم (۱۶) کتاب الإيمان: باب بیان أركان

الإسلام ودعائمه العظام، ترمذی (۲۶۱۲) نسائی (۱۰۷/۸) حمیدی (۷۰۳) ابن عزیمة (۳۰۸) احمد

(۱۲۰/۲-۱۴۳) شرح السنة (۶۴/۱) الحلیۃ لأبی نعیم (۶۲/۳)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۱۸/۲)]

”(یاد کرو!) جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، لوگوں کو اچھی بات کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا، پھر تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب بھر گئے اور منہ موڑ لیا۔“

(3) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ [مریم: ۵۵]

”وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ شخص تھے۔“

(4) حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾

[الانبیاء: ۷۳]

”ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیکیوں کے کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہمارے

عبادت گزار بندے تھے۔“

(5) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿إِنِّي عُثِدُّ اللَّهُ آمَنًا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۖ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي

بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ [مریم: ۳۰-۳۱]

”میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبوت سے نوازا اور میں جہاں بھی ہوں مجھے

بابرکت بتا دیا اور مجھے حکم دیا کہ میں جب تک زندہ رہوں نماز قائم رکھوں اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔“

اس اُمت پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے

جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿وَأَتُوا الزَّكَاةَ﴾ [البقرة: ۴۳]

”اور زکوٰۃ ادا کرو۔“

(2) ﴿وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ [المزمل: ۲۰]

”زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو۔“

(3) ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ [التوبة: ۱۰۳]

”ان کے مالوں سے آپ صدقہ لیجیے۔“

(4) ﴿وَاتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ [الأنعام: ۱۴۱]

”اس کے کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو (یعنی پھل اتارنے یا فصلوں کی کٹائی کے وقت)۔“

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا کہ

﴿ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْنَهُمْ أَنَّ اللَّهَ اقْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْنَهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ اقْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ﴾

”تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں صدقہ (یعنی زکوٰۃ کو) فرض قرار دیا ہے۔“ (۱)

(6) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فریضہ زکوٰۃ کے متعلق یہ تحریر بھیجی:

﴿هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ﴾

”یہ وہ فریضہ زکوٰۃ ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کا رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے۔“ (۲)

(7) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکاة : باب وجوب الزکاة ‘مسلم (۱۹) کتاب الإیمان : باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام ‘أبو داود (۱۵۸۴) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة ‘ترمذی (۶۲۵) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی کراهية أخذ خيار المال فی الصدقة ‘نسائی (۵۰/۲) ابن ماجہ (۱۷۸۳) کتاب الزکاة : باب فرض الزکاة ‘أحمد (۲۳۳/۱) دارمی (۱۶۱۴) دارقطنی (۱۳۵/۲) طبرانی کبیر (۱۲۲۰/۷) بیہقی (۹۶۱/۴)]

(۲) [بخاری (۱۴۵۴) کتاب الزکاة : باب زکاة الغنم ‘أبو داود (۱۵۶۷) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة ‘نسائی (۲۴۴۷) کتاب الزکاة : باب زکاة الإبل ‘ابن ماجہ (۱۸۰۰) کتاب الزکاة : باب إذا أخذ المصلق سنا دون سن أو فوق سن ‘ابن حزيمة (۴۰) ابن المحارود (۳۴۲) دارقطنی (۱۱۳/۲) کتاب الزکاة : باب زکاة الإبل والغنم]

اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم ربیعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہیں اور قبیلہ مضر کے کافر ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان پڑتے ہیں۔ اس لیے ہم صرف حرمت کے مہینوں میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں (کیونکہ ان مہینوں میں لڑائیاں رک جاتی ہیں اور راستوں میں امن ہوتا ہے)۔ آپ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتادیتے جن پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلے کے اُن لوگوں کو بھی ان پر عمل کے لیے کہیں جو ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَانْهَائُكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - وَعَقْدُ بَيْدِهِ هَكَذَا - وَإِقَامُ الصَّلَاةِ "وِإِيتَاءُ الزَّكَاةِ" وَأَنْ تَوَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ﴾

”میں تمہیں چار کاموں کا حکم دیتا ہوں اور چار کاموں سے روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کا (یہ کہا تو) آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنے کا حکم دیتا ہوں۔“ (۱)

(8) قیصر روم ہرقل نے ابوسفیان سے نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے تو اس نے کہا:

﴿يَقُولُ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْزِلُوا مَا يَقُولُ آبَاءُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ "وَالزَّكَاةِ" وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ وَالصَّلَاةِ﴾

”وہ کہتا ہے کہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کچھ تمہارے آباؤ اجداد کہتے ہیں (اُن شریک باتوں کو) چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، حج بولنے، پرہیزگاری اختیار کرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔“ (۲)

(9) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد والوں میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا، اس

(۱) [بخاری (۱۳۹۸) کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة، مسلم (۱۷) کتاب الإیمان: باب الأمر بالإیمان بالله ورسوله وشرائع الدین والدعاء إليه والسؤال عنه وحفظه وتبليغه من لم يبلغه، ابو داود (۳۶۹۲) کتاب الأشربة: باب فی الأوعية، ترمذی (۱۵۹۹) نسائی فی السنن الکبری (۵۰۵۷) ابن حبان (۱۵۷) ابن خزيمة (۳۰۷) طبرانی کبیر (۱۰۶۸۸) طیالسی (۲۷۴۷) شرح السنة للبقوی (۲۰) بیہقی فی السنن الکبری (۲۹۴/۶) وفی دلائل النبوة (۳۲۳/۵) ابن أبی شیبہ (۱۱/۶) احمد (۲۰۲۰)]

(۲) [بخاری (۷) کتاب الوحي: باب کیف کان بدء الوحي إلى رسول الله، مسلم (۱۷۷۳) کتاب الجهاد والسير: باب کتاب النبی إلى هرقل يدعوہ إلى الإسلام، ابو داود (۵۱۳۶) ترمذی (۲۷۱۷) نسائی فی السنن الکبری (۵۸۵۸) ابن حبان (۶۵۵۵) عبد الرزاق (۹۷۲۴) ابن منده (۱۴۳) بیہقی فی دلائل النبوة (۳۷۷/۴) احمد (۲۳۷۰)]

کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہم اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنتے تھے اور ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ نزدیک آن پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے اس نے کہا بس اس کے سوا تو مجھ پر کوئی نماز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے تو اور بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں مگر تو نفل روزے رکھے تو اور بات ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "زَكَاةً" قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکوٰۃ کا ذکر کیا (کہ یہ بھی اسلام کا ایک حصہ ہے) تو اس نے کہا کہ مجھ پر کوئی اور تو صدقہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں مگر تو نفل صدقہ دے تو اور بات ہے۔“ (۱)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَقْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ﴾

”اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے نماز قائم کرے، فرض

زکوٰۃ ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے۔“ (۲)

(شیخ وہب زحلی) زکوٰۃ کے وجوب پر ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۳)

(شیخ صالح بن فوزان) زکوٰۃ کی فریضت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۴)

(۱) [بخاری (۴۶) کتاب الإيمان: باب الزكاة من الإسلام، مسلم (۱۱) کتاب الإيمان: باب بیان الصلوات

التی می أحد أركان الإسلام، مؤطا (۴۲۵) کتاب الصلاة: باب جامع الترغيب في الصلاة، ابو داود

(۳۹۲) کتاب الصلاة: باب فرض الصلاة، دارمی (۱۵۷۸) ابن حبان (۱۷۲۴)، (۳۲۶۲) ابن عزيمة

(۳۰۶) ابن الحارود (۱۴۴) شرح السنة للبغوی (۷) بیہقی فی السنن الکبریٰ (۳۶۱/۱)

(۲) [بخاری (۴۷۷۷) کتاب تفسیر القرآن: باب قوله إن الله عنده علم الساعة، مسلم (۹) کتاب الإيمان:

باب بیان الإيمان والإسلام والإحسان ووجوب الإيمان بآيات قدر الله سبحانه وتعالى، ابو داود

(۴۶۹۸) کتاب السنة: باب فی القصر، ابن ماجه (۶۴)، (۴۰۴۴) مقدمة: باب فی الإيمان، نسائی

(۵۰۰۶) ابن أبی شیبہ (۱۱/۵) ابن حبان (۱۵۹) ابن منبه (۱۵)

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (۱۷۹۲/۳)]

(۴) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۳۲۰/۱)]

زکوٰۃ کی ادائیگی پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے بیعت لی

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ﴾

”میں نے ان امور پر نبی کریم ﷺ کی بیعت لی: کہ میں نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا اور ہر مسلمان

کی خیر خواہی کروں گا۔“ (۱)

اگر کسی چیز میں فرضیت زکوٰۃ کا علم ہی نہ ہو

(ابن بازؒ) (اگر آپ کو علم نہیں تھا تو پھر جب بھی علم ہو جائے تو) آپ پر لازم ہے کہ سابقہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کریں اور آپ کی (فرضیت زکوٰۃ کے حکم سے) جہالت آپ سے زکوٰۃ کو سابقہ نہیں کرے گی کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت ایسا حکم ہے جو دین میں ضروری طور پر معلوم ہے اور یہ مسلمانوں پر مخفی بھی نہیں، نیز زکوٰۃ ارکان اسلام میں تیسرا رکن بھی ہے۔ لہذا آپ پر واجب ہے کہ فوراً سابقہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دیں۔ مزید یہ کہ تاخیر کے لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار بھی کریں۔ اللہ ہمیں آپ کو اور ہر مسلمان کو معاف فرمائے۔ (۲)



(۱) [بخاری (۱۴۰۱) کتاب الزکوٰۃ: باب البیعة علی إیتاء الزکوٰۃ، مسلم (۵۶) کتاب الایمان: باب بیان أن

الدين النصيحة، ترمذی (۱۹۲۵) کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی النصيحة، ابن حبان (۴۰۴۵)

طبرانی کبیر (۲۲۴۴)، (۲۲۴۵) بیہقی (۱۴۵/۸) احمد (۱۹۱۸۲) حمیدی (۷۹۵)]

(۲) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۲۳۹/۱۴)]

زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان

باب فضیلة الزكاة و فوائده

زکوٰۃ کی ادائیگی جنت میں لے جانے والا عمل ہے

(۱) حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ: مَالَهُ مَالَهُ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَرَبْتَ مَالَهُ، تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ﴾

”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ یہ آخر کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔ (تو یاد رکھو!) اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے اُس دیہاتی کو جنت میں داخلے کا یہ فارمولا بتایا تو اس نے کہا:

﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أُرِيدُ عَلَى هَذَا، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْظَرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا﴾

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان عملوں پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ پھیر گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جو جنت والوں میں سے ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ

(۱) [بخاری (۱۳۹۶) کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة، مسلم (۱۳) کتاب الإیمان: باب بیان الإیمان الذی یدخل بہ الجنة وأن من تمسک بما أمر بہ دخل الجنة، نسائی فی السنن الکبریٰ (۳۲۸/۱) ابن حبان (۳۲۴۵)، (۳۲۴۶)، طبرانی کبیر (۳۹۲۴)، (۳۹۲۵) شرح السنة للبیہقی (۸) ابن منده (۱۲۳)، (۱۲۴) احمد (۲۳۵۹۷)]

(۲) [بخاری (۱۳۹۷) کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة، مسلم (۱۴) کتاب الإیمان: باب بیان الإیمان الذی یدخل بہ الجنة وأن من تمسک بما أمر بہ دخل الجنة، احمد (۸۵۲۳) ابن منده (۱۲۸)]

﴿ اتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا حَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ ” وَأَقْدُوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ ” وَأَطِيعُوا
ذَا أَمَرَكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ ﴾

”اپنے رب سے ڈرو پانچ نمازیں ادا کرو ماہ رمضان کے روزے رکھو اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور میری
اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“ (۱)

زکوٰۃ و خیرات مال اور اجر و ثواب میں اضافے کا باعث ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ﴾ [الروم: ۳۹]

”جو کچھ تم صدقہ و زکوٰۃ اللہ کی رضا کے لیے دو تو یہی لوگ ہیں جو (اپنا مال اور اجر) ڈگنا کرنے والے ہیں۔“

صدقہ و زکوٰۃ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا
رَفَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى ﴾

”صدقہ کسی مال کو کم نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو کوئی
مخلص اللہ تعالیٰ کے لیے جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتے ہیں۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو بکرؓ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ ثَلَاثٌ أَقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاخْضَوْهُ، قَالَ: مَا نَقَصَ مَالٌ عَبْدًا مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا
ظَلَمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ ﴾

”تین باتوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کر لو۔ آپ ﷺ نے
فرمایا: صدقے سے بندے کے مال میں کمی نہیں آتی اور جس بندے پر بھی ظلم کیا گیا اور اس نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ

(۱) [صحیح: الصحیحة (۸۶۷) صحیح ترمذی، ترمذی (۶۱۶) کتاب الحمة: باب منه، مسند احمد (۲۵۱/۵) مستدرک حاکم (۹/۱) امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [مسلم (۲۵۸۸) کتاب البر والصلة والآداب: باب استحباب العفو والتواضع، ترمذی (۲۹) کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی التواضع، ابن خزيمة (۲۴۳۸) ابن خبان (۳۲۴۸) شرح السنة للبغوی

(۱۶۳۳) دارمی (۱۶۷۶) بیہقی (۱۸۷/۴) احمد (۷۲۱۰)]

اسے عزت و شرف میں مزید بڑھا دیں گے اور جس بندے نے بھی سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیں گے۔“ (۱)

زکوٰۃ مال کا شتر ختم کر دیتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَرَأَيْتَ إِنْ آدَى الرَّجُلُ زَكَاةَ مَالِهِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ آدَى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شُرُّهُ ﴾

”ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے اگر آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو یقیناً اس سے اس (مال) کا شر چلا گیا۔“
مستدرک حاکم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إِذَا أَذَيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ أَذْهَبَتْ عَنْكَ شُرُّهُ ﴾

”جب تو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے تو یقیناً تو نے خود سے اس کا شر دور کر دیا۔“ (۲)

زکوٰۃ اموال کی طہارت کا ذریعہ ہے

حضرت خالد بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ حَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : أَخْبِرْنِي قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ”وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ قَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا قَوْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الزَّكَاةُ ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ ”جَعَلَهَا اللَّهُ طَهْرًا لِلْأَمْوَالِ“ ﴾

”ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آپ رضی اللہ عنہما سے پوچھا مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتائیے ”جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ

(۱) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۸۶۹) کتاب الصدقات : باب الترغیب فی الصدقة والحث علیہا وما جاء فی جهد العقل ومن تصدق بما لا یحب] ترمذی (۲۳۲۵) کتاب الزہد : باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر [ابن ماجہ (۴۲۲۸)]

(۲) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۷۴۳) رواہ الطبرانی فی الأوسط کما فی مجمع الزوائد للہیثمی (۶۳/۳) ابن خزیمہ (۱۳/۴) حاکم (۳۹۰/۱)]

ندی تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوٰۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔“ (۱)

زکوٰۃ اموال کی حفاظت کا باعث ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿حَصَّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ﴾

”زکوٰۃ کے ذریعے اپنے اموال محفوظ کرو۔“ (۲)

زکوٰۃ ادا کرنے والا صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ مِنْ قُضَاعَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَصَلَّيْتُ الصَّلَاةَ الْحَمْسَ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَقُمْتُهُ "وَأَتَيْتُ الزَّكَاةَ" فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ وَالشَّهَدَاءِ﴾

”قضاء قبیلہ کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا بلاشبہ میں نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں نے پانچوں نمازیں ادا کیں اور رمضان کے روزے رکھے اور اس کا قیام کیا اور زکوٰۃ ادا کی۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص اسی عمل پر فوت ہوا وہ صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“ (۳)

ہر سال زکوٰۃ ادا کرنے والا ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے

حضرت عبد اللہ بن معاویہ قاضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ الْإِيمَانَ: مَنْ عَبَدَ اللَّهَ وَحْدَهُ، وَعَلِمَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،

(۱) [بخاری (۱۴۰۴) کتاب الزکاة: باب ما أدى زكاته فليس بكنز، ابن ماجه (۱۷۸۷) کتاب الزکاة: باب ما أدى زكاته ليس بكنز]

(۲) [حسن لغیره: صحيح الترغيب (۷۴۴) کتاب الصدقات: باب الترغيب في أداء الزکاة وتأکید وجوبها، بیہقی فی شعب الإيمان (۳۰۰۷)]

(۳) [صحیح: صحيح الترغيب (۷۴۹) کتاب الصدقات: باب الترغيب في أداء الزکاة وتأکید وجوبها، رواه البزار فی كشف الأستار (۴۵) بإسناد حسن، ابن حزيمة (۲۲۱۲) ابن حبان (۳۴۲۹)]

وَأُعْطِيَ زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ رَاهِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ ﴿

”جس شخص نے تین کام کیے اس نے یقیناً ایمان کا ذائقہ چکھ لیا: جس نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی اور یہ جان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور ہر سال دلی خوشی اور اس کی رغبت و تعاون کے ساتھ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی۔“ (۱)

زکوٰۃ و خیرات گناہوں کا کفارہ ہے

(1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْفِتْنَةِ ؟ قَالَ : قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهَا كَمَا قَالَ : قَالَ : إِنَّكَ عَلَيْهِ لَحَرِيءٌ فَكَيْفَ قَالَ ؟ قُلْتُ : فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَ وَلَدِهِ وَ جَارِهِ تُكْفَرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ لوگوں میں سے کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبی کریم ﷺ نے اس کو بیان فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اسے بیان کرنے کی جرات ہے تو (بتاؤ) آپ ﷺ نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ (آپ ﷺ نے فرمایا تھا):

”انسان کی آزمائش (یعنی فتنہ) اس کے خاندان، اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز، صدقہ اور اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا اس آزمائش کا کفارہ بن جاتی ہیں۔“ (۲)

(2) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ﴾

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۴۰۰) کتاب الزکاة: باب فی زکاة الساکمة، صحیح الترغیب (۷۵۰)]

کتاب الصدقات: باب الترغیب فی أداء الزکاة و تأکید و جوبہا، ابو داود (۱۵۸۲)]

(۲) [بخاری (۱۴۳۵) کتاب الزکاة: باب الصدقة تکفر الخطیئة، مسلم (۱۴۴) کتاب الإيمان: باب أن

الإسلام بدأ غریبا و سيعود كما غریبا وإنه يأرز بین المسحدين، ترمذی (۲۲۵۸) کتاب الفتن: باب ما

جاء فی النهی عن سب الریاح، ابن ماجه (۳۹۵۵) کتاب الفتن: باب ما یكون من الفتن، نسائی فی

السنن الکبری (۳۲۷/۱) طیب السی (۴۰۸) ابن حبان (۵۹۶۶) ابن أبی شیبہ (۱۵/۱۵) عبد الرزاق

(۲۰۷۵۲) طبرانی کبیر (۳۰۲۴) شرح السنة للبغوی (۴۲۱۸)]

”صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو مٹا دیتا ہے۔“ (۱)

صدقہ و خیرات سے رب کا غضب ختم ہو جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ﴾

”بلاشبہ صدقہ پروردگار کا غضب ختم کر دیتا ہے۔“ (۲)

صدقہ روزِ قیامت مومن پر سایہ کرے گا

مرحمہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی نے بتایا کہ انہوں نے رسول

اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا:

﴿إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ﴾

”بلاشبہ روزِ قیامت مومن پر اس کا صدقہ سایہ کرے گا۔“ (۳)



(۱) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۶۱۶) کتاب الإيمان: باب ما جاء فی حرمة الصلاة]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۱۹۰۸)]

(۳) [صحیح: هداية الرواة (۳۰/۲) احمد (۲۳۳/۴)]

مانع زکوٰۃ کے گناہ اور اس کے حکم کا بیان

باب اثم مانع الزكاة و حكمه

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو اس کے مال کا طوق پہنایا جائے گا

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ [آل عمران: ۱۸۰]

”جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں کجی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کجی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے۔“

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي عُنُقِهِ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ ”وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ“﴾

”جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی گردن میں (اس کے مال کو) سانپ بنادیں گے پھر آپ ﷺ نے ہم پر کتاب اللہ سے اس کا مصداق تلاوت کیا کہ ”جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں کجی کو (اپنے لیے بہتر) ہرگز خیال نہ کریں۔“ (۱)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَيْبَتَانِ يَطْوِفُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ﴾

”جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا لیکن اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا وہ اس کے دونوں جبرؤں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ (۲)

(۱) [حسن صحیح: ہدایۃ الرواۃ (۲/۲۵۴) ترمذی (۳۰۱۲) کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ آل

عمران، ابن ماجہ (۱۷۸۴) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی منع الزکاة، نسائی (۱۱/۵)]

(۲) [بخاری (۱۴۰۳) کتاب الزکاة: باب اثم مانع الزکاة، نسائی (۲۴۸۴) کتاب الزکاة: باب مانع زکاة

مالہ، احمد (۹۹۵۱) مؤطا (۵۳۰) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی الكنز]

مانع زکوٰۃ کو روز قیامت اُسی کے خزانے سے داغا جائے گا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ تَتَكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ [التوبة: ۳۴-۳۵]

”جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے کہ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں، اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔“

زکوٰۃ روک لینا علامت کفر و شرک اور موجب ہلاکت ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝﴾

[حم السجدة: ۶-۷]

”اُن مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَىٰ بَدَا لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَتْلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْ كَسَنَ وَجِلْدَ حَسَنٍ قَدْ قَدِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ فَأُعْطِيَ لَوْ كَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ: أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْإِبِلُ أَوْ قَالَ الْبَقَرُ، هُوَ شَكٌّ فِي ذَلِكَ إِنَّ الْأَبْرَصَ وَالْأَقْرَعَ قَالَ أَخَذَهُمَا: الْإِبِلُ، وَقَالَ الْآخَرُ: الْبَقَرُ، فَأُعْطِيَ نَاقَةً عَشْرَاءَ، وَآتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هَذَا قَدْ قَدِرَنِي النَّاسُ، قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ، وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ، قَالَ: فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا، وَقَالَ يُبَارِكُ لَكَ فِيهَا، وَآتَى الْأَعْمَى فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: يَرُدُّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصْرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ، قَالَ: فَمَسَحَهُ، فَرَدَّ اللَّهُ بَصَرَهُ، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ

أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْعَنَمُ، فَأَعْطَاهُ شَاةَ الْوَدَا، فَأَتَتْجَ هَذَانِ وَلَدَ هَذَا، فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ إِبِلٍ وَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ بَقَرٍ وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْعَنَمِ،

ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَ هَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مُسْكِنٌ تَقَطَّعَتْ بِهِ الْجِبَالُ فِي سَفَرِهِ فَلَا بَلَاعَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بَكَ، أَسْأَلُكَ - بِالَّذِي أُعْطَاكَ اللَّوْنُ الْحَسَنَ وَ الْجِلْدَ الْحَسَنَ وَ الْمَالَ - بَعِيرًا أَتَبْلُغُ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي، فَقَالَ لَهُ: إِنَّ الْحَقُوقَ كَثِيرَةٌ، فَقَالَ لَهُ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْدُرُكَ النَّاسُ، فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللَّهُ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ، وَ أَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَ هَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا، فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هَذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ، وَ أَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ فَقَالَ: رَجُلٌ مُسْكِنٌ وَ ابْنُ سَبِيلٍ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِ الْجِبَالُ فِي سَفَرِهِ، فَلَا بَلَاعَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بَكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصْرَكَ شَاةَ أَتَبْلُغُ بِهَا فِي سَفَرِي، فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللَّهُ بَصْرِي وَ قَفِيرًا فَقَدْ أَغْنَانِي فَحَدُّ مَا شِئْتُ فَوَ اللَّهُ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلَّهِ، فَقَالَ: أُمْسِكْ مَا لَكَ فَإِنَّمَا ابْتَلَيْتُمُ، فَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَ سَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ ﴿

”بنی اسرائیل میں تین شخص تھے (1) کوڑھی (2) اندھا (3) اور گنجا، اللہ تعالیٰ نے انہیں آ زمانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ اس نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اچھا رنگ اور خوبصورت جلد کیونکہ لوگ مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی وہ بیماری دور ہو گئی، اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور جلد بھی۔ فرشتے نے پوچھا تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ یا کہا گائے۔ ”راوی کو شک ہے کہ کوڑھی اور گنجنے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔“ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دے دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجنے کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اچھے بال اور یہ عیب مجھ سے دور ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا وہ عیب ختم ہو گیا اور اس کے بدلے اچھے بال آ گئے۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ پھر فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت لوٹا دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں کے جانوروں کے بچے پیدا ہوئے حتیٰ کہ کوڑھی کے اُونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجنے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔

پھر فرشتہ اپنی پہلی شکل میں دوبارہ کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نہایت مسکین آدمی ہوں، سفر میں میرا مال و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں لیکن میں تم سے اُسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا، ایک اُونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر پورا ہو جائے۔ اس نے فرشتے سے کہا میرے ذمے اور بہت سے حقوق ہیں، فرشتے نے کہا گویا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھی کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے، تم ایک فقیر آدمی تھے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے، فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

پھر فرشتہ گنجنے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس اپنی پہلی صورت میں آیا اور کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان و اسباب ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں۔ میں تم سے اُس ذات کے واسطے سے جس نے تمہیں تمہاری بصارت واپس دی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے اپنا سفر پورا کر سکوں۔ اندھے نے جواب میں کہا کہ یقیناً میں ایک اندھا آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بصارت عطا فرمائی اور واقعاً میں فقیر و مسکین تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہتے ہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم! آج میں تمہیں اس چیز سے نہیں روکوں گا جسے تم اللہ کے لیے لینا چاہو گے۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو بلاشبہ یہ تو صرف تم لوگوں کی آزمائش تھی اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۳۴۶۴) کتاب أحادیث الأنبياء: باب ما ذكر عن بني إسرائيل، مسلم (۲۹۶۴) کتاب الزهد

والرقائق: باب، ابن حبان (۳۱۴) بیہقی (۲۱۹/۷) تحفة الأشراف (۱۳۶۰۲)]

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے ملعون ہیں

(۱) مسروقؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿اَكَلِ الرَّبَاَ وَ مُوَكِّلَهُ وَ شَاهِدَاهُ إِذَا عَلِمَاهُ، وَ الْوَائِشَةَ وَ الْمُتَوَشِّمَةَ، وَ لَا وِى الصَّدَقَةِ، مَلْعُونُونَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

”سود کھانے والا، اس کا کھلانے والا، اس کے دونوں گواہ جبکہ انہیں اس کا علم ہو، بال گوندھنے والی، بال گندوانے والی اور صدقہ و زکوٰۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والا..... زبانِ محمد کے مطابق روزِ قیامت ملعون ہوں گے۔“ (۱)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَكِلَ الرَّبَاَ وَ مُوَكِّلَهُ وَ شَاهِدَاهُ وَ كَاتِبَهُ وَ الْوَائِشَةَ وَ الْمُتَوَشِّمَةَ وَ مَنَاعَ الصَّدَقَةِ وَ الْمُحَلَّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهُ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، اس کے کھلانے والے، اس کے دونوں گواہوں پر، بال گوندھنے اور گندوانے والی عورت پر، صدقہ و زکوٰۃ روکنے والے، حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے (سب افراد) پر لعنت فرمائی ہے۔“ (۲)

زکوٰۃ روکنے والے کا عبرتناک انجام

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ وَ لَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيَكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَ جَبِينُهُ وَ ظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ: إِمَّا إِلَى الْحَنَّةِ وَ إِمَّا إِلَى النَّارِ،

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ إِبِلٌ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا - وَ مِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ

(۱) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۷۵۷) کتاب الصدقات: باب الترهیب من منع الزکوٰۃ وما جاء فی زکوٰۃ

الحلی، ابن خزیمہ (۹/۴) احمد (۴۰۲-۳۹۳/۱) ابن حبان فی صحیحہ (۳۲۴۱)]

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۷۵۸) کتاب الصدقات: باب الترهیب من منع الزکوٰۃ وما جاء فی زکوٰۃ

الحلی، رواہ الأصبهانی]

وَرُدَّهَا - إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُطَبَّحُ لَهُ بِقَاعٍ قَرَقَرٍ أَوْ فَرٍّ مَا كَانَتْ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاجِدًا، تَطَّاهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعْضُهُ بِأَفْوَاهِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أَوْ لَهَا رُدٌّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ: إِمَّا إِلَى الْحَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ،

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ وَلَا صَاحِبَ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُودَّى مِنْهَا حَقُّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُطَبَّحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرَقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءٌ وَلَا جَلْحَاءٌ وَلَا عُضْبَاءٌ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَطَّاهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أَوْ لَهَا رُدٌّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ: إِمَّا إِلَى الْحَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ،

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وَزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَطَاعَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوْ الرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٌ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيلُهَا فَاسْتَبَتْ شَرْفًا أَوْ شَرْفَيْنِ، كَانَتْ أَثَارُهَا وَأَزْوَانُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يَرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا، كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ، وَأَمَّا الَّذِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغْنِيًا وَتَعَفُّفًا، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظَهْرُهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وَزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِبَاءً وَنَوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وَزْرٌ،

وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمْرِ؟ فَقَالَ: مَا أَنْزَلَ عَلَى فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْفَادَةُ الْحَامِيَةَ "فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ" ﴿

”جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے لیے سونے چاندی کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کیا جائے گا پھر ان پتروں سے اس کے پہلوؤں، اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔ پچاس ہزار سال کے دن میں بندوں میں فیصلے ہونے تک جب بھی ان پتروں کو (اس کے بدن سے) دوزخ کی جانب پھیرا جائے گا اس کو اس (کے جسم) کی طرف (تسلل کے ساتھ) لوٹانے کا عمل جاری رہے گا، یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! اونٹوں کا (حکم) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اونٹوں والا اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا جب کہ اونٹوں کے بارے میں یہ حق بھی (مستحب) ہے کہ جس دن ان کو پانی پلانے

کے لیے لے جایا جائے ان کا دودھ دھو کر (فقراء و مساکین میں) تقسیم کیا جائے تو جب قیامت کا دن ہوگا تو زکوٰۃ نہ دینے والے اذنوں کے مالک کو (چہرے کے بل) اذنوں کے (پامال کرنے کے) لیے چٹیل کھلے میدان میں گرادیا جائے گا، اونٹ پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور کثیر تعداد میں ہوں گے ان میں سے کوئی بچہ بھی غائب نہیں ہوگا چنانچہ اونٹ اپنے مالک کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اپنے دانٹوں کے ساتھ کاٹیں گے جب اس پر سے پہلا دستہ گزر جائے گا تو پھر اس پر سے دوسرا دستہ گزرے گا (یہ تسلسل اس روز تک قائم رہے گا) جس کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص اپنے مقام کو ملاحظہ کرے گا کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! گائے اور بکریوں کا کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گائے بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کو ان کے لیے چٹیل وسیع میدان میں (منہ کے بل) گرایا جائے گا۔ جانوروں میں سے کوئی جانور غائب نہیں ہوگا ان میں خم دار سینگوں والا، بغیر سینگوں والا اور ٹوٹے ہوئے سینگوں والا کوئی جانور نہ ہوگا۔ جانور اس کو سینگ ماریں گے اور کھروں کے ساتھ اسے پامال کریں گے جب اس پر پہلا دستہ گزر جائے گا تو اس پر آخری دستہ (اس روز تک تسلسل کے ساتھ) گزرتا رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ انسانوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو ہر شخص اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا کہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! گھوڑوں کے بارے میں کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں۔ کسی شخص کے لیے گھوڑے وبال ہوں گے جبکہ بعض لوگوں کے لیے پردہ ہوں گے اور بعض کے لیے (باعث) ثواب ہوں گے۔ اُس شخص کے لیے وبال ہیں جس نے ان کو ریا، فخر اور مسلمانوں کی عداوت کے لیے باندھا ہوا ہے اور اُس شخص کے لیے پردہ ہوں گے جس نے ان کو فی سبیل اللہ رکھا ہوا ہے نیز ان کی پیٹھ اور ان کی گردنوں میں جو حقوق ہیں وہ ان کی ادائیگی میں غفلت نہیں کرتا اور اُس شخص کے لیے باعث اجر و ثواب ہیں جس نے ان کو اہل اسلام کے لیے فی سبیل اللہ چراگاہ اور باغیچے میں رکھا ہوا ہے وہ وہاں سے جو کچھ بھی چرتے ہیں تو ان کے مالک کے لیے اس کے برابر نیکیاں ثبت ہوتی ہیں اور ان کے گوبر اور پیشاب کے برابر نیکیاں ثبت ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی رسی کو توڑ کر جب کسی ایک نیلے یا دھیلوں پر قوت کے ساتھ چلتے ہیں تو ان کے قدموں کے نشانات اور ان کا گوبر نیکیوں کی شکل میں تحریر ہوتا ہے اور جب بھی ان کا مالک ان کو لے کر کسی نہر کے پاس سے گزرتا ہے اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں حالانکہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہیں ہے تو جس قدر انہوں نے پانی پیا اس کے برابر نیکیاں ثبت ہوتی ہیں۔

پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! ”گدھوں کے بارے میں کیا (حکم) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، گدھوں کے بارے میں مجھ پر اس ایک جامع آیت کے سوا کچھ نازل نہیں ہوا (جس کا ترجمہ یہ ہے) ”جس شخص نے ذرہ بھرنیک عمل کیا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ بھر برا عمل کیا وہ اس کو دیکھ لے گا۔“ (۱)

زکوٰۃ روکنے والوں کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْعُ الزَّكَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ﴾

”زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا روز قیامت آگ میں ہوگا۔“ (۲)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ﴾

”جن لوگوں نے اپنے اموال کی زکوٰۃ روک لی ان کے لیے آسمان سے بارش روک دی گئی۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حَبَسَ عَنْهُمْ الْقَطْرُ﴾

”جنہوں نے زکوٰۃ روک لی ان سے بارش روک دی گئی۔“ (۴)

(۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مَنَعَ قَوْمَ الزَّكَاةِ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللَّهُ بِالسِّنِينَ﴾

(۱) [مسلم (۹۸۷) کتاب الزکاة : باب إثم مانع الزکاة، أبو داود (۱۶۵۸) أحمد (۱۶۲/۲) عبد الرزاق

(۶۸۵۸) ابن عزيمة (۲۲۵۲) ابن حبان (۳۲۵۳) بیہقی (۱۸/۴) شرح السنة (۳۱۱/۳)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۵۸۰۷) صحیح الترغیب والترہیب (۷۶۲) کتاب الصدقات :

باب الترہیب من منع الزکاة وما جاء فی زکاة الحلی، طبرانی صغیر (۵۸/۱)]

(۳) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (۷۶۴) کتاب الصدقات : باب الترہیب من منع الزکاة وما جاء فی

زکاة الحلی]

(۴) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۷۶۵) کتاب الصدقات : باب الترہیب من منع الزکاة وما جاء فی

زکاة الحلی، رواہ الطبرانی فی الکبیر]

”زکوٰۃ روکنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قحط سالی سے دوچار کر دیتے ہیں۔“ (۱)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف قتال کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿لَمَّا تُوْفِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَفَرُ مِنْ كُفَرِ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنْهُ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ،

فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا أُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا كَانُوا يُؤْذُونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا،

قَالَ عُمَرُ: فَوَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

”جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا لہذا جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس فرمان کی موجودگی میں آپ کیسے لڑائی کر سکتے ہیں کہ ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص یہ شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا سوائے اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ہر اُس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق ڈالے گا (مراد یہ ہے کہ نماز ادا کرے لیکن زکوٰۃ ادا نہ کرے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے زکوٰۃ میں بکری کے چار ماہ کے بچے کو بھی دینے سے انکار کیا جسے یہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول

(۱) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۷۶۳) کتاب الصدقات: باب الترهیب من منع الزکوٰۃ وما جاء فی

زکوٰۃ الحلّی، رواہ الطبرانی فی الأوسط، مستدرک حاکم (۱۲۶/۲) بیہقی فی السنن الکبری (۳۴۶/۳)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

دیا تھا اور پھر میں نے بھی جان لیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔“ (۱)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کا کہنا تھا کہ زکوٰۃ لینا صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ﴾
[التوبة: ۱۰۳] ”آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیجیے جس کے ذریعے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجیے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔“

اور تطہیر تزکیہ اور دعا جو پیغمبر کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس دُوراز کار تاویل کی تردید کی اور ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

(شیخ وہبہ زحیلی) صحابہ کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ روکنے والے کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ (۲)
(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ہر اُس گروہ کے خلاف جو زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرکشی کرتا ہے اسلام نے تلواریں سونپا دی ہیں اور اعلان جنگ کرنا واجب قرار دیا ہے۔ (۳)

اسلامی حکمران زبردستی بھی زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے اور جرمانہ بھی ڈال سکتا ہے

جیسا کہ بھڑ بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَعْطَاهَا مُوْتَجِرًا بِهَا فَلَهُ أَجْرُهَا وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُونَ بِهَا وَشَطْرَ مَالِهِ ﴾

”جو شخص حصولِ ثواب کی نیت سے زکوٰۃ ادا کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور جس نے زکوٰۃ روک لی تو

ہم زبردستی زکوٰۃ وصول کریں گے اور اس کا مزید کچھ مال بھی (جرمانے کے طور پر ضبط کر لیں گے)۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۳۹۹)، (۱۴۰۰) کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة، مسلم (۲۰) کتاب الإیمان: باب الأمر

بقتال الناس حتی یقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله ویقیموا الصلاة، ابو داود (۱۵۵۶) کتاب الزکاة

: باب، ترمذی (۲۶۰۷) کتاب الإیمان: باب ما جاء أمرت أقاتل الناس حتی یقولوا لا إله إلا الله، نسائی

(۲۴۴۲)، (۳۰۹۲) عبد الرزاق (۱۸۷۱۸) ابن حبان (۲۱۶) ابن منده (۲۴) بیہقی فی السنن الکبریٰ

(۴/۷) تحفة الأشراف (۱۰۶۶۶)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۳۴/۲)]

(۳) [فقه الزکاة (۷۸/۱)]

(۴) [حسن: صحيح أبو داود (۱۳۹۳) کتاب الزکاة: باب زکاة السائمة، أبو داود (۱۵۷۵) نسائی

(۲۴۴۴) عبد الرزاق (۶۸۲۴) أحمد (۲/۵) ابن أبی شیبہ (۱۳۲/۳) دارمی (۳۹۶/۱) ابن جریر

(۱۸/۴) ابن الحارود (۳۴۱) حاکم (۳۹۸/۱) بیہقی (۱۰۵/۴) طبرانی (۹۸۴) امام حاکم نے اس حدیث

کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ زبردستی زکوٰۃ وصول کر لے جبکہ مال کا مالک (زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ازخود) رضا مند نہ ہو رہا ہو۔ (۱)

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(شیخ سلیم الہدالی) جو شخص زکوٰۃ کے وجوب کا اعتراف کرتے ہوئے زکوٰۃ روک لے تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے اور اس سے اس کا نصف مال بھی لے سکتا ہے۔ (۳)

فرضیت زکوٰۃ کا انکار کرنے والے کا حکم

(نوویؒ) جب کوئی زکوٰۃ کی ادائیگی سے اُس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے رک جائے تو اگر وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن پر حکم زکوٰۃ مخفی رہ سکتا ہے مثلاً نئے نئے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے یا اس لیے کہ وہ کہیں دور دیہات میں پیدا ہوا یا کسی اور وجہ سے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اسے وجوب زکوٰۃ کی پہچان کرائی جائے گی اور اس سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی لیکن پھر اگر وہ اس کے بعد بھی اس کا انکار کر دے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اور اگر وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن پر یہ مسئلہ مخفی نہیں رہ سکتا مثلاً وہ ایسا مسلمان ہے جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے تو وہ اس کے انکار کے ساتھ کافر ہو جائے گا اور اُس پر مرتدین کے احکام یعنی توبہ کرانا اور قتل وغیرہ جاری ہوں گے کیونکہ زکوٰۃ کا وجوب دین الہی سے ضروری طور پر معلوم ہے پس جس نے اس کے وجوب کا انکار کیا تو یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا لہذا اُس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (۴)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(شیخ عبد اللہ بن باسالم) جس نے زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کیا اُس نے کفر کیا۔ (۶)

(۱) [نبیل الأوطار (۷۶/۳)]

(۲) [الام للشافعی (۹۳/۲) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: شرح المہذب (۳۰۴/۵) المغنی لابن قدامة (۷/۴) کشاف القناع (۲۵۶/۲) سبل السلام (۱۷۱/۲) حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر (۵۰۳/۱)]

[شرح الخرشبی (۲۲۶/۲)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۶۲/۲)]

(۴) [المجموع للنووی (۳۳۴/۵)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۵۷۳/۲)]

(۶) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۲۸۲/۳)]

(شیخ وہبہ زحیلی) جس نے فرضیت زکوٰۃ کا انکار کیا اور وہ بلاد اسلام میں اہل علم کے درمیان تھا تو کافر و مرتد ہو گیا اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے اور اس سے تین مرتبہ توبہ طلب کی جائے گی اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور جس نے جہالت کی بنا پر زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کیا یا تو نئے نئے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے یا پھر اس لیے کہ وہ مشرعوں سے دور کسی دیہات میں پیدا ہوا تو اسے زکوٰۃ کے وجوب کی پہچان کرائی جائے گی اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ وہ معذور ہے۔ (۱)

(شیخ ابن عثیمین) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) علماء نے یہ مقرر کیا ہے کہ جس نے زکوٰۃ کا انکار کیا اور اس کے وجوب کو تسلیم نہ کیا تو اس نے کفر کیا اور وہ اسلام سے یوں نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ (۳)

(شیخ سلیم الہمالی) جو شخص زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے زکوٰۃ روک لے تو حاکم وقت اس سے قتال کرنے کا مجاز ہے۔ (۴)

(ڈاکٹر عائض القرنی) زکوٰۃ روکنے والے سے قتال کیا جائے گا۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے پس جس نے اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑا اور پھر اسی پر مصر رہا تو اس نے کفر کیا نہ تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ صرف بخل کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ کرے اور وہ اس کے وجوب کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب اور فاسق ہے اسے کافر قرار نہیں دیا جاسکتا اگر وہ اسی حال میں فوت ہو جائے تو اسے غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی اور روز قیامت اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔ (۶)



(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۳/۲)]

(۲) [مجموع فتاویٰ لابن عثیمین (۱۴/۱۸)]

(۳) [فقه الزکاة (۸۵/۱)]

(۴) [موسوعة المناهی الشرعية (۶۳/۲)]

(۵) [فقه الدلیل للدکتور عائض القرنی (ص ۲۰۰)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۱۸۴/۹)]

جس پر زکوٰۃ واجب ہے

باب من تجب عليه الزكاة

ہر مسلمان آزاد اور مالکِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے

مسلمان ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ غیر مسلم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جثنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہاں لوگوں کو پہلے کلمہ شہادت کہنے کی تلقین کریں اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں پانچ نمازوں کا حکم دیں اور اگر وہ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں زکوٰۃ کا حکم دیں۔ اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا عَلَى الْيَمَنِ قَالَ: إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلُ كِتَابٍ "فَلْتَكُنْ أَوَّلُ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ" فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صُلُوبَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَلِذَا فَعَلُوا الصَّلَاةَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تَأْخُذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ﴿

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جثنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت (یعنی کلمہ شہادتین کہنے) کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اسے بھی ادا کریں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔“ (۱)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں فرائض کا مطالبہ صرف اسلام کے بعد ہی درست ہے۔

- (۱) [بخاری (۱۴۵۸) کتاب الزکاة: باب لا تؤخذ كرائم أموال الناس في الصدقة، مسلم (۱۹) کتاب الإیمان: باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، أبو داود (۱۵۸۴) کتاب الزکاة: باب في زکاة السالعة، ترمذی (۶۲۵) کتاب الزکاة: باب ما جاء في كراهية أخذ خیار المال في الصدقة، نسائی (۵۱۲) ابن ماجہ (۱۷۸۳) کتاب الزکاة: باب فرض الزکاة، أحمد (۲۳۳/۱) دارمی (۱۶۱۴) دارقطنی (۱۳۵/۲) طبرانی کبیر (۱۲۲۰۷) بیہقی (۹۶/۴)]

(نوٹی) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

اس بات کی مزید تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں واضح طور پر لفظ ”مومنین“ مذکور ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي صَدَقَةِ النَّسَارِ - أَوْ مَالِ الْعِقَارِ - عَشْرُ مِائَةِ مِائَةٍ وَمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَ عَلَى مَا يُسْقَى بِالْعَرَبِ نِصْفُ الْعَشْرِ﴾

”مومنین پر پھلوں کے صدقے میں یا مالِ عقار (یعنی زمینی مال مثلاً پھل، بنزیاں اور دیگر کھیتیاں وغیرہ) میں عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ ہے جبکہ اُس زمین کو چشمہ یا آسانی بارش سیراب کرے اور جسے بڑے ڈھول کے ذریعے سیراب کیا جائے اُس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔“ (۲)

مزید برآں مندرجہ ذیل آیت بھی ظاہری طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ صرف مومنین سے ہی وصول کی جائے گی:

﴿عُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ﴾

[التوبة: ۱۰۳]

”آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیجئے جس کے ذریعے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔“

اس آیت میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے انہیں پاک صاف کریں اور مشرکین کیسے پاک صاف ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ابھی شرک و ضلالت کی گندگی میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ نیز اس آیت میں آپ ﷺ کو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے دعا کرنے کا بھی حکم ہے حالانکہ کفار کے لیے دعا کرنے سے آپ کو منع کیا گیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے وصول کی جائے گی غیر مسلموں سے نہیں۔

(شیخ حسین بن عودہ) یقیناً جو بھی سیرتِ نبویؐ تاریخِ خلفائے راشدین اور دیگر مسلمان خلفاء اور بادشاہوں کے حالات کا مطالعہ کرے گا اسے لازمی طور پر یہ علم ہو جائے گا کہ وہ سب غیر مسلم ہم وطنوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کرتے تھے بلکہ صرف ان سے جزیہ لیتے تھے جیسا کہ اس پر کتاب و سنت میں نص موجود ہے۔ (۳)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۸/۲)]

(۲) [السلسلة الصحيحة (۱۴۲) رواہ ابن ابی شیبہ]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۸/۳)]

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) علمائے اسلام نے اجماع کیا ہے کہ بلاشبہ زکوٰۃ مسلمان بالغ عاقل آزاد اور نصاب کے مالک پر واجب ہے۔ نیز مسلمانوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ فریضہ زکوٰۃ غیر مسلم پر لازم نہیں ہوتا۔ اگرچہ کفار اور غیر مسلم بھی تمام احکامات کے مخاطب ہیں لیکن ان سے زکوٰۃ کا مطالبہ اس لیے نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ فردی مسائل کے مکلف ہونے سے پہلے اسلام لانے کے مکلف ہیں۔ (۱)

(ابن حزمؒ) ان کی معروف کتاب ”المحلی“ میں ہے کہ ”کافر سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔“ اس کے بعد رقمطراز ہیں کہ ”ابو محمد نے کہا کہ زکوٰۃ اس (یعنی کافر) پر بھی واجب ہے اور اسے زکوٰۃ روکنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے مگر یہ اس سے اُس وقت تک کفایت نہیں کرتی جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائے..... (ان کا مستدل یہ آیت ہے) ﴿وَوَيْلٌ لِلْمُصْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ﴾ [حم السجدة: ۶-۷] ”اُن مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔“ (۲)

(شوکانیؒ) لزوم زکوٰۃ کے لیے اسلام کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) زکوٰۃ صرف آزاد مسلمانوں پر فرض ہے۔ آزاد ہونا اس لیے لازم ہے کیونکہ غلام مکمل مالک نہیں ہوتا اور جب تک کوئی شخص مالک ہی نہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو سکتی۔..... رہی بات کافر کی تو اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (۴)

(سید سابقؒ) مسلمان آزاد اور مالک نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۵)

(شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) غلام کے مال کی زکوٰۃ اس کے مالک پر لازم ہے۔ (۶)

کیا فرضیت زکوٰۃ کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے؟

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) یتیم، نابالغ بچے اور مجنون کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام

(۱) [فقہ الزکاة (۹۵/۱)]

(۲) [المحلی بالآثار (۳/۴)]

(۳) [السبل الحرار (۷۳۷/۱)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی (۶۹/۴) المجموع (۳۲۶/۵) رد المختار (۵/۲) بدایۃ المجتہد

(۲۰۹/۱)]

(۵) [فقہ السنۃ (۳۱۴/۱)]

(۶) [المحلی بالآثار (۴/۴)]

عطاء، امام جابر بن زید، امام مجاہد، امام ابن سیرین، امام حسن بن حی، امام لیث بن سعد، امام ابو ثور اور ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔

(ابو حنیفہ، ثوری) ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض نہیں مگر صرف ان کے پھلوں اور ان کی کھیتوں میں عشر واجب ہے۔ امام اوزاعی، امام ابو وائل، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن مسیب، حضرت سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ (امام ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ ہمیں علم نہیں کہ کوئی بھی ان سے پہلے اس تقسیم کا قائل ہو اور امام ابن عبد البرؒ قطرازی ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے۔) (۱)

جن حضرات نے عقل و بلوغ کی شرط لگائی ہے اُن کا کہنا ہے کہ یہ شرط اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ فاتر العقل اور نابالغ پر شرعی احکام کا نفاذ نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْغُلَامِ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَحْنُونِ حَتَّى يُفَيَّقَ﴾

”تین آدمیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا: سونے والے کا تا وہ قیظ نہ ہو، بیدار ہو جائے، بچے کا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور پاگل کا حتیٰ کہ اسے افاق ہو جائے۔“ (۲)

اور ان حضرات کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اور عبادت نیت کے بغیر درست نہیں ہوتی اور بچے اور مجنون سے نیت تحقق نہیں ہو سکتی لہذا ان دونوں پر زکوٰۃ سمیت کوئی عبادت بھی واجب نہیں، نیت ساقط ہونے کی وجہ سے جب ان سے نماز ساقط ہو جاتی ہے تو اس علت کی وجہ سے زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی۔

(راجح) یتیم، نابالغ بچے اور فاتر العقل شخص کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور وہ کسی کے چھوٹے یا فاتر العقل ہونے سے ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ﴾ [التوبة: ۱۰۳]

(۱) [الام للشافعی (۳۵/۲) شرح المہذب (۳۰۰/۵) الحاوی (۱۵۲/۳) روضة الطالبین (۳/۲) کشاف

القناع (۱۶۹/۲) سبل السلام (۱۸۳/۲) الاستذکار لابن عبد البر (۱۵۶/۳)]

(۲) [أحمد (۱۴۴/۶) أبو داود (۴۳۹۸) کتاب الحدود: باب فی المحنون یسرق أو یصیب حدا، ابن ماجہ

(۲۰۴۱) کتاب الطلاق: باب طلاق المعتوه والصغیر والنائم، نسائی (۱۵۶/۶) دارمی (۱۷۱/۲) ابن

الحارود (۱۴۸)]

”ان کے مالوں سے آپ زکوٰۃ لیجیے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔“

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

((بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ))

”مال کو اس کے حق میں خرچ کرنے کا بیان۔“

اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْلَطَهُ عَلَى هَلَكِيهِ فِي الْحَقِّ ﴾

”حسد (یعنی رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ

تعالیٰ نے مال دیا اور اسے حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔“ (۱)

چونکہ مقصود غرباء و مساکین کا فائدہ کرنا ہے لہذا مال کسی کا بھی ہو اس سے ان کا حق نکالنا لازم ہے۔ ایک

حدیث میں ہے کہ ﴿ تَوَخَّذْ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ ﴾ جس سے معلوم ہوا کہ اغنیاء سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ اب یہ لفظ عام

ہے اس میں نابالغ اور بالغ دونوں شامل ہیں اسی طرح عظمند اور مجنون بھی شامل ہیں۔ اس لیے ان کے مال میں بھی

زکوٰۃ واجب ہے جبکہ اس کی ادائیگی ان کے اولیاء پر ہوگی اور ان کی طرف سے نیت بھی درست ہوگی۔

(شوکانیؒ) دلائل کے عموم کی وجہ سے مالدار بچے اور مجنون پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ (۲)

(ابن عبدالبرؒ) نابالغ بچے اور مجنون کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے یہ نماز کی طرح نہیں

ہے (کیونکہ) وہ بدن کا حق ہے لہذا زکوٰۃ اُس پر بھی واجب ہے جس پر نماز فرض ہے اور اُس پر بھی جس پر

نماز فرض نہیں۔ (۳)

(ابن حزمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

(۱) [بخاری (۱۴۰۹) کتاب الزکاة، مسلم (۸۱۵) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل من يقوم

بالقرآن ويعلمه من فقهه أو غيره فعمل بها وعلمها، ابن ماجة (۴۲۰۹) کتاب الزهد: باب الحسد، ترمذی

(۱۹۳۶) کتاب البر والصلة: باب ما جاء في الحسد، حمیدی (۶۱۷) ابن حبان (۱۲۵) أبو یعلیٰ

(۵۴۱۷) ابن أبی شیبہ (۵۵۷/۱۰) شرح السنة للبخاری (۳۵۳۷) بیہقی (۱۸۸/۴)

(۲) [نیل الأوطار (۶۸/۳) ۶۹]

(۳) الامتدکار لابن عبد البر (۱۵۶/۳)

(۴) [المحلی بالآثار (۵۰/۴)]

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) کسی بھی صحابی سے صحیح سند کے ساتھ بچے کے مال میں عدم زکوٰۃ کا قول ثابت نہیں۔ (۲)

(سید سابقؒ) بچے اور محنتوں کے ولی پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں کی طرف سے ان کے مال سے زکوٰۃ ادا کرے جبکہ وہ مال نصاب کو پہنچتا ہو۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) بچے اور محنتوں کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ ایسا حق ہے جس کا تعلق مال سے ہے اور یہ حق چھوٹی عمر اور پاگل پن سے ساقط نہیں ہوتا۔ (۴)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(ڈاکٹر عائض القرنی) بچے اور پاگل کے مال سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ (۶)

(سعودی مجلس افتاء) یتیم بچوں اور پاگلوں کے اموال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۷)

(شیخ ابن جبرین) بڑے کی طرح بچے کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ (۸)

تاہم نابالغ کے مال میں وجوب زکوٰۃ کی جو واضح روایات ہیں وہ ضعیف ہیں:

(۱) ایک روایت میں ہے کہ

﴿مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا فَلْيَتَحَرَّلْهُ وَلَا يَتْرُكْهُ تَأْكُلْهُ الصَّدَقَةُ﴾

”جو شخص کسی یتیم کا والی بنے وہ اس کے مال سے تجارت کرے اور اسے ایسے ہی نہ چھوڑے کہ اسے زکوٰۃ

ختم کر دے۔“ (۹)

(۲) اور ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

(۱) [المغنی (۶۹/۴)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۱۵۰/۲)]

(۳) [فقه السنة (۳۱۵/۱)]

(۴) [فقه الزکاة (۱۱۹/۱)]

(۵) [الملخص الفقہی للدکتور صالح بن فوزان (۳۵۶/۱)]

(۶) [فقه الدلیل للدکتور عائض القرنی (ص ۲۰۰)]

(۷) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۴۱۰/۹)]

(۸) [فتاویٰ اسلامیة (۷۲/۲)]

(۹) [ضعیف: إرواء الغلیل (۷۸۸) ترمذی (۶۴۱) دارقطنی (۱۰۹/۲) بیہقی (۱۰۷/۴)] اس کی سند میں شی بن

صباح راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (۱۹/۶)]

﴿ اِبْتَغُوا فِيْ اَمْوَالِ الْيَتَامَى لَا تَاْكُلْهَا الصَّدَقَةُ ﴾

”یتیموں کے اموال کو تجارت میں صرف کرو کہیں زکوٰۃ انہیں ختم نہ کر دے۔“ (۱)

کیا مقروض شخص پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(سید سابق) ”جس کے ہاتھ میں کوئی مال ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ وہ مقروض ہو تو اتنا مال الگ کر لے جو اس کے قرض کے لیے کافی ہو اور باقی مال کی زکوٰۃ ادا کر دے بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اور اگر وہ نصاب تک نہ پہنچے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس حالت میں وہ شخص فقیر ہے اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ

﴿ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرٍ غَنَى ﴾

”صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔“ (۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تَوَخَّذْ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتَرُدُّ عَلَىٰ فَقَرَائِهِمْ ﴾

”زکوٰۃ ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹادی جائے گی۔“

نیز اس قرض میں یہ چیز مساوی ہے کہ وہ قرض اللہ تعالیٰ کا ہو یا بندوں کا چنانچہ حدیث میں ہے کہ

﴿ فَذَيْنِ اللّٰهِ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ ﴾

”اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔“ (۳)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(مرغینانی حنفی) اگر اس کا مال اس کے قرض سے زیادہ ہو تو وہ زائد مال کی زکوٰۃ ادا کرے جبکہ وہ نصاب کو پہنچتا

ہو کیونکہ وہ حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہے۔ (۵)

اگر قرض مکمل مال سے زائد ہو

تو یقیناً ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ جو قرض کی رقم اس کے پاس موجود ہے وہ اس کا مکمل مالک نہیں

(۱) [ترتیب المسند للشافعی (۲۴۱/۱) بیہقی (۱۰۷/۴) بیروایت مرسل ہے لہذا قابلِ حجت نہیں۔] [السبل الحرار (۱۱/۲)]

(۲) [بخاری تعلیقاً (قبل الحديث / ۱۴۲۶) کتاب الزکاة : باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى]

(۳) [فقہ السنۃ (۳۱۵/۱)]

(۴) [الموسوعة الفقہیۃ المیسرة (۲۹/۳)]

(۵) [نصب الراية مع الهدایة (۳۳۴/۲)]

بلکہ وہ اُسے ایک دن واپس کرنی ہی ہے۔ لہذا اُسے چاہیے کہ جلد از جلد قرض کی ادائیگی کی کوشش کرے۔ یاد رہے کہ اگر معاملہ ایسا ہے کہ اس مقروض کے دیگر آمدنی کے ذرائع بھی ہیں اور وہ مبالغہ سانی قرض ادا کر سکتا ہے لیکن جان بوجھ کر تساہل برتتا ہے تو ایسے شخص کو محض مقروض ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا جبکہ فرضیت زکوٰۃ کی مکمل شرائط بھی موجود ہوں۔

(مرغیانی حنفیؒ) جس پر اتنا قرض ہو جو اس کے تمام مال کو محیط ہو تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں (کیونکہ اس صورت میں اُس شخص کا حکم معدوم کا ہوگا یعنی جس کے پاس مال ہے ہی نہیں)۔ (۱)

جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو

جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر زکوٰۃ واجب تھی تو اس کے ورثاء پر لازم ہے کہ وہ اس کے مال سے قرض کی ادائیگی وصیت کی تحفیذ اور وراثت کی تقسیم سے پہلے زکوٰۃ ادا کریں کیونکہ زکوٰۃ بھی ایک قرض ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہونے کی وجہ سے ادائیگی کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةٍ يُوصِيْ بِهَا أَوْ ذَيْنَ﴾ [النساء : ۱۱]

”اُس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔“

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟

قَالَ: نَعَمْ ”فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى“﴾

”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میری والدہ

فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے روزے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ آپ ﷺ نے

فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔“ (۲)

(احمدؒ) جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو تو اس کے ترکے سے وصول کر لی جائے گی خواہ اس نے اس کی

(۱) [نصب الراية مع الهداية (۲/۳۳۴)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۳) کتاب الصوم : باب من مات وعليه صوم، مسلم (۱۱۴۸) کتاب الصيام : باب قضاء

الصوم عن الميت، ابو داود (۳۳۰۸)، ترمذی (۷۱۶)، نسائی فی السنن الکبریٰ (۷۱۷)

(۲۹۱۵) ابن ماجہ (۱۷۵۸) ابن حبان (۳۵۷۰) ابن خزیمہ (۲۰۵۳) طیالسی (۲۶۲۱) بیہقی

(۲۵۰۰/۴)، (۲۷۹/۶) دارقطنی (۱۹۵/۲)]

وصیت نہ بھی کی ہو..... کیونکہ یہ ایسا واجب حق ہے جس کے ساتھ وصیت درست ہے اور یہ حق آدمی کے قرض کی طرح موت کی وجہ سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔ (۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(شوکانیؒ) وہ زکوٰۃ جو کسی پر حالت اسلام میں لازم ہو چکی ہے اس کے اسلام سے خارج ہونے یا اس کے فوت ہو جانے سے ساقط نہیں ہوگی الا کہ کوئی دلیل مل جائے لیکن اس کی کوئی دلیل موجود نہیں جبکہ (اس کے برعکس) آپ ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ ”اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔“ اور زکوٰۃ اللہ کا قرض ہے۔ (۳)

(سید سابقؒ) جو فوت ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ ہو تو اس کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور اسے قرض خواہوں وصیت اور وراثت سے (ادائیگی میں) مقدم کیا جائے گا۔ (۴)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(شیخ صالح بن فوزان) جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اس کی ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو اس کے ترکے سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے یہ اس کی موت سے ساقط نہیں ہوگی۔ (۶)

(ذاکٹر عائشہ القرنی) جو شخص فوت ہو اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو تو زکوٰۃ کو قرض وصیت اور وراثت (کی تقسیم) سے پہلے ادا کیا جائے گا کیونکہ یہ اللہ کا قرض ہے۔ (۷)



(۱) [الواضح فی فقہ الإمام أحمد للذکور علی أبی الخیر (ص ۱۵۸)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۵۱)]

(۳) [السیل الحرار (۱/۷۴۷)]

(۴) [فقہ السنة (۱/۳۱۵)]

(۵) [الموسوعة الفقہیة المیسرة (۳/۳۰۱)]

(۶) [الملخص الفقہی للذکور صالح بن فوزان (۱/۳۲۴)]

(۷) [فقہ الدلیل للذکور عائشہ القرنی (ص ۲۰۱)]

جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے

باب ما تجب فيه الزكاة

چار قسم کے اموال پر زکوٰۃ واجب ہے

① سونا چاندی اور نقدی وغیرہ۔

② مویشی مثلاً اُونٹ، گائے اور بکری وغیرہ۔

③ ہر قسم کے تجارتی اموال۔

④ زمین سے حاصل شدہ اشیاء مثلاً پھل، سبزی یا معدنیات اور دھنیں وغیرہ۔

(ابن قیمؒ) رسول اللہ ﷺ نے مال کی چار اصناف میں زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے۔ (1) کھیتی اور پھل (2) چوپائے

جانور یعنی اُونٹ، گائے اور بکری (3) سونا اور چاندی (4) تجارتی اموال۔ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) چوپائے جانور، زمین سے خارج شدہ اشیاء، نقدین (یعنی سونا اور چاندی) اور سامان

تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲)

(شیخ ابن بازؒ) چار اصناف میں زکوٰۃ واجب ہے: زمینی نباتات مثلاً غلہ جات اور پھل، باہر چرنے والے چوپائے

سونا اور چاندی اور تجارتی سامان۔ (۳)

(شیخ ابن جبرینؒ) جس مال میں زکوٰۃ واجب ہے وہ یہ ہے: مویشی نقدین (یعنی سونا چاندی) زمین سے خارج

ہونے والی اشیاء اور تجارتی سامان۔ (۴)

ان چاروں اقسام کی تفصیل تو آئندہ بالترتیب ہر باب کے تحت آئے گی البتہ ان اموال میں فرضیت زکوٰۃ

کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

فرضیت زکوٰۃ کی شرائط

زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے اہل علم نے جن شرائط کو بالاتفاق مد نظر رکھا ہے ان کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) مالک کو مال پر ملک تام حاصل ہو۔

(۱) [زاد المعاد (۱/۱۰۱)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۹/۱۶۹)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۷۰۱)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۷۲۲)]

- (2) یہ مال فرد واحد کی ملکیت میں ہو۔
- (3) یہ مال کسی حرام ذریعے سے نہ کمایا گیا ہو۔
- (4) حوائجِ اصلیہ یعنی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے زائد ہو۔
- (5) قرض سے فارغ ہو۔
- (6) ”نامی“ یعنی نشوونما کے قابل ہو۔
- (7) شریعت کے مقرر کردہ نصاب کو پہنچتا ہو۔
- (8) اُس مال پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔
- ان شرائط کی کچھ تفصیل آئندہ سطور میں بیان کی جا رہی ہے۔

① ملکِ تام حاصل ہو

ملکِ تام سے مراد ایسی ملکیت ہے جس پر مالک کو مکمل حق تصرف حاصل ہو وہ جیسے چاہے جب چاہے اسے استعمال کر سکتا ہو اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہ ہو اور اس میں اسے کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو۔ اس شرط کے ذریعے وہ تمام اموال زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو جائیں گے جو مالک کے کامل تصرف میں نہیں۔ مثلاً چوری شدہ اموال، گم ہو جانے والے اموال، کسی کے ناجائز قبضہ میں چلے جانے والے اموال اور ایسا قرض جس کے ملنے کی امید نہ ہو وغیرہ۔ اس شرط کی دلیل دو چیزیں ہیں:

① وہ تمام آیات و احادیث جن میں اموال کی نسبت ان کے مالکان کی طرف کی گئی ہے مثلاً:

(1) ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ [التوبة: ۱۰۳]

”ان کے مالوں سے آپ صدقہ لیجیے۔“

(2) ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْزُومِ﴾ [الذاریات: ۱۹]

”ان کے مالوں میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق ہے۔“

(3) ﴿أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ﴾

”اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں صدقہ (یعنی زکوٰۃ کو) فرض قرار دیا ہے۔“ (۱)

② زکوٰۃ کے ذریعے فقراء و مساکین اور دیگر مصارف کے مستحقین کو مال کا مالک بنایا جاتا ہے اور وہ انسان اپنے

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکوٰۃ: باب وجوب الزکوٰۃ، مسلم (۱۹) کتاب الإيمان: باب الدعاء إلى

الشهادتين و شرائع الإسلام]

علاوہ کسی دوسرے کو کسی چیز کا مالک کیسے بنا سکتا ہے جب وہ خود مکمل طور پر اس کا مالک نہ ہو۔

② فرد واحد کی ملکیت میں ہو

مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے ضروری ہے کہ مال کسی فرد واحد کی ملکیت میں ہو اگر ایسا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ مثلاً حکومتی اموال (یعنی بیت المال) جنہیں لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے یا ٹیکسوں کے ذریعے جمع کیا جاتا ہے۔ اس مال میں اس لیے زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ اس کا کوئی متعین مالک نہیں بلکہ یہ مال ساری امت کی ملکیت ہے۔ اسی طرح ایسے اموال پر بھی زکوٰۃ نہیں جو فقراء و مساکین، مساجد، مجاہدین، یتامی، مدارس یا اس کے علاوہ کسی بھی عوامی رفاہی و فلاحی اور دینی و اسلامی کام کے لیے وقف ہوں۔ تاہم ایسے وقف اموال میں زکوٰۃ واجب ہوگی جن کی نوعیت خاص قسم کی ہو مثلاً اپنی اولاد کے لیے وقف کیا ہو مال یا کسی کے بیٹے کے لیے وقف کیا ہو مال وغیرہ۔ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) مساجد وغیرہ کے لیے وقف شدہ اموال پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲)

(ابن باز) انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ (۳)

③ حرام ذریعے سے نہ کمایا گیا ہو

کیونکہ کسی بھی حرام و ناجائز ذریعے ”مثلاً خیانت، جھوٹ، دھوکہ، سود چوری، غصب، رشوت وغیرہ“ سے کمایا ہوا مال اس کی حقیقی ملکیت نہیں بلکہ اس مال کا حقیقی مالک وہ ہے جس سے اس نے وہ مال ہتھیا یا ہے لہذا اسے چاہیے کہ وہ مال اسے واپس کرے۔ کتاب و سنت کے متعدد دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف وہی مال قبول ہوتا ہے جو پاکیزہ ہو جیسا کہ چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۶۷]

”اے ایمان والو! اپنے اُس پاکیزہ مال سے خرچ کرو جسے تم نے کمایا ہے۔“

(۲) ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ﴾ [البقرة: ۲۷۶]

”اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔“

(۱) [المجموع للنووی (۳۳۹/۵ - ۳۴۰) بدایۃ المحتشد (۲۳۹/۱)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیہ (۸۷/۲)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیہ (۸۷/۲)]

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّهَا النَّاسُ إِنْ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا﴾

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ ثَمَرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ - وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ - فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا بِحَبْنِهِ ثُمَّ يُرِيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرِيَّ أَحَدُكُمْ فَلَوَهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْحَبْلِ﴾

”جو شخص پاکیزہ (حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے“ اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ (حلال) کمائی کے صدقہ کو ہی قبول کرتا ہے“ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دانے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے حتیٰ کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“ (۲)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ﴾

”نہ طہارت کے بغیر نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ ہی خیانت کے مال سے صدقہ۔“ (۳)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا أَدْبَيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ فِيهِ - وَ مَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) کتاب الزکاة : باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها 'ترمذی (۲۹۸۹) کتاب

تفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة 'احمد (۸۳۵۶) تحفة الأشراف (۱۳۴۱۳)]

(۲) [بخاری (۱۴۱۰) کتاب الزکاة : باب الصدقة من كسب طيب 'مسلم (۱۰۱۴) کتاب الزکاة : باب

قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها 'موطا (۱۸۷۴) کتاب الصدقة : باب الترغيب في الصدقة '

ترمذی (۶۶۱) کتاب الزکاة : باب ما جاء في فضل الصدقة 'ابن ماجه (۱۸۴۲) کتاب الزکاة : باب

فضل الصدقة 'احمد (۸۹۷۰) نسائی في السنن الكبرى (۲۳۰۴/۲) دارمی (۱۶۷۵) ابن حبان (۲۷۰)

شرح السنة للبغوی (۱۶۳۲)]

(۳) [مسلم (۲۲۴) کتاب الطهارة : باب وجوب الطهارة للصلاة 'ترمذی (۱) کتاب الطهارة : باب ما جاء لا

تقبل صلاة بغير طهور 'ابن ماجه (۲۷۲) کتاب الطهارة و مستنها : باب لا يقبل الله صلاة بغير طهور '

طیالسی (۱۸۷۴) احمد (۴۷۰) ابن حبان (۳۳۶۶) ابن خزيمة (۸) ابن أبي شيبة (۴/۱) أبو عوانة

(۲۳۴/۱) بیہقی في السنن الكبرى (۴۲/۱)]

يَكُنْ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ وَكَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ ﴿﴾

”جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے وہ حق ادا کر دیا جو اس مال کا تم پر تھا اور جس نے حرام مال

جمع کیا پھر اس کا صدقہ کیا تو اس کے لیے اس میں اجر نہیں ہوگا اور اس کا بوجھ اُسی پر ہوگا۔“ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوری) حدیث میں ”طیب“ سے مراد حلال مال ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسا مال جو حلال نہیں اسے قبول نہیں کیا جاتا۔ (۲)

(قرطبی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ حرام مال کا صدقہ قبول نہیں فرماتے کیونکہ ایسا مال صدقہ کرنے والے کی ملکیت نہیں۔ (۳)
(نووی) حدیث میں ”طیب“ سے مراد حلال ہے۔ (۴)

ایک اور مقام پر قسط راز ہیں کہ

”غلول“ سے مراد خیانت ہے اور اس کی اصل مال غنیمت سے قبل از تقسیم چوری کرنا ہے۔ (۵)

(شیخ سلیم الہلالی) اللہ تعالیٰ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتے۔ (۶)

① بنیادی ضروریات زندگی سے زائد ہو

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغَفْوُ﴾ [البقرة: ۲۱۹]

”لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ غفو (جو ضرورت سے زائد ہو)۔“

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) ”غفو“ سے مراد وہ مال ہے جو گھریلو ضروریات سے زائد ہو۔

(ابن کثیر) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجاہد، عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب، حسن، قتادہ، قاسم، سالم، عطاء خراسانی، ربیع بن انس رحمہم اللہ، جمیعین اور کئی ایک (اہل علم) سے اسی طرح مروی ہے۔ انہوں نے غفو کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد زائد مال ہے۔

(۱) [حسن: صحیح موارد الظمان (۶۶۵) کتاب الزکاة: باب فیمن أدى زکاة ماله طيبة بها نفسه، التعلیق

الریغب (۲۶۶/۱)؛ (۲۸/۲)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳۷۱/۳)]

(۳) [ایضاً]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۲۳۶/۴)]

(۵) [شرح مسلم للنووی (۹/۳)]

(۶) [موسوعة المناهي الشرعية (۶۷/۲)]

(حسن بصریؒ) زائد مال سے خرچ کرنے کا اس لیے کہا گیا ہے کہ (ضرورت کی اشیاء خرچ کر کے) کہیں تیرا مال ہی تجھے مشقت میں نہ مبتلا کر دے اور پھر تو لوگوں سے سوال کرتا پھرے۔ (۱)

(قرطبیؒ) ”عفو“ سے مراد وہ مال ہے جو بے سانی میسر ہو اور زائد ہو اور اس کی ادائیگی دل پر گراں نہ گزرے۔ (۲)

(شوکانیؒ) ”عفو“ خرچ کرو کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مال خرچ کرو جو تمہاری ضروریات سے زائد ہو اور اس میں تمہارے نفس مشقت محسوس نہ کریں۔ (۳)

(ابن عربیؒ) ”تحقیق“ صحت اور لغوی اعتبار سے سب سے زیادہ قوی قول میرے نزدیک یہ ہے کہ ”عفو“ کا مطلب زائد مال ہے۔ (۴)

(جلال الدین محلیؒ، جلال الدین سیوطیؒ) ”عفو“ خرچ کرو کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مال خرچ کرو جو ضرورت سے زائد ہو اور ایسا مال خرچ نہ کرو جس کے محتاج ہو اور اپنے نفسوں کو ضائع مت کرو۔ (۵)

(بیضاویؒ) ”عفو“ سے مراد ایسا مال ہے جس کا خرچ کرنا انسان کے لیے آسان ہو اور وہ اس کی وجہ سے کسی مشقت میں بھی نہ پڑے۔ (۶)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى﴾

”بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔“ (۷)

مندرجہ ذیل احادیث اگرچہ نقلی صدقات کے متعلق ہیں مگر اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ صدقہ صرف اسی مال سے دیا جائے گا جو ضروریات سے زائد ہو۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۵/۱۴۱)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۵۹/۳)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر مجلد واحد (ص ۱۴۲)]

(۴) [تفسیر احکام القرآن لابن العربی (۲۰۲/۱)]

(۵) [تفسیر جلالین (ص ۸۱)]

(۶) [تفسیر بیضاوی (۱۱۸/۱)]

(۷) [بیضاری (۱۴۲۶) کتاب الزکوٰۃ : باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى ' ابو داود (۱۶۷۶) کتاب الزکوٰۃ : باب

الرجل یخرج من ماله ' دارمی (۱۵۹۲) کتاب الزکوٰۃ ' احمد (۱۰۳۹۸)]

﴿أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي دِينَارٌ فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ قَالَ: عِنْدِي آخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ أَوْ قَالَ زَوْجِكَ قَالَ: عِنْدِي آخَرُ قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ قَالَ: عِنْدِي آخَرُ قَالَ: أَنْتَ أَبْصَرُ﴾

”نبی کریم ﷺ نے صدقہ و خیرات کا حکم دیا تو ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے (اسے میں کہاں خرچ کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے آپ پر خرچ کرلو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کرلو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے خادم پر خرچ کرلو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہاں خرچ کرلو جہاں تم مناسب سمجھو۔“ (۱)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے لیے فرمایا:

﴿ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلَا تُعْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أُهْلِكَ شَيْءٌ فَلْيُذِ قَرَاتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَاتِكَ شَيْءٌ فَهَكَذَا وَهَكَذَا﴾

”اپنے آپ سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو اگر کچھ زاد ہو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو اگر کچھ گھر والوں کی ضرورت سے بھی زاد ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرو اور اگر قریبی رشتہ داروں کی ضرورت سے بھی کچھ زاد ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح (یعنی اپنے دائیں بائیں اور سامنے کے لوگوں پر) خرچ کرو۔“ (۲)

(5) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَأَنْ تُمَسِّكَهُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تَكَلُمَ عَلَى كَفَافٍ﴾

”اے آدم کے بیٹے! بے شک اگر تو (اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت سے) زاد مال خرچ کر دے گا تو

(۱) [حسن: صحيح ابو داود (۱۴۸۳) كتاب الزكاة: باب في صلة الرحم، ابو داود (۱۶۹۱) احمد

(۲۵۱/۲) طبري (۴۱۷۰) ابن حبان (۳۳۳۷) مستدرک حاكم (۴۱۵/۱) وفي مسلم (۹۹۵) كتاب

الزكاة: باب فضل التفقة على العيال والمملوك، معناه]

(۲) [مسلم (۹۹۷) كتاب الزكاة: باب الابتداء في التفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة، ابو داود (۳۹۵۷) كتاب

العتق: باب في بيع المديبر، ترمذی (۱۲۱۹) كتاب البيوع: باب ما جاء في بيع المديبر، نسائي (۳۰۴/۷)

احمد (۳۶۹/۳) ابن حبان (۳۳۳۹) عبد الرزاق (۱۶۱۶۲) شرح السنة للبقوي (۲۴۲۶) حميدى

(۱۲۲۲) ابو يعلى (۱۹۲۵)]

یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو ایسے مال کو روک رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہے اور تجھے بقدر ضرورت (مال رکھنے پر) کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔“ (۱)

(سید سابقؒ) نصاب میں یہ شرط ہے کہ وہ اُن ضروری حاجات سے زائد ہو جن کے بغیر گزارہ ممکن نہیں مثلاً خوراک، لباس، رہائش گھر، سواری اور آلات تجارت۔ (۲)

مذکورہ بالا تمام دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ صرف اُسی مال پر واجب ہے جو بنیادی ضروریات سے زائد ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس مسئلے میں اتفاق کیا ہے کہ ذاتی استعمال کی اشیاء مثلاً رہائش گھر، کاسمان، لباس، خوراک، سواری اور آلات پیشہ وغیرہ میں زکوٰۃ واجب نہیں خواہ یہ اشیاء کتنی ہی قیمتی ہوں۔ نیز کتاب و سنت میں ایسی کوئی دلیل بھی موجود نہیں جس سے ان اشیاء پر زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہوتا ہو بلکہ اس کے برعکس ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ”مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں۔“ عہد رسالت مآب میں سواری کے لیے گھوڑے استعمال ہوتے تھے اس لیے حدیث میں انہی کا ذکر ہے اور اب چونکہ موٹر سائیکلیں اور کاریں زیر استعمال ہیں اس لیے یہ بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گی۔ اسی طرح گھریلو سامان اور ذاتی اشیاء کو غلام پر قیاس کرتے ہوئے زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ آخر ضرورت کی حد کیا ہے؟ کیا ہر انسان جس چیز کی خواہش رکھتا ہے یا جو آسائش حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اُس کی ضرورت ہے؟ اگر ضرورت کا مفہوم یہ ہو تو ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں بھی مل جائیں تو اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی اور وہ تیسری وادی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرے گا (جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے) تو یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حاجاتِ اصلیہ (بنیادی ضروریات) سے مراد صرف وہ اشیاء ہیں جن کے بغیر انسان کا گزارہ ممکن نہ ہو مثلاً خوراک، لباس، رہائش، علمی و فنی کتب، حفاظتی اسلحہ اور آلات تجارت وغیرہ۔

اسی طرح ایک اور اہم سوال یہ ہے کہ کیا ہر انسان کی ضرورت ایک جیسی ہے؟ تو یہ بھی یاد رہے کہ ہر انسان کی ضرورت میں فرق ہے۔ مثلاً اگر کسی صاحب کے بارہ (12) یا چودہ (14) بچے ہیں تو لامحالہ اس شخص اور اُس شخص کی ضرورت میں فرق ہوگا جس کے ایک یا دو بچے ہیں یا اولاد ہے ہی نہیں، اسی طرح جس شخص پر والدین اور بعض دیگر قریبی رشتہ داروں کے خرچہ کا بھی بوجھ ہے اس کی اور اُس شخص کی ضرورت میں یقیناً فرق

(۱) [مسلم (۱۰۳۶) کتاب الزکاة : بیان أن الید العليا غیر من الید السفلی، ترمذی (۲۳۴۳) کتاب

الزهد : باب، احمد (۲۳۲۸) تحفة الأشراف (۴۸۷۹)]

(۲) [فقہ السنۃ (۳۱۴/۱)]

ہوگا جو ان ذمہ داریوں سے بری ہے۔ لہذا حتمی وکلی طور پر ضروریات کا تعین کرنا محال ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شریعت نے بھی اتنی قید تو لگائی ہے کہ زکوٰۃ زائد از ضرورت مال سے ادا کی جائے لیکن ضروریات کی حد بندی نہیں کی بلکہ اسے عرف عام پر چھوڑ دیا ہے۔

⑤ قرض سے فارغ ہو

جن وجوہات کی بنا پر یہ شرط لگائی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(1) امام ابن قدامہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر رسول پر یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا ﴿مَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَقْضِ دَيْنَهُ وَلْيُزِكَ بَقِيَّةَ مَالِهِ﴾ ”جس پر قرض ہے وہ اپنا قرض ادا کرے اور اپنے باقی مال کی زکوٰۃ دے۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات صحابہ کی موجودگی میں کہی اور کسی نے انکار نہیں کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب اس پر متفق تھے (کہ قرض پر زکوٰۃ نہیں اسی لیے قرض ادا کر کے باقی مال سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا)۔ (۱)

(2) جس شخص پر قرض ہوا اسے اس پر ملکیت تامہ حاصل نہیں ہوتی اور گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ وجوب زکوٰۃ کے لیے ملکیت تامہ کا ہونا شرط ہے۔

(3) مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف ”غارمین“ (مقروض) بھی ہے۔ یعنی اگر کسی پر اتنا قرض ہے کہ جو اس کے تمام مال کو محیط ہے یا نصاب کو کم دیتا ہے تو وہ خود شرعاً زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے پھر اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی؟ (4) فی الحقیقت زکوٰۃ کی ادائیگی اُس شخص پر لازم ہے جو مال کا حقیقی مالک ہے لیکن اگر مقروض سے بھی زکوٰۃ وصول کی جائے گی تو ایک مال میں دو مرتبہ زکوٰۃ کا اخراج لازم آئے گا جو کہ شرعاً جائز نہیں۔

(5) صرف اُسی صدقے کو مشروع کیا گیا ہے جس کے بعد بھی انسان مالدار ہی رہے جیسا کہ سابقہ عنوان کے تحت یہ حدیث ذکر کر دی گئی ہے۔ اب جو شخص مقروض ہے اس کے پاس مالدار کی دالی کوئی بات ہی نہیں کیونکہ وہ خود اتنی رقم کھتا ہے جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکے۔

(6) زکوٰۃ کو حاجت مندوں کی ہمدردی کے لیے فرض کیا گیا ہے اور مقروض خود قرض کی ادائیگی کے لیے محتاج ہے تو یہ کوئی حکمت و دانائی نہیں ہے کہ مالک کی حاجت کو چھوڑ کر اُس کے علاوہ کسی دوسرے کی حاجت کو ترجیح دی جائے جبکہ صحیح حدیث میں بھی یہ بات موجود ہے کہ ”(مالی خرچ) اپنے آپ سے شروع کرو اور پھر جو قدر رہی ہو۔“

مذکورہ بالا وجوہات سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ قرض زکوٰۃ کے وجوب میں رکاوٹ ہے، جمہور فقہاء اسی کے قائل ہیں۔ تاہم یہ یاد رہے کہ وہ قرض جو زکوٰۃ کو روک دیتا ہے اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مکمل نصاب کو مستغرق ہو یعنی جتنا نصاب ہوا تاہی قرض ہو یا وہ قرض نصاب کو کم دیتا ہو اور مقرض شخص کے پاس نصاب کے سوا کوئی ایسا ذریعہ آمدن بھی نہ ہو جس کے ساتھ وہ قرض ادا کر سکے۔ مثلاً کسی کے پاس بیس (20) دینار سونا ہو اور اس پر بیس (20) دینار ہی قرض ہو یا ایک یا اس سے زیادہ دینار قرض ہو اور اس قرض کی ادائیگی کے لیے اُس کے پاس اس نصاب کے علاوہ کوئی اور ذریعہ بھی نہ ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب قرض کی رقم الگ کر دی جائے گی تو باقی مال نصاب تک نہیں پہنچتا ہوگا اور نصاب تک پہنچنا وجوب زکوٰۃ کے لیے شرط ہے اور اگر قرض کی رقم الگ کر کے باقی رقم نصاب تک پہنچتی ہوگی تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

⑥ ”نامی“ ہو

”نامی“ سے مراد ایسا مال ہے جو نشوونما کے قابل ہو یعنی حقیقی یا تقدیری طور پر نمو کی خاصیت رکھتا ہو۔ حقیقی نمو کا مطلب یہ ہے کہ از خود (یعنی بالفعل) اس میں اضافہ و نشوونما ہوتی رہے مثلاً موشیوں میں پیدائش کے ذریعے افزائش (بڑھوتری، زیادتی) کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اسی طرح زمین میں پیداوار کے ذریعے افزائش ہوتی رہتی ہے۔ تقدیری نمو کا مطلب یہ ہے کہ اس میں از خود تو افزائش کی خاصیت نہ ہو لیکن بالقوۃ یہ خاصیت موجود ہو مثلاً نقدی یعنی سونا چاندی اور کاغذی کرنسی وغیرہ۔ ان میں از خود تو افزائش نہیں ہوتی لیکن اگر انہیں کسی کاروبار وغیرہ میں لگا دیا جائے تو ان میں افزائش کی قوت بہر حال موجود ہے۔

اہل علم نے فرضیت زکوٰۃ کے لیے ”مال نامی“ کی شرط اس لیے لگائی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی رقمطراز ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صرف افزائش رکھنے والے اور نفع رسا اموال پر ہی زکوٰۃ فرض کی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی تعلیل کے قائل فقہاء (اور وہ اُمت کے جمہور علماء ہیں) نے اس مسئلے میں اتفاق کیا ہے کہ مذکورہ اموال میں وجوب زکوٰۃ کی علت یہ ہے کہ یہ اموال یا تو بالفعل (یعنی از خود) افزائش کی صلاحیت رکھتے ہیں یا بالقوۃ (یعنی ان میں افزائش کا امکان موجود ہے)۔ (۱)

مزید برآں اس شرط کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ ”مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے

میں زکوٰۃ واجب نہیں۔“ (۱)

(نووی) یہ حدیث بنیاد ہے کہ ذاتی استعمال کے اموال پر زکوٰۃ واجب نہیں اور سلف و خلف کے علماء کا یہی قول ہے۔ (۲)

(عبداللہ بسام) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ صرف اُن اموال میں واجب ہوتی ہے جو ”نامی“ (نشوونما کے متحمل) ہیں یا نمو کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ البتہ جو اموال ذاتی استعمال کے لیے تیار کیے گئے ہیں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۳)

اگر کوئی یہ اعتراض پیش کرے کہ نموی خاصیت تو ذاتی گھروں، کرائے پر دیئے ہوئے مکانوں اور دکانوں وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے لہذا ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مال نامی پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ جیسا کہ ذاتی استعمال کی اشیاء آلات تجارت اور ذرائع پیداوار آئے دن خواہ کتنے ہی قیمتی ہوتے چلے جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ جانور جنہیں گھر میں چارہ ڈالا جاتا ہو یا ان سے رہٹ یا بل چلانے کا کام لیا جاتا ہو خواہ روز بہ روز ان کی تعداد میں کتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے ان میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ انہیں بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

⑦ مقررہ نصاب کو پہنچتا ہو

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ فرضیتِ زکوٰۃ کے لیے مال کا نصاب تک پہنچنا شرط ہے۔ نیز سونے کا نصاب بیس دینار چاندی کا نصاب دوسو درہم، اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ، گائیوں کا نصاب تیس گائیں، بکریوں کا نصاب چالیس بکریاں اور غلے کا نصاب پانچ وسق ہے۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِّنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا﴾

”اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ اس کا مالک چاہے۔“

اور اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ

﴿فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةً الرَّجُلِ نَاقِصَةً عَنْ أَرْبَعِينَ شَاءَ شَاءَ وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ

(۱) [بخاری (۱۴۶۳، ۱۴۶۴) کتاب الزکوٰۃ: باب ليس على المسلم في فرسه صدقة]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۵۵۱/۷)]

(۳) [توضیح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۱۱/۳)]

يَسَاءَ رَبُّهَا ﴿﴾

”جب آدمی کی چرنے والی بکریوں میں سے چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ اس کا مالک (ادا کرنا) چاہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسِ دَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ﴾

”پانچ وسق کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۲)

(شیخ وہب زحلی) وجوب زکوٰۃ کے لیے مال کا نصاب تک پہنچنا یا نصاب کی قیمت تک پہنچنا شرط ہے۔ (۳)
(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) مالی زکوٰۃ میں نصاب کی شرط ”کھیتوں“ پھلوں اور معادن کے علاوہ ”علماء کے درمیان متفق علیہ ہے۔

(ابو حنیفہؒ) زمینی پیداوار کم ہو یا زیادہ عشر کی ادائیگی واجب ہے (ان کی دلیل وہ عام حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ”جس کھیتی کو آسانی پانی سیراب کرے اس میں عشر ہے۔“ ان کا کہنا ہے کہ جب زمینی پیداوار میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے تو نصاب تک پہنچنے کی بھی شرط نہیں حالانکہ یہ صریح حدیث کی مخالفت ہے۔)
(جمہور) ہر مال کی طرح اس میں بھی نصاب شرط ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”پانچ وسق سے کم غلے میں زکوٰۃ نہیں۔“

(ابو یوسفؒ، محمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(۱) [بخاری (۱۴۵۴) کتاب الزکاة : باب زکاة الغنم]

(۲) [بخاری (۱۴۵۹) کتاب الزکاة : باب لیس فیما دون خمس ذود صدقة، مسلم (۹۷۹) کتاب الزکاة :

باب لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة، ابو داود (۱۵۵۸) کتاب الزکاة : باب ما تحب فیہ الزکاة،

ترمذی (۶۲۶) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی صدقة الزرع والتمر والحبوب، ابن ماجہ (۱۷۹۳) کتاب

الزکاة : باب تحب فیہ الزکاة من الأموال، نسائی فی السنن الکبری (۲۲۵۳) ابن حبان (۳۲۷۵) ابن

حزیمہ (۲۲۶۳) عبد الرزاق (۷۲۵۳) حمیدی (۷۳۵) شرح السنة للبیہقی (۱۵۶۹)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۴۱/۲)]

(۴) [فقه الزکاة (۱۵۰/۱) فقه السنة (۳۲۷/۱) شرح مسلم للنووی (۲۹۴/۴) الأم للشافعی (۴۰/۲)

الحاوی (۲۱۰/۳) المغنی (۶۱/۴) بدائع الصنائع (۶۰/۲) الکافی لابن عبد البر (ص ۱۰۱) المبسوط

(۳/۳) نیل الأوطار (۹۷/۳)]

(راجع) جمہور کا قول برحق ہے اور یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ خاص کو عام پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل عام حدیث ہے اور جمہور کی دلیل خاص ہے لہذا اسی کو ترجیح حاصل ہے۔ (عبد اللہ مبارکپوریؒ) عشر یا نصف عشر کے وجوب کے لیے نصاب شرط ہے۔ جمہور اسی کے قائل ہیں اور یہی بات حق اور درست ہے۔ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) راجح قول جمہور کا ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن منذرؒ) انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ سب اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ پانچ وقت سے کم زمینی پیداوار میں زکوٰۃ نہیں۔ (۴)

(ابن قیمؒ) انہوں نے صحیح محکم سنت کو رد کرنے کی 37 دین مثال میں اسی مسئلے کا ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا قاطع رد کیا ہے۔ (۵)

⑧ اُس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ﴾

”کسی مال میں بھی اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔“ (۶)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ﴾

(۱) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۶/۶۸۶)]

(۲) [تحفة الأوحى (۳/۳۰۵)]

(۳) [نيل الأوطار (۳/۹۸)]

(۴) [أيضاً]

(۵) [أعلام الموقعين (۲/۲۵۱)]

(۶) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۴۴۹) كتاب الزكاة: باب من استفاد مالا، يهقي (۹۵/۴) كتاب الزكاة:

باب لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول، دارقطنی (۹۱/۲) كتاب الزكاة: باب وجوب الزكاة

بالحول، إرواء الغلیل (۷۸۷)]

”کسی مال میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔“ (۱)

(جمہور فقہاء) سونا، چاندی، اموال تجارت اور مویشیوں وغیرہ میں فرضیت زکوٰۃ کے لیے نصاب تک پہنچ جانے

کے بعد ایک سال کا گزرنا بھی شرط ہے۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن تیمیہؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۴)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مال میں سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ فرض نہیں اور یہی

جمہور کا قول ہے۔ (۵)

(ابن قیمؒ) اللہ تعالیٰ نے جو ہر سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ واجب کی ہے اور کھیتوں اور پھلوں کے صحیح طور پر پک

جانے پر (زکوٰۃ کو لازم کیا ہے) یہ اس سے نہایت مناسب ہے کہ اس کا وجوب ہر ماہ یا ہر جمعہ ہوتا کیونکہ اس سے

اغنیاء کو نقصان اٹھانا پڑتا اور اگر اس کا وجوب زندگی میں ایک مرتبہ ہوتا تو اس سے مساکین کو نقصان ہوتا لہذا ہر سال

میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کے وجوب سے زیادہ مناسب اور عدل والی بات کوئی نہیں۔ (۶)

(شوکانیؒ) سال گزرنے کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔ (۷)

(عبد اللہ بام) وجوب زکوٰۃ کے لیے سال گزرنا شرط ہے لہذا زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک نصاب پر مکمل

سال نہ گزر جائے۔ (۸)

(سعودی مجلس افتاء) زکوٰۃ اُس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک اس پر سال کا عرصہ نہ گزر جائے۔ (۹)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۳۹۱) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة، ابو داود (۱۰۷۳)] اس روایت

کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ بالفرض اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی حکم مرفوع ہے۔ کیونکہ اس میں اجتہاد کی کوئی

مغجاش نہیں۔ اس کی حریز اسناد دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو: نصب الراية (۳۲۹/۲) إرواء الغلیل (۲۰۴/۳) (۷۸۷)

(۲) [المغنی (۷۳/۴) الهدایة (۲۶۱/۲) فقه الزکاة (۱۶۲/۱)]

(۳) [ایضاً]

(۴) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۱۲/۲۵)]

(۵) [سبل السلام (۸۰۶/۲)]

(۶) [زاد المعاد (۶/۲)]

(۷) [نبیل الأوطار (۹۵/۳)]

(۸) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۲۰/۳)]

(۹) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۶۹/۹)]

اگر دورانِ سال نصاب میں کمی واقع ہو جائے

(احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ، نوویؒ، جمہور) وجوبِ زکوٰۃ کے لیے سارا سال نصاب کی موجودگی شرط ہے اگر سال کے کسی لمحہ میں بھی نصاب کم ہو گیا تو سال منقطع ہو گیا۔ پھر اگر اس کے بعد نصاب مکمل ہو گیا تو اُس وقت سے دوبارہ سال شروع کیا جائے گا جب نصاب مکمل ہوا۔

(ابو حنیفہؒ) سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا وجود معتبر ہے ان دونوں کے درمیان میں نصاب کی کمی کوئی نقصان نہیں دے گی حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس دوسودرہم تھے اور پھر دورانِ سال وہ سب ہلاک ہو گئے الا کہ ایک درہم باقی رہ گیا یا چالیس بکریاں تھیں اور دورانِ سال وہ ہلاک ہو گئیں الا کہ ایک بکری رہ گئی پھر وہ سال کے آخر میں مکمل دوسودرہم اور چالیس بکریوں کا مالک بن گیا تو اس پر مکمل مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۱)

(راجح) جمہور علماء کا موقف رائج ہے کیونکہ حدیث میں نصاب پر سارا سال گزرنے کی قید لگائی گئی ہے۔ (شوکانیؒ) اگر دورانِ سال مال نصاب سے کم ہو جائے پھر اس کے بعد مکمل ہو جائے تو اس کے مکمل ہونے کے وقت سے نیا سال شروع کیا جائے گا بشرطیکہ نصاب میں کمی قصداً اس حیلے سے نہ کی گئی ہو کہ نصاب سے کم مال پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

”حولان الحول“ کے متعلق احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے مجموعہ سے حجت قائم ہو جاتی ہے کہ سال کا اعتبار اور اسی طرح یہ اعتبار کہ نصاب ابتداءً سال سے انتہائے سال تک مکمل ہو ضروری ہے۔ یہ شرط نہیں ہے کہ (مکمل) مال اس کے پاس ہی ہو بلکہ اگر مال اس کے علاوہ کسی اور کے پاس امانت وغیرہ کے بطور پڑا ہے اور اس کے لیے ممکن ہے کہ جب چاہے اپنا مال وصول کر لے تو یہ اس کے پاس موجود کے حکم میں ہی ہے۔ (۲)

(سید سابقؒ) نصاب میں یہ شرط ہے کہ اس پر ایک ہجری سال گزر چکا ہو اور سال کی ابتداء اس دن سے ہوگی جس دن وہ شخص نصاب کا مالک ہوا ہے اور یہ ضروری ہے کہ سارا سال نصاب مکمل رہے۔ اگر سال کے دوران نصاب کم ہو گیا پھر مکمل ہو گیا تو سال کی ابتداء کا اعتبار اس دن سے ہوگا جس دن نصاب (دوبارہ) مکمل ہوا ہے۔ (۳)

(۱) [أبضا، الفقه الإسلامي وأدلته (۷۴۴/۲) بدایة المحتشد (۲۶۱/۱) المجموع (۴۲۸/۵) المغنی

(۲۵/۲) فتح القدیر (۵۱۰/۱) بدائع الصنائع (۵۱/۲)]

(۲) [السیل الحرار (۷۴۰/۱)]

(۳) [فقه السنة (۳۱۴/۱)]

سال گزرنے کی شرط سے مستثنیٰ اشیاء

نصاب پر سال گزرنے کی شرط سے بعض اشیاء مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً کھیتوں اور پھلوں پر اسی وقت زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے جب ان کی کٹائی کا وقت آجائے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ [الأنعام: ۱۴۱]

”اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔“

اسی طرح کانوں اور زمین میں مدفون خزانوں کی زکوٰۃ (خمس یعنی پانچواں حصہ) ان کے حاصل ہوتے ہی ادا کر دی جائے گی ان پر سال گزرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

مال مستفاد کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ﴾

”جس نے کوئی مال حاصل کیا اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔“ (۱)

مال مستفاد سے مراد ایسا مال ہے جو (زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد) دوران سال حاصل ہو اس کی مختلف صورتیں

ہیں جن کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

① پہلی صورت یہ ہے کہ دوران سال حاصل ہونے والا مال پہلے مال کا ہی نتیجہ نفع اور ثمرہ ہو۔ جیسے کسی کے پاس ابتدائے سال میں کچھ جانور ہوں پھر دوران سال ان کے مزید بچے ہو جائیں یا کسی کو تجارت کے ذریعے دوران سال نفع حاصل ہو تو ان بچوں اور تجارتی منافع کو بھی سال کے آخر میں زکوٰۃ نکالتے وقت پہلے مال میں شمار کیا جائے گا۔ یعنی اگر سال کی ابتداء میں کسی کے پاس چالیس اونٹ تھے اور پھر سال کے دوران انہوں نے دس بچے دیئے اور سال کے آخر میں اس کے پاس پچاس اونٹ ہیں تو وہ چالیس اونٹوں کی نہیں بلکہ پچاس اونٹوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس سال کے شروع میں دس لاکھ روپے تھے پھر دوران سال اس نے ان روپوں سے کاروبار کیا اور ایک لاکھ منافع ہوا تو اس کے پاس گیارہ لاکھ روپے تھے تو وہ دس لاکھ سے نہیں بلکہ گیارہ لاکھ سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔

(۱) [صحیح: صحیح ترمذی (۵۱۵) کتاب الزکاة: باب لا زکاة علی المال المستفاد حتی یحول علیہ

الحول، ترمذی (۶۳۱، ۶۳۲) ابن ماجہ (۱۷۹۲)]

سفیان بن عبد اللہ شقفیؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: تَعُدُّ عَلَيْهِمُ بِالسَّخْلَةِ يَحْمِلُهَا الرَّاعِي وَلَا تَأْخُذُهَا﴾

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان (زکوٰۃ والے) جانوروں میں اُس بچے کو بھی شمار کرو جسے چرواہا

اٹھائے پھرتا ہے لیکن اسے بطور زکوٰۃ وصول نہ کرو۔“ (۱)

(حنفی، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) سب اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۳)

(شیخ وہبہ زحلی) مویشیوں کی پیداوار اور تجارتی منافع کو بالاتفاق اصل نصاب (جو ابتداء سے سال میں تھا) کے

ساتھ ملایا جائے گا۔ (۴)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۵)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

② دوسری صورت یہ ہے کہ دوران سال حاصل ہونے والا مال پہلے سے موجود مال کی جنس یا نوع سے نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی کے پاس سال کی ابتداء میں اونٹ تھے اور پھر اسے دوران سال بکریاں یا گائیں مل گئیں یا کسی کے پاس پہلے نقد رقم موجود تھی اور پھر اسے سال کے دوران بقدر نصاب مویشی مل گئے تو نہ بکریوں اور گائیوں کو پہلے سے موجود اونٹوں کے ساتھ ملایا جائے گا اور نہ ہی مویشیوں کو نقد رقم کے ساتھ بلکہ ان کی زکوٰۃ اُس وقت ادا کرنا واجب ہوگی جب ان پر الگ سال گزرے گا۔ تاہم اتنا یاد رہے کہ اگر مالک اس نوع کے مال مستفاد کی زکوٰۃ بھی پہلے مال

(۱) [موطا (۲۶۵/۱) کتاب الزکاة: باب ما جاء فيما يعتد به من السخل في الصدقة، يبهق في السنن الكبرى

(۱۰۱/۱۰۰/۱۴) کتاب الزکاة: باب السن التي تؤخذ من الغنم، وفي السنن الصغرى (۳۲۰/۱)

(۱۰۲۱) کتاب الزکاة: باب صدقة النعم السائمة وهي الإبل والبقر والغنم، مسند شافعی (۲۳۸/۱)

المحلى لابن حزم (۲۷۶/۵) شیخ محمد صمیمی حسن حلاق حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی

السیل الجرار (۷۴۳/۱)]

(۲) [فتح القدیر (۵۱۰/۱) بدائع الصنائع (۵۱۲/۲) الدر المختار (۳۱۲/۲) القوانين الفقهية (ص ۹۹/۱۰۱)

الشرح الصغیر (۵۹۰/۱) بدایة المحتشد (۲۶۱/۱) المجموع (۳۲۸/۵) الأم (۱۷/۲) المہذب

(۱۴۳/۱) المغنی (۶۲۵/۲-۶۲۹) الفقه الإسلامی وأدلته (۷۴۷-۷۴۴/۲)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۶۲۵/۲)]

(۴) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۴۷/۲)]

(۵) [فقه الزکاة (۱۶۵/۱)]

(۶) [الملخص الفقہی للذککور صالح بن فوزان (۳۲۳/۱)]

کے ساتھ ملا کر ادا کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس طرح مال مستفاد کی زکوٰۃ وقت سے پہلے ادا ہو جائے گی اور یہ شرعاً جائز و مباح ہے۔

(جمہور فقہاء) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

③ تیسری صورت یہ ہے کہ سال کے دوران حاصل ہونے والا مال پہلے مال کی جنس و نوع سے ہو مگر اس کا نفع و نتیجہ نہ ہو بلکہ کسی دوسرے ذریعے (وراثت یا ہبہ وغیرہ) سے ملا ہو۔ مثلاً پہلے بقدر نصاب نقد رقم موجود تھی اور پھر دوران سال اور نقدی حاصل ہو گئی اسی طرح پہلے مویشی موجود تھے اور دوران سال مزید مویشی حاصل ہو گئے تو اس مال مستفاد کی زکوٰۃ کے متعلق فقہاء کی مختلف آراء ہیں جو بالا اختصار حسب ذیل ہیں:

(احمد، شافعی) اس قسم کے مال مستفاد پر تب زکوٰۃ واجب ہوگی جب اس پر الگ سال گزرے گا۔

(ابو حنیفہ) اس مال مستفاد کو پہلے سے موجود مال کے ساتھ ہی ملا کر سال کے آخر میں زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی اس پر الگ سال گزرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا (ان کا کہنا ہے کہ اگر اس قسم کے ہر مال کی زکوٰۃ کے لیے الگ الگ سال پورا کیا جائے گا تو وجوب زکوٰۃ کے اوقات میں فرق ہو جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مالک کو تاریخیں یاد رکھنا پڑیں گی کہ فلاں چیز فلاں وقت میں حاصل ہوئی اور فلاں چیز فلاں وقت میں جو یقیناً باعث مشقت و حرج ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ﴾ لَذْنٌ مِّنْ حَوْجٍ ﴿﴾ [الحج : ۷۸] ”اور اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

(مالک) مویشیوں میں ان کی رائے بھی وہی ہے جو امام ابو حنیفہ کی ہے۔ (۲)

(راجع) پہلا موقف رائج ہے کیونکہ یہ مال مستفاد پہلے مال کا نتیجہ نہیں بلکہ الگ مستقل حیثیت کا حامل ہے لہذا اس پر زکوٰۃ صرف اس وقت ہی واجب ہوگی جب اس پر الگ سال گزرے گا۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا حدیث بھی اس موقف کی تائید کرتی ہے۔

□ واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں جس مال مستفاد پر وجوب زکوٰۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط لگائی گئی ہے اس سے مراد صرف وہ مال ہے جس کا ذکر آخری دو صورتوں میں ہے۔

14218

(عبداللہ بن بسام) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۶۲۶/۲) الفقه الاسلامی و أدلتہ (۷۴۸/۲)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۷۴/۴-۷۸) الفقه الاسلامی و أدلتہ (۷۴۴/۲-۷۴۶) بدائع الصنائع (۵۱/۲) بدایة

المجتہد (۲۶۱/۱) فقه الزکاة (۱۶۴/۱-۱۶۶)

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۲۰/۳)]

قرض دی ہوئی رقم کی زکوٰۃ

قرض دی ہوئی رقم کی دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) جس کے واپس ملنے کی اُمید ہو۔ (۲) جس کے واپس ملنے کی اُمید نہ ہو۔

اگر تو ایسے شخص کو قرض دیا گیا ہے جس کے پاس مالی فراوانی ہے اور وہ ہے بھی دیا نندا از اس سے کسی بھی وقت مال وصول کیا جاسکتا ہے تو پھر مالک پر لازم ہے کہ وہ قرض کی رقم کو باقی مال کے ساتھ ملا کر ہر سال زکوٰۃ ادا کرتا رہے۔ لیکن اگر جسے قرض دیا گیا ہے وہ اتنا تنگ دست ہے کہ اس سے کبھی ادائیگی کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی یا وہ قرض لے کر کہیں فرار ہو گیا ہے یا وہ قرض لینے کا ہی انکاری ہے تو اس صورت میں قرض کی رقم سے زکوٰۃ کو اُس وقت تک مؤخر کر دیا جائے گا جب تک وہ رقم وصول نہ ہو جائے اور جب وہ رقم وصول ہو تو مالک پر لازم ہے کہ فوراً ایک سال کی زکوٰۃ ادا کر دے۔

(شیخ ابن بازؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۲)

(شیخ ابن جبرینؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(مالکؒ) قرض کے متعلق ہمارے نزدیک جس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں وہ یہ ہے کہ قرض دینے والا اُس وقت تک قرض کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا جب تک وہ اس رقم کو اپنے قبضہ میں نہ لے لے اگرچہ وہ رقم اُس شخص کے پاس کئی سال تک رہے جس پر قرض ہے۔ پھر جب مالک اُس رقم کو اپنے قبضہ میں لے لے گا تو اُس پر صرف ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۴)

(عمر بن عبدالعزیزؒ، حسنؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، لیثؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(حنفیہؒ، ثوریؒ، ابو سعیدؒ) ایسا شخص گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ (۵)

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۸۸/۲)]

(۲) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۲۵/۱۸)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیہ (۸۸/۲)]

(۴) [موطا (۵۹۶) کتاب الزکاة : باب الزکاة فی الدین]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : المغنی لابن قدامة (۲۶۹/۴-۲۷۱) بدائع الصنائع (۱۰/۲) الدر المختار

(۴۷/۲) الشرح الكبير (۴۵۸/۱) بدایة المحتشد (۲۶۴/۱) المجموع للنووی (۳۱۳/۵) المہذب

(۱۴۲/۱) الفقه الإسلامی وأدلته (۷۶۸/۲)]

قرض سے زکوٰۃ کو منہا کرنا کیسا ہے؟

ایسا کرنا درست ہے لیکن یہ شرط ہے کہ جسے قرض دیا گیا ہے وہ فی الواقع مستحق زکوٰۃ ہو یعنی مسکین و محتاج ہو اور اس کا کوئی ایسا معقول ذریعہ آمدن نہ ہو جس سے وہ قرض کی رقم لوٹا سکے نیز اسے صرف رضائے الہی کے حصول کے لیے ہی قرض معاف کیا جائے اس کے علاوہ اور کوئی ذاتی مفاد یا دنیاوی غرض و مقصد نہ ہو۔

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس شخص کو یہ بتانا بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہیں یہ زکوٰۃ کی رقم معاف کر رہے ہیں یا یہ تعاون زکوٰۃ کے مال سے ہے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں شریعت نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی کہ جسے زکوٰۃ دی جا رہی ہے اسے یہ بھی بتایا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ علاوہ ازیں بعض خود دار قسم کے لوگ زکوٰۃ لینا ہی پسند نہیں کرتے حالانکہ وہ اس کے مستحق بھی ہوتے ہیں۔ لہذا اگر زکوٰۃ کے متعلق بغیر بتائے انہیں قرض کی رقم معاف کر دی جائے تو قرض بھی ادا ہو جائے گا اور تنگ دست کا تعاون بھی۔

مالِ ضار میں زکوٰۃ کا حکم

مالِ ضار سے مراد ایسا مال ہے جو کسی کے ہاتھ سے یوں نکل جائے کہ پھر اس کے واپس ملنے کی امید ہی نہ ہو مثلاً کہیں گم ہو جائے، سمندر میں ڈوب جائے، کوئی چوری کر لے، چھین لے، بطور قرض لے کر مکر جائے، کہیں چھپا کر بھول جائے یا ظالم حکمران زبردستی اپنے قبضہ میں لے لے۔ (۲)

ایسی تمام صورتوں میں اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ اسے اس مال پر کامل تصرف حاصل نہیں۔ البتہ اگر کبھی اسے وہ مال مل جائے، خواہ کئی سالوں کے بعد ہی ملے، تو اسے اس مال سے ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے یہی فیصلہ فرمایا تھا۔

ایوب بن ابی تمیمہ سختیانیؓ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ فِي مَالٍ قَبَضَهُ بَعْضُ الْوَلَاةِ ظُلْمًا، يَأْمُرُ بِرَدِّهِ إِلَى أَهْلِهِ وَ يُؤْخَذُ زَكَاَتُهُ لِمَا مَضَى مِنَ السَّنِينَ ثُمَّ عَقَّبَ بَعْدَ ذَلِكَ بِكِتَابٍ أَنَّهُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ زَكَاةٌ وَاحِدَةٌ فَإِنَّهُ كَانَ ضِمَارًا﴾
”حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اس مال کے متعلق لکھا، جسے بعض حکومتی ذمہ داران نے ظلماً اپنے قبضے میں

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۵۱/۲۵)]

(۲) [مزید دیکھئے: شرح الزرقانی علی الموطا (۱۴۵/۲)]

لے لیا تھا، کہ وہ اُس مال کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیں اور اُس مال سے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ وصول کی جائے پھر اس کے بعد آپؐ نے ایک اور مکتوب بھیجا کہ اس مال سے صرف ایک سال کی ہی زکوٰۃ وصول کی جائے کیونکہ یہ مال ضار ہے۔“ (۱)

(زرقانیؒ) اگر اس پر گزشتہ ہر سال کی زکوٰۃ واجب کر دی گئی تو یقیناً وہ اسے ہلاک کر دے گی۔ (۲)

لقطہ یعنی گری پڑی چیز کی زکوٰۃ

لقطہ سے مراد ایسی گمشدہ چیز ہے جو راستے میں کہیں گری پڑی ملے۔ اگر تو وہ چیز حقیر و معمولی قسم کی ہو مثلاً چھڑی، کوڑا، رسی وغیرہ تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ قیمتی ہو تو اٹھانے والے پر لازم ہے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرتا رہے۔ اگر اس کا مالک آجائے تو اسے ادا کر دے اور اگر اس کا مالک نہ ملے تو سال تشہیر کرنے کے بعد وہ شخص خود اسے استعمال کر سکتا ہے، تاہم یہ یاد رہے کہ وہ چیز اس کے پاس بطور امانت ہی ہوگی اور جب کبھی زندگی میں اس کا حقیقی مالک آجائے گا تو اسے وہ چیز ادا کرنا ہوگی۔ (۳)

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ گری پڑی چیز نصاب تک پہنچتی ہو اور اس میں دیگر شرائط زکوٰۃ بھی موجود ہوں تو اس کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا؟ اس مسئلے میں اختلاف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اُس گمشدہ چیز پر کامل ملکیت کس کی ہے؟ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اٹھانے والے کو سال تشہیر کرنے کے بعد جب اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے تو اب وہ اس کی ملکیت ہے اور اسے ہی اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی اور بعض دوسرے اہل علم کا خیال ہے کہ چونکہ حدیث میں موجود ہے کہ گمشدہ چیز اٹھانے والے کے پاس بطور امانت ہوگی اگرچہ اسے استعمال کی اجازت دی گئی ہے، اور جب کبھی اس کا حقیقی مالک آئے گا تو وہ چیز اسے واپس کرنا ہوگی اس لیے وہ اٹھانے والی کی ملکیت نہیں اور جب وہ اس کی ملکیت نہیں تو اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔

ہمارے علم کے مطابق پہلا موقف رائج ہے کیونکہ اگر اٹھانے والے پر وجوب زکوٰۃ کا حکم نہ لگایا جائے اور

(۱) [موطا (۵۹۵) کتاب الزکاة: باب الزکاة فی الدین]

(۲) [شرح الزرقانی علی الموطا (۱۴۵/۲)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے رقم الحروف کی کتاب: فہمہ الحدیث (۵۵۰/۲) اور دلائل کے لیے دیکھئے: بخاری

(۲۴۹/۲) کتاب اللقطة: باب إذا لم يوجد صاحب اللقطة بعد سنة فهي لمن وجدها، ابو داود (۱۷۰۴)

(۱۷۰۹) کتاب اللقطة: باب التعریف باللقطة، ترمذی (۱۳۷۲) کتاب الأحکام: باب ما جاء فی اللقطة

وضالة الإبل والغنم، ابن ماجہ (۲۵۰۵) کتاب الأحکام: باب اللقطة، موارد الظمان (۱۱۶۹) دارقطنی

اس کا حقیقی مالک بھی کبھی نہ آئے تو آخر اس کی زکوٰۃ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ یقیناً وہی شخص کہ جس کے تصرف میں وہ مال ہے لہذا جب تشہیر کا سال گزر جائے گا تو حکماً وہ اس کا مالک قرار پائے گا اور پھر اُس مال پر سال گزرنے کے بعد وہ شخص اُس مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ (واللہ اعلم)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر (تشہیر کے سال کے بعد) اس کا مالک آجائے تو اسے اُس (گزشتہ) سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی جس میں اٹھانے والے کو اس چیز کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔ (۱)

عورت کے حق مہر کی زکوٰۃ

اگر شادی کے فوراً بعد عورت کو اس کا مقررہ حق مہر ادا کر دیا گیا ہے اور وہ نصاب کو بھی پہنچتا ہے تو اس پر ایک سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن اگر عورت کو فوراً حق مہر ادا نہیں کیا گیا اور پھر مرد بھی اس کی ادائیگی میں سستی کرتے ہوئے کئی سال گزار دیتا ہے تو وہ مرد پر عورت کا قرض متصور ہوگا اور اس کا حکم وہی ہوگا جو قرض کا ہے یعنی اگر تو اس کے ملنے کی امید ہے تو ہر سال اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی عورت پر واجب ہوگی اور اگر کسی وجہ سے امید نہیں تو جب مہر ملے گا تو پھر اُسے اس سے ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی بشرطیکہ وہ مہر بذاتِ خود نصاب کو پہنچتا ہو یا دیگر مالیت کے ساتھ ملا کر نصاب کو پہنچے۔

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ”البانیؒ“ سے اس (مہر کی زکوٰۃ کے متعلق) دریافت کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا: جب مہر عورت کی ملکیت میں آجائے تو سال گزرنے اور نصاب تک پہنچنے کی شرط کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر مہر اس کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ شوہر کے ذمے ہو تو اس مہر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

البتہ اگر وہ عورت دیکھے کہ اس کا مہر زندہ قرض کی صورت میں ہے یعنی وہ جب چاہے اُسے حاصل کر سکتی ہے تو اس حالت میں اُس پر زکوٰۃ نکالنا واجب ہوگا۔ لیکن اگر وہ اس مہر کو ایسا مردہ قرض شمار کرتی ہے کہ جس کے صاحب کو اس کے ملنے کی امید نہیں ہوتی تو اس صورت میں اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲)

(حنبلیہ) ان کے ہاں مہر کی زکوٰۃ کا وہی حکم ہے جو قرض کی زکوٰۃ کا ہے۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) عورت کے مہر میں اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں جب تک وہ اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے اور قبضے میں لینے کے بعد مہر کا نصاب کو پہنچتا اور اس پر سال کا گزرنہ بھی شرط ہے الا کہ عورت کے پاس مہر کے

(۱) [المغنی (۴/۲۷۶)]

(۲) [کما فی الموسوعة الفقهية الميسرة (۳/۴۴۱)]

علاوہ کوئی اور نصاب بھی ہو تو مہر کو اس کے ساتھ ملا کر وہ ایک سال کی زکوٰۃ ادا کر دے گی۔ (۱)
(ابن تیمیہؒ) انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تائید کی ہے۔ (۲)

بیمہ کی رقم کی زکوٰۃ

بیمہ کی رقم سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور حرام مال میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال و پاکیزہ مال کو ہی قبول فرماتے ہیں جیسا کہ گزشتہ اوراق میں اس کے دلائل ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

شادی کے لیے جمع کیے ہوئے مال کی زکوٰۃ

(سعودی مجلس افتاء) اس مال میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ مال اُن تمام دلائل کے عموم میں شامل ہے جو وجوب زکوٰۃ پر دلالت کرتے ہیں اور اس شخص کا یہ ارادہ رکھنا کہ وہ اس مال کے ساتھ شادی کرے گا کوئی ایسا (معتول) سبب نہیں ہے کہ جو اس مال میں زکوٰۃ ساقط کر دے۔ (۳)

مکان کی تعمیر کے لیے جمع کئے ہوئے مال کی زکوٰۃ

(ابن بازؒ) جمع شدہ مال شادی کے لیے ہو مکان کی تعمیر کے لیے یا کسی دوسری غرض کے لیے جب وہ حد نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال کا عرصہ گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے خواہ یہ سونا ہو یا چاندی یا کرنسی نوٹ ہوں۔ کیونکہ وجوب زکوٰۃ پر دلالت کرنے والے دلائل میں عموم ہے۔ لہذا استثناء جو چیز بھی حد نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۴)

بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوٰۃ

(ابن بازؒ) ایسا مال جو کسی اسلامی بینک میں رکھا گیا ہے اس کا حکم وہی ہے جو دیگر اموال کا ہے اس میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ اس پر اس کے منافع سمیت ایک سال کا عرصہ گزر جائے اور اس کی شرح اصل اور منافع میں اڑھائی فیصد کے حساب سے چالیسواں حصہ ہے۔ (۵)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۲۷۷/۴) فقه السنة (۳۲۱/۱)]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۳۱/۲۵)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۶۹/۹)]

(۴) [فتاوی ابن باز مترجم (۱۱۱/۱) فتاوی اسلامیة (۷۳/۲)]

(۵) [فتاوی اسلامیة (۷۴/۲)]

کیا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مال میں بالعموم صرف زکوٰۃ ہی واجب ہے، اس کے علاوہ دیگر صدقات و عطایا محض استحباب کی ہی حیثیت رکھتے ہیں، البتہ بعض اوقات یہی مستحب صدقات مزید مؤکد یا وجوب کفائی کی صورت اختیار کر جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص مالدار ہے اور اس کے سامنے کوئی شخص دواء کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے مر رہا ہے تو اس پر یا کسی بھی دوسرے مالدار شخص پر لازم ہوگا کہ وہ اس کی جان بچانے کے لیے حسبِ توفیق مال خرچ کرے۔ علاوہ ازیں عام حالات میں صرف زکوٰۃ ہی واجب ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

(۱) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد والوں میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہم اس کی آواز کی جھنجھناہٹ سنتے تھے اور ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ نزدیک آن پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے اس نے کہا بس اس کے سوا تو مجھ پر کوئی نماز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے تو اور بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں مگر تو نفل روزے رکھے تو اور بات ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةً، قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطْوُعَ، قَالَ فَأَذْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَفَلَحَ إِنْ صَدَقَ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکوٰۃ کا ذکر کیا (کہ یہ بھی اسلام کا ایک حصہ ہے) تو اس نے کہا کہ مجھ پر کوئی اور تو صدقہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں مگر تو نفلی صدقہ دے تو اور بات ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ آدمی واپس پھر اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم! میں اس پر نہ کچھ اضافہ کروں گا اور نہ اس میں کوئی کمی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ذَلَّلْنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُ دَحَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ، قَالَ: فَوَالَّذِي

(۱) [بخاری (۴۶) کتاب الإیمان: باب الزكاة من الإسلام، مسلم (۱۱) کتاب الإیمان: باب بیان الصلوات

التي هي أحد أركان الإسلام، موطا (۴۲۵) کتاب الصلاة: باب جمع التبرع من الصلاة]

نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أُزِيْدُ عَلَى هَذَا، فَلَمَّا وُلِّيَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْحَنَةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا ﴿﴾

”ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس پلٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو اہل جنت کا کوئی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔“ (۱)

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں دونوں سوال کرنے والوں نے واضح طور پر یہ کہا کہ وہ فرض زکوٰۃ سے زیادہ کچھ ادا نہیں کریں گے اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر نہ صرف ان سے راضی ہوئے بلکہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق جنت کی بشارت بھی سنائی۔ اگر مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق واجب ہوتا تو وہ اسے چھوڑ کر جنت کے مستحق قرار نہ پاتے۔

(3) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَرُكْحِي فَلَيْسَ بِكُنْزٍ﴾

”جو زیور زکوٰۃ کی ادائیگی تک پہنچ چکا ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔“ (۲)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے اموال کو خزانہ بنانے والوں کے متعلق جو وعید ہے وہ ایسے شخص کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے۔ لہذا اگر مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہوتا تو محض زکوٰۃ ادا کرنے سے کوئی شخص اس وعید سے نہ بچتا۔

مزید برآں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے، وہ ضعیف ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿سَأَلْتُ أَوْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ: إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا مِثْوَى الزَّكَاةِ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ

(۱) [بخاری (۱۳۹۷) کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة، مسلم (۱۴) کتاب الإیمان: باب بیان الإیمان

الذی یدخل بہ الحنة، ابن مندہ (۱۲۸)]

(۲) [حمص: صحیح أبو داود (۱۳۸۳) کتاب الزکاة: باب الکثر ما هو؟ و زکاة الحلی، أبو داود (۱۰۶۴)]

الآیۃ النبی فی البقرۃ "لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تُولُوْا وُجُوْهُکُمْ" الآیۃ ﴿

”میں نے سوال کیا یا نبی کریم ﷺ سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق (واجب) ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے (مشرق و مغرب کی جانب) پھیر لو۔“ (۱)

نیز مذاہب فقہاء پر مشتمل معتبر کتاب ”البحر الزخار“ میں کثیر فقہاء کا یہی موقف درج ہے کہ مال میں صرف ایک ہی حق واجب ہے اور وہ زکوٰۃ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص جو کچھ بھی خرچ کرے گا وہ نفلی صدقہ ہوگا واجب نہیں۔ (۲)



(۱) [ضعیف: ضعیف ترمذی، ترمذی (۶۵۹)، (۶۶۰) کتاب الزکاة: باب ما جاء أن فی المال حقاً سوى الزکاة، هداية الرواة (۱۸۵۶) اس روایت کی سند میں ”ابو جزمہ میمون العمري“ راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ امام ابن معینؒ نے کہا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ یہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔ امام جوزجانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ [التقریب (۷۹۴۵) الحرج والتعديل (۲۳۵/۸) أحوال الرجال (۸۷) التاريخ الصغير (۲۰/۲) الضعفاء (۵۸۱) تهذيب الكمال (۲۴۰/۲۹)]

(۲) [البحر الزخار (۱۳۸/۲)]

جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں

باب ما لا تجب فيه الزكاة

سونے چاندی کے علاوہ دیگر جواہرات میں زکوٰۃ نہیں

مثلاً ہیرا، موتی، یاقوت، زمرد، الماس، مرجان اور عقیق وغیرہ۔ ان سب میں زکوٰۃ اس لیے نہیں ہے کیونکہ ان میں زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور اشیاء میں اصل براءت ہی ہے جب تک کہ کوئی واضح دلیل نہ مل جائے جیسا کہ اس کی تائید اس قاعدے سے بھی ہوتی ہے ((الأصلُ براءةُ الذمّةِ)) ”اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔“ (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی بھی چیز کے وجوب و لزوم سے اس وقت تک بری الذمہ ہے جب تک کہ اسے اس کا حکم نہ دے دیا جائے لہذا پیش آمدہ معاملات میں اصل براءت ہی ہے۔ (۲)

(سید سابقؒ) علماء نے اتفاق کیا ہے کہ الماس، دریا قوت، موتی، مرجان، زبرجہد اور اس کی مثل عمدہ پتھروں میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) سونے چاندی کے علاوہ دوسرے جواہرات مثلاً موتی، مرجان، زبرجہد اور الماس وغیرہ کے زیورات میں کوئی زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ ایسا مال ہے جو نامی (یعنی بڑھنے والا) نہیں ہے بلکہ محض عورت کے لیے سامان اور زیور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنی نص کے ساتھ مباح قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَتَسْتَخْرِجُ حُجُورًا مِنْهُ حَلِيَّةٌ تَلْبَسُونَهَا﴾ [النحل: ۱۴] ”اور تم اس سے زیور نکالنے ہو جسے پہنتے ہو۔“ (۴)

(نودویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(احناف) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۶)

(۱) [الوجيز للدكتور عبد الكريم زيدان (ص/ ۲۷۰)]

(۲) [مزيد تفصيل کے لیے ملاحظہ ہو: القواعد الفقهية الكبرى للدكتور صالح بن غانم السدلان (ص/ ۱۲۰-۱۲۱)]

شرح المحلة للأستاذ (ص/ ۲۵۱-۲۶) المدخل الفقهي العام للرزقاء مادة رقم (۵۷۸) (۳/ ۹۷۰)]

(۳) [فقه السنة (۳۱۹/۱)]

(۴) [فقه الزكاة (۲۸۴/۱)]

(۵) [المجموع (۴۶۴/۵)]

(۶) [الدر المختار (۲۷۳/۲)]

(ابن حجرؒ) ان کی بھی یہی رائے ہے۔ (۱)

□ یاد رہے کہ اگر یہ جواہرات تجارت کے لیے ہوں گے تو پھر ان کی قیمت پر نصاب تک پہنچنے کے بعد ایک سال گزر جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی جو کہ دیگر اموال کے ساتھ ملا کر چالیسواں حصہ ادا کی جائے گی۔

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قَدْ غَوَّثَ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرَّقَّةِ.....﴾

”بے شک میں نے گھوڑے اور غلام سے زکوٰۃ معاف کر دی ہے پس تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي قَرَبِهِ وَغَلَامِهِ صَدَقَةٌ﴾

”مسلمان پر اس کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۴)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ (۵)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں مختلف اموال گھوڑے اور

غلام حاصل ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے اس میں زکوٰۃ وپاکیزگی ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ قَبْلِي﴾

”مجھ سے پہلے میرے دو ساتھیوں (یعنی محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے یہ کام نہیں کیا (کہ گھوڑوں

(۱) [فتح الباری (۳/۳۶۳)]

(۲) [فقه السنة (۱/۳۲۰)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۹۲) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة، أبو داود (۱۵۷۴) ترمذی

(۶۲۰) نسائی (۳۷/۵) أحمد (۹۸/۱) دارمی (۳۸۳/۱) دارقطنی فی العلل (۱/۱۶۱۳)]

(۴) [بخاری (۱۴۶۳، ۱۴۶۴) کتاب الزکاة : باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقة، مسلم (۹۸۲) کتاب

الزکاة : باب لا زکاة علی مسلم فی عبده وفرسه، أبو داود (۱۵۹۵) کتاب الزکاة : باب صدقة الرقيق،

ترمذی (۶۲۸) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی الخیل والرقيق صدقة، نسائی (۳۵/۵) ابن ماجہ (۱۸۱۲)

کتاب الزکاة : باب صدقة الخیل والرقيق، ابن أبی شیبہ (۱۵۱/۳) أحمد (۲۴۹/۲) بیہقی (۱۱۷/۴)

موطا (۲۷۷/۱) مسند شافعی (ص ۱۹۱) عبدالرزاق (۶۸۷۸) حمیدی (۱۰۷۳) طیبی (۸۲۵) دارمی

(۲۸۴/۱) أبو یعلیٰ (۶۱۳۸) شرح السنة (۳/۳۳۵)]

(۵) [سبل السلام (۲/۷۹۹)]

اور غلاموں سے زکوٰۃ وصول کی ہو لہذا میں بھی ایسا نہیں کروں گا۔“ (۱)

ان احادیث میں مذکور غلام سے مراد ایسا غلام ہے جو انسان نے اپنی خدمت کے لیے رکھا ہو اور گھوڑے سے مراد ایسا گھوڑا ہے جو اپنی سواری کے لیے مخصوص ہو پھر ان میں زکوٰۃ نہیں ہوگی لیکن اگر انہیں تجارت کے لیے رکھا ہو تو پھر ان میں بھی تجارتی مال ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ لازم ہوگی۔

(شیخ سلیم الہدالی) مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) اگر گھوڑے ذاتی استعمال کے لیے ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں۔ (۳)

(اہل ظاہر ابن حزم) تجارتی گھوڑے اور غلام میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ (۴)

(ابو حنیفہ، زفر) جب گھوڑے مذکور اور مونث باہر چرنے والے ہوں تو ان کے مالک (پر زکوٰۃ ہے اور اس) کو اختیار ہے، اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار ادا کر دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت لگا کر ہر دو سو درہم سے پانچ درہم نکال دے۔

ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف روایت ہے جس کے لفظ یہ ہیں:

﴿فِي الْخَيْلِ السَّائِمَةِ فِي كُلِّ فَرَسٍ دِينَارٌ﴾

”باہر چرنے والے ہر گھوڑے میں ایک دینار زکوٰۃ ہے۔“ (۵)

(۱) [احمد (۱۴۱۱) امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ اس روایت کو احمد نے اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷۲/۳) امام شوکانی] فرماتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اثر کے راوی ثقہ ہیں۔ [نیل الأوطار (۹۱/۳)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۸۹/۲)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۱۷/۹)]

(۴) [المحلی (۲۰۹/۵)]

(۵) [ضعیف: تلخیص الحبیبر (۳۳۹/۲) دارقطنی (۱۲۶-۱۲۵/۲) کتاب الزکاة: باب زکاة مال التجارة

وسقوطها عن الخيل والرقیق، بیہقی فی السنن الكبرى (۱۱۹/۴) کتاب الزکاة: باب من رأى فی الخيل صدقة، تاریخ بغداد (۳۹۸/۶) العلل لابن الحوزی (۴۹۶/۲) طبرانی اوسط (۷۶۶/۵) امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں لیث بن حماد اور غورک دونوں راوی ضعیف ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷۲/۳)] حافظ ابن حجر نے اس روایت کی سند کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ امام دارقطنی نے فرمایا کہ اس کی سند میں غورک بن حصرم راوی بہت زیادہ ضعیف ہے۔ اس راوی کے متعلق مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: میزان الاعتدال (۴۰۷/۵) المغنی (۵۰۷/۲) لسان المیزان

(۴۹۶/۴) توضیح المشتبه (۲۵۱/۳) امام شوکانی] فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ناقابل حجت ہے۔ [نیل الأوطار (۹۲/۳)] امام زیلعی رقمطراز ہیں کہ امام بیہقی نے فرمایا: اگر یہ حدیث امام ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہوتی تو وہ امام ابو حنیفہ کی مخالفت نہ کرتے۔ [نصب الراية (۳۶۵/۲)]

(مالک، شافعی، ابو یوسف، محمدؒ) گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مسلمان پر اس کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۱)

(فتاویٰ قاضی خان) میں ہے کہ فتویٰ ان دونوں (یعنی قاضی ابو یوسفؒ اور محمدؒ) کے قول کے مطابق ہے اور انہوں نے اجماع کیا ہے کہ امام کسی بھی فرد سے زبردستی گھوڑے کی زکوٰۃ وصول نہیں کر سکتا۔ (۲)

(ابن عابدینؒ) بیان کرتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے کہا کہ یہ یعنی صاحبین کا قول دونوں اقوال میں سے مجھے زیادہ پسند ہے اور اسی قول کو قاضی ابو زید نے اسرار اور یتایع میں راجح قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۳)

(عبید اللہ مبارکپوریؒ) راجح قول وہ ہے جسے جمہور اہل علم نے اپنایا ہے۔ (۴)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(ترمذیؒ) اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ باہر چرنے والے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں اور نہ ہی غلام میں زکوٰۃ ہے جبکہ وہ خدمت کے لیے ہوں۔ ہاں جب تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمتوں میں زکوٰۃ ہے جب ان پر سال کا عرصہ گزر جائے۔ (۶)

□ واضح رہے کہ ذاتی استعمال کی اشیاء مثلاً رہائشی مکان، رہائش کے لیے خریدا ہوا پلاٹ، فرنیچر، برتن، فریزر، اسلحہ، موٹر سائیکل اور کار وغیرہ کو بھی گھوڑے اور غلام پر قیاس کیا جائے گا اور ان اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

غلام کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی ضروری ہے

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ إِلَّا زَكَاةُ الْفِطْرِ فِي الرَّقِيقِ﴾

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: نصب الرایۃ مع الہدایۃ (۳۶۳/۲) الأم للشافعی (۳۴۱/۲) شرح المہذب

(۳۱۱/۵) الحاوی للمعاریض (۱۹۱/۳) بدائع الصنائع (۳۴۱/۲) المبسوط (۱۸۹/۲) تحفۃ الفقہاء

(۴۵۲/۱) کشاف القناع (۱۶۷/۲) فتح العلام (ص ۳۲۳) نیل الأوطار (۱۵۳/۴)]

(۲) [فتاویٰ قاضی خان (۱۱۹/۱)]

(۳) [حاشیۃ ابن عابدین (۲۶/۲)]

(۴) [مرعۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (۹۱/۶)]

(۵) [تحفۃ الأحمودی (۳۰۹/۳)]

(۶) [جامع ترمذی (بعد الحدیث ۶۲۸) کتاب الزکاة: باب ما جاء لیس فی الخیل والرَّقِيقِ صدقۃ]

”گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں مگر غلام میں زکوٰۃ الفطر لازم ہے۔“ (۱)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ﴾

”غلام میں کوئی صدقہ نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔“ (۲)

(عبداللہ بسام) غلام پر زکوٰۃ الفطر واجب ہے خواہ وہ خدمت کے لیے ہو یا تجارت کے لیے۔ (۳)

گدھوں اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں

کیونکہ کتاب و سنت میں ان کی زکوٰۃ مقرر نہیں کی گئی لیکن یہ یاد رہے کہ اگر یہ جانور تجارت کے لیے ہوں تو پھر دیگر اموال تجارت کی طرح ان کی بھی قیمت لگا کر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(سید سابقؒ) ”گھوڑے، خچر اور گدھے میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ یہ تجارت کے لیے ہوں۔ (۴)

(مرغبانی حنفیؒ) ”خچر اور گدھے میں کچھ نہیں ہے الا کہ وہ تجارت کے لیے ہوں۔ (۵)

(ابن حزمؒ) ”گدھے کے متعلق ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے اس میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہو۔ (۶)

غیر سائمہ یعنی پالتو جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

غیر سائمہ سے مراد ایسے اونٹ، گائے، بھینسیں اور بکریاں ہیں کہ جن کی پرورش گھر میں چارہ ڈال کر کی جاتی ہے۔ ان میں زکوٰۃ واجب نہیں خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو جائے۔ تاہم ان سے حاصل شدہ آمدنی اگر کچھ جمع ہو جائے تو سال گزرنے پر دیگر اموال کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ لیکن اگر یہ جانور بھی تجارت کے لیے ہوں تو ان میں سے بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ فرضیت زکوٰۃ کے لیے جن روایات میں جانوروں کے ”سائمہ (باہر چرنے والے)“ ہونے کی شرط لگائی گئی ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) فریضہ زکوٰۃ کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۰۹) کتاب الزکاة: باب صدقة الرقيق، أبو داود (۱۵۹۴) دارقطنی

(۱۲۷/۲) کتاب الزکاة: باب مال التجارة و سقوطها عن الخيل والرقيق]

(۲) [مسلم (۹۸۲) کتاب الزکاة: باب لا زکاة علی مسلم فی عبده و فرسه]

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۱۲/۳)]

(۴) [فقه السنة (۳۳۹/۱)]

(۵) [نصب الرایة مع الهدایة (۳۶۶/۲)]

(۶) [المحلی بالآثار (۳۵/۴)]

﴿وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي "سَائِمَتِهَا" إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةِ شَاةٍ﴾
 ”باہر چرنے والی بکریوں کی تعداد جب چالیس ہو جائے تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔“ (۱)

(۲) بھڑ بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿فِي كُلِّ "سَائِمَةٍ" إِبِلٍ فِي أَرْبَعِينَ بَنَتْ لَبُونٍ﴾

”ہر چالیس سائمہ (باہر چرنے والے) اونٹوں پر ایک دوسالہ اونٹنی زکوٰۃ ہے۔“ (۲)

عالمہ جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

(۱) حضرت علی بن ابی الثمرہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ

﴿لَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ﴾

”عالمہ جانوروں پر کوئی چیز نہیں ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت علی بن ابی الثمرہ نے فرمایا کہ

﴿لَيْسَ فِي الْبَقَرِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ﴾

”کام کرنے والے بیلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔“ (۴)

(۳) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِي الْإِبِلِ الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ﴾

”کام کرنے والے اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۱۴۵۴) کتاب الزکاة: باب زکاة الغنم، ابو داود (۱۵۶۷)]

(۲) [ابو داود (۱۵۷۵) نسائی (۲۴۴۹) احمد (۲/۵)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۵۷۲) کتاب الزکاة: باب فی زکاة السائمة، ابو داود (۱۵۷۲)]

(۴) [دارقطنی (۱۰۳/۲) بیہقی (۱۱۶/۴) شیخ عبد اللہ بن سہام رقمطراز ہیں کہ اس حدیث کو امام ابن قسطلان

نے صحیح کہا ہے اور انہوں نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ اسے روایت کرنے والا ہر راوی ثقہ اور معروف ہے۔ [توضیح الأحکام

شرح بلوغ المرام (۳۲۳/۳)] شیخ حازم علی قاضی بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح موقوف ہے۔ [التعلیق علی سبل

السلام (۸۰۷/۲)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ راجح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ [بلوغ المرام (۴۹۰)]

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ یہ روایت حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بھی

مروی ہے مگر ان تینوں کی اسناد ضعیف ہیں۔ [تلخیص الحبییر (۳۵۲/۲)]

(۵) [السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۱۶/۴) کتاب الزکاة: باب ما یسقط الصدقة عن الماشية، امام بیہقیؒ نے اس

روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحبییر (۳۵۲/۲)]

عالمہ جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں مختلف کاموں مثلاً کھیتی باڑی، کنوئیں سے پانی نکالنا، بوجھ اٹھانا وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہو۔

(عبداللہ مبارکپوری) عواملِ عالمہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ جانور ہیں جن کے ذریعے پانی حاصل کیا جاتا ہو کھیتی باڑی کی جاتی ہو اور انہیں دیگر کاموں میں استعمال کیا جاتا ہو۔ (مذکورہ) حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۱)

(امیر صنعانی) یہ حدیث دلیل ہے کہ کام کرنے والے بیلوں پر کچھ نہیں ہے اور اس کا ظاہر یہ بتلاتا ہے کہ خواہ وہ جانور باہر چرنے والے ہوں یا انہیں گھر میں چارہ ڈالا جاتا ہو (ان پر زکوٰۃ نہیں)۔ (۲)

(خطابی) حدیث کے یہ الفاظ ”کام کرنے والے جانوروں پر کچھ نہیں ہے۔“ وضاحت کرتے ہیں کہ جو حضرات ان جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب قرار دیتے ہیں اُن کا قول فاسد ہے۔ (۳)

آلاتِ تجارت میں زکوٰۃ نہیں

جیسا کہ گزشتہ حدیث میں موجود ہے کہ ”کام کرنے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں۔“ ان سے چونکہ پیداوار حاصل کرنے کا کام لیا جاتا ہے یعنی یہ ذرائع اور آلات کے بطور استعمال ہوتے ہیں اس لیے ان پر زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح وہ تمام اشیاء جو بطور آلات و ذرائع آمدن استعمال کی جاتی ہیں، زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گی مثلاً آلاتِ تجارت، کرائے کے مکان، کرائے کی دکانیں، کرائے کی گاڑیاں وغیرہ اسی طرح فیکٹریوں، کارخانوں اور ملوں کی زمین، عمارت اور مشینری وغیرہ۔

ایسی تمام اشیاء میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ شریعت میں ان کی زکوٰۃ کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں۔ نیز براءتِ اصلیہ کا قاعدہ بھی عدمِ وجوب کی تائید کرتا ہے لہذا ان اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ لیکن اگر ان کی تجارت کی جاتی ہو مثلاً کوئی پلاٹ یا گھر تعمیر کر کے فروخت کرنے کا کاروبار کرتا ہو یا گاڑیاں یا مشینری وغیرہ بیچتا ہو تو پھر ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اموالِ تجارت میں فرضیتِ زکوٰۃ ثابت ہے۔

(عبداللہ بسام) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(۱) [مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (۱/۶۱۶)]

(۲) [سبل السلام (۸۰۷/۲)]

(۳) [معالم السنن (۳۰/۲)]

(۴) [توضیح الأحکام شرح بلوغ العمرام (۳۲۳/۳)]

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اس قسم کی اشیاء میں اگر چہ زکوٰۃ نہیں ہے لیکن ان سے حاصل شدہ منافع کو دیگر مالیت کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی کیونکہ وہ مال نقدی کی صورت میں موجود ہے اور نقدی میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ نصاب کو پہنچ چکی ہو اور اس پر سال کا عرصہ گزر گیا ہو۔ (۱)

(شیخ ابن باز) جب دوکانیں اور ٹیکسیاں کمائی کا ذریعہ ہوں اور ان کے کرائے سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ مگر جب یہ چیزیں یا ان میں سے کچھ تجارت کے لیے ہوں تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ زکوٰۃ تجارتی قیمت پر ہوگی جبکہ اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔

ایک دوسرے فتوے میں فرماتے ہیں کہ

جب مکان یا دکان کے کرایہ یا ان کے علاوہ دوسری نقد پر سال بھر کا عرصہ گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ وہ حد نصاب کو پہنچتا ہو اور کرایہ پر دینے والا شخص سال گزرنے سے پہلے جو کچھ اپنی ضروریات میں خرچ کر ڈالے اس میں زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین) ایسے آلات تجارت جنہیں نفع حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ان میں زکوٰۃ نہیں۔ (۳)

حرام مال میں زکوٰۃ نہیں

اس مسئلے کا تفصیلی بیان سابقہ باب ”جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے“ کے تحت گزر چکا ہے۔



(۱) [الفقه على المذاهب الأربعة (۵۹۵/۱)]

(۲) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۱۲/۱-۱۱۳)]

(۳) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۲۱۲/۱۸)]

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

باب زکاة الذهب والفضة

سونے اور چاندی میں فرضیت زکوٰۃ کے دلائل

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُخْمَلُ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَيُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَأُخْرُؤُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا نَفْسِكُمْ فَلَذَوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ [التوبة: ۳۴-۳۵]

”جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے کہ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحٌ مِنْ نَارٍ فَأُخْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَيُكْوَىٰ بِهَا جَنْبُهُ وَجَبْهَتُهُ وَظَهْرُهُ﴾

”جس شخص کے پاس بھی سونا چاندی ہے اور وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے لیے سونے چاندی کے پترے آگ سے بنائے جائیں گے دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کیا جائے گا پھر ان پتروں سے اس کے پہلوؤں اس کی پیشانی اور اس کی کمر کو داغا جائے گا۔“ (۱)

(سید سابقؒ) سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے (خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو)۔ (۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ہر زمانے میں مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے کہ نقدین (یعنی سونے اور چاندی) میں

(۱) [مسلم (۹۸۷) کتاب الزکاة: باب إثم مانع الزکاة] أبو داود (۱۶۵۸) کتاب الزکاة: باب فی حقوق

العمال، أحمد (۱۶۲/۲) عبدالرزاق (۶۸۵۸) ابن خزيمة (۲۲۵۲) ابن حبان (۳۲۵۳) بیہقی (۱۸۱/۴)

شرح السنة (۳۱۱/۳)

(۲) [فقہ السنة (۳۱۸/۱)]

زکوٰۃ واجب ہے۔ (۱)

(شیخ وہبہ زحلی) فقہاء کا اتفاق ہے کہ نقد (سونہ چاندی اور کانڈی کرنسی) میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲)
(شیخ حسین بن عودہ) نقدین یعنی سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۳)

سونے اور چاندی کا نصاب اور شرح زکوٰۃ

- سونے کا نصاب بیس (20) دینار ہے اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔
- اس میں اڑھائی فیصد (2.50%) کے حساب سے چالیسواں حصہ یعنی نصف دینار زکوٰۃ ہے۔
- چاندی کا نصاب دوسو (200) درہم ہے اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں۔
- اس میں اڑھائی فیصد کے حساب سے پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔
- سونا اگر بیس دینار سے یا چاندی دوسو درہم سے زائد ہو تو مکمل مالیت سے اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خُمْسَةٌ دَرَاهِمٌ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحَسَابِ ذَلِكَ﴾

”جب تیرے پاس دوسو (200) درہم ہوں اور ان پر پورا سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور جب تیرے پاس بیس (20) دینار نہ ہوں یا ان پر پورا سال نہ گزرا ہو تو تجھ پر کوئی چیز نہیں۔ جب بیس دینار ہو جائیں تو نصف دینار زکوٰۃ ہے اور جو اس سے زیادہ (سونہ یا چاندی) ہو گا تو اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی (یعنی ان میں سے بھی چالیسواں حصہ نکال لیا جائے گا خواہ ایک درہم یا ایک دینار ہی زیادہ ہو)۔“ (۴)

(2) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِيمَا ذُوْن خُمْسٍ أَوْاقٍ (مَنْ الْوَرِقِ) صَدَقَةٌ﴾

(۱) [فقہ الزکاة (۲۴۲/۱)]

(۲) [الفقہ الإسلامی و أدلته (۷۵۹/۲)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۵۱/۳)]

(۴) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۳۹۱) کتاب الزکاة: باب زکاة السائمة، أبو داود (۱۵۷۳)]

”پانچ اوقیہ (یعنی دو سو درہم) سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۱)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْحَبْلِ وَالرَّقِيقِ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَّةِ: مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَلَكِنَّ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةِ شَيْءٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمٍ﴾

”بے شک میں نے گھوڑے اور غلام سے زکوٰۃ معاف کر دی ہے پس تم چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس (40) درہم میں ایک درہم ادا کرو اور ایک سونٹا نوے (199) درہم میں زکوٰۃ نہیں ہے جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔“ (۲)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ تحریر فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان اور بہت رحم والا ہے یہ وہ فریضہ زکوٰۃ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے..... اس حدیث میں ہے کہ

﴿وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ﴾

”چاندی میں چالیسواں حصہ (زکوٰۃ) ہے۔“ (۳)

(شوکانیؒ) سونے چاندی میں زکوٰۃ کی فرضیت اور ان کا مذکورہ نصاب بلا اختلاف ثابت ہے۔ (۴)

(ابن حجرؒ) چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے۔ اس میں سوائے ابن حبیب اندلسی کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (۵)

(۱) [بخاری (۱۴۴۷) کتاب الزکاة : باب زکاة الورق، مسلم (۹۷۹) کتاب الزکاة : باب، أبو داود (۱۵۵۸) کتاب الزکاة : باب ما تجب فیہ الزکاة، ترمذی (۶۲۲) نسائی (۱۷/۵) ابن ماجہ (۱۷۹۳) مؤطا (۲۴۴/۱) مسند شافعی (۶۳۶) ابن ابی شیبہ (۱۱۷/۳) أحمد (۶/۳) نسائی (۱۷/۵) عبد الرزاق (۷۲۵۲) ابن الحارود (۳۴۰) دارقطنی (۹۳/۲) بیہقی (۸۴/۴) حبیبی (۷۳۵) شرح معانی الآثار (۳۵/۲) أبو یعلیٰ (۹۷۹)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۹۲) کتاب الزکاة : باب زکاة السائمة : أبو داود (۱۵۷۴) ترمذی (۶۲۰) نسائی (۳۷/۵) أحمد (۹۸/۱) دارمی (۳۸۳/۱) دارقطنی فی العلل (۱۶۱/۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۵۴) کتاب الزکاة : باب زکاة الغنم، أبو داود (۱۵۶۷) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة، نسائی (۱۸/۵) ابن ماجہ (۱۸۰۰) کتاب الزکاة : باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو فوق

سن، أحمد (۱۱۳۱) ابن الحارود (۳۴۲) دارقطنی (۱۱۳/۲) حاکم (۳۹۰/۱) بیہقی (۸۵/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۹۴-۹۳/۳)]

(۵) [فتح الباری (۶۷-۶۶/۴)]

(ابن تیمیہؒ) سونے کے نصاب کے متعلق امام مالکؒ نے ”موطا“ میں بیان فرمایا ہے کہ ”وہ سنت جس میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں یہ ہے کہ بیس (20) دینار میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جیسا کہ دوسو (200) درہم میں واجب ہوتی ہے۔ (۱)

□ موجودہ وزن کے مطابق بیس دینار ساڑھے سات (7.50) تولے یعنی ستاسی (87) گرام اور دوسو درہم ساڑھے باون (52.50) تولے یعنی چھ سو بارہ (612) گرام کے برابر ہے۔

سونے اور چاندی کو ملا کر کوئی ایک نصاب مکمل کر لینا

(جمہور) نصاب کی تکمیل کے لیے نقدین (یعنی سونے اور چاندی) میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (شافعیؒ) اؤنٹ اور گائے (کے نصاب) کی طرح ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ (۲) (راجع) امام شافعیؒ کا موقف زیادہ درست ہے۔

(ابن حزمؒ) سونے اور چاندی کو زکوٰۃ میں (اس طرح) جمع کرنا (کہ دونوں کو ملا کر کوئی ایک نصاب مکمل کر لیا جائے) جائز نہیں۔ (۳)

(سید سابقؒ) جو شخص نصاب سے کم سونے کا مالک ہو اور اسی طرح (نصاب سے کم) چاندی کا بھی تو وہ اُن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملائے گا اس غرض سے کہ ان سے نصاب مکمل کر لے کیونکہ یہ دونوں (الگ الگ) اجناس ہیں لہذا ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا جیسا کہ گائے اور بکری کی حالت ہے (کہ ان دونوں کو نصاب مکمل کرنے کے لیے اکٹھا نہیں کیا جاتا)۔ پس اگر کسی کے پاس 199 درہم اور 19 دینار ہوں گے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ (۴)

موجودہ کاغذی کرنسی کی زکوٰۃ

عہد رسالت میں سونا چاندی ہی کرنسی کے بطور استعمال ہوتا تھا اور عصر حاضر میں چونکہ سونا چاندی بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کے عوض کاغذی روپے استعمال ہوتے ہیں لہذا روپے کی تمام مالیت کو سونے یا چاندی میں سے جس کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینے سے غریاء و مساکین اور دیگر جہات میں زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے اس کے ساتھ ملا

(۱) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۱۲/۲۵)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۶۰/۲) المغنی لابن قدامة (۲۱۰/۴-۲۱۱)]

(۳) [المحلی بالآثار (۱۸۴/۴)]

(۴) [فقه السنة (۳۱۹/۱)]

کر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دینی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

اہل علم نے نقدی (یعنی رائج کرنسی) میں وجوب زکوٰۃ کے لیے کچھ شرائط بھی بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں:

- 1- نقدی شرعی نصاب کو پہنچ چکی ہو۔
- 2- اس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔
- 3- وہ قرض سے فارغ ہو۔
- 4- خفیہ نے اس شرط کا اضافہ کیا ہے کہ وہ حاجاتِ اصلیہ مثلاً خرچ، لباس، رہائشی گھر اور آلاتِ حرب وغیرہ سے زائد ہو۔ (۱)

سونے چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ

اگرچہ اہل علم نے اس مسئلے میں بھی بہت زیادہ اختلاف کیا ہے لیکن رائج مسلک یہی ہے کہ زیورات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) وہ تمام آیات و احادیث جن میں مطلقاً سونے اور چاندی سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے عموم میں زیورات بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ ایک آیت میں ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ.....﴾ [التوبة: ۳۴]

”جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں.....“

اور ایک حدیث میں ہے کہ

﴿مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ.....﴾

”جو بھی سونے یا چاندی کا مالک اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا.....“ (۲)

(۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسْكَنَانِ غَلِيطَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فقہ الزکاة للذکور یوسف قرضاوی (۲۷۷/۱-۲۸۱) الفقہ الاسلامی وأدلته

(۷۷۳/۲) الدر المختار و رد المحتار (۵/۲-۸)]

(۲) [مسلم (۹۷۸) کتاب الزکاة: باب إثم مانع الزکاة؛ أبو داود (۱۶۵۸) کتاب الزکاة: باب فی حقوق

المال، أحمد (۱۶۲/۲) عبد الرزاق (۶۸۵۸) ابن خزيمة (۲۲۵۲) ابن حبان (۳۲۵۳) بیہقی (۱۸/۴)

شرح السنة (۳۱۱/۳)]

قَالَ لَهَا: "أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا" قَالَتْ: لَا، قَالَ: أَيْسُرُكَ أَنْ يُسَوِّرَكَ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ، قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْفَتَهُمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ: هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ ﴿

”ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہمراہ اس کی بیٹی بھی تھی۔ اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا، کیا تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کے بدلے تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ یہ سن کر اس خاتون نے دونوں کنگن اتار دیئے اور نبی کریم ﷺ کی طرف پھینک دیئے اور کہا یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔“ (۱)

(3) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كُنْتُ الْبَسْتُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَكُنْزُ هُوَ؟ فَقَالَ: مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاةُ قَرْحَى فَلَيْسَ بِكُنْزٍ﴾

”میں سونے کا زیور پہنا کرتی تھی۔ میں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کیا یہ کنز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جو زیور زکوٰۃ کی ادائیگی تک پہنچ چکا ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔“ (۲)

(4) عبد اللہ بن شداد بن ہادی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا:

﴿دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتَبَ مِنْ وَرِيقٍ فَقَالَ مَا هَذَا؟ يَا عَائِشَةُ! فَقُلْتُ: صَنَعْتُهُنَّ أَتْرَبِينَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: "أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ" قُلْتُ: لَا أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ، قَالَ: هُوَ حَسْبُكَ مِنَ النَّارِ﴾

”رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے دیکھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے اے عائشہ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے انہیں آپ کے لیے مزیں ہونے کے لیے پہنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا، نہیں یا جو

(۱) [حسن: صحیح أبو داود (۱۳۸۲) کتاب الزکاة: باب الكنز ما هو؟ وزکاة الحلی، أبو داود (۱۵۶۲)]

ترمذی (۶۳۷) نسائی (۳۸۱۵) بیہقی (۱۴۰/۱۴) شیخ محمد صبحی حسن طلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۵۰/۱۴) شیخ حازم علی قاضی نے بھی اسے حسن کہا ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔] [التعلیق علی سبل السلام (۸۱۸/۲)]

(۲) [حسن: صحیح أبو داود (۱۳۸۳) کتاب الزکاة: باب الكنز ما هو؟ وزکاة الحلی، أبو داود (۱۵۶۴)]

دارقطنی (۱۰۵/۲) حاکم (۳۹۰/۱) بیہقی (۱۴۰/۱۴)]

اللہ نے چاہا کہہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو پھر جہنم کی آگ میں سے تمہارے لیے یہی کافی ہیں۔“ (۱)
ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ سونا اور چاندی دونوں کے زیورات میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

(ابن حزمؒ) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ فرض ہے۔ (۲)

(عبد الرحمن مبارکپوریؒ) یہی بات برحق ہے۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۴)

(احناف) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(ابن منذرؒ) ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ (۶)

(ابن بازؒ) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۷)

(ابن عثیمینؒ) ایسا زیور جسے پہننے کے لیے تیار کیا گیا ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۸)

(ابن جبرین) جس قول کو میں نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر سال مستعمل زیورات کی زکوٰۃ واجب ہے۔ (۹)

(شیخ علی بن آدم الولوی) رائج مذہب یہ ہے کہ جو زیور خواتین زینت کے لیے پہنتی ہیں ان میں زکوٰۃ فرض ہے۔ (۱۰)

(ڈاکٹر عائشہ القرنی) زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۱۱)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۱۲)

امام صنعانیؒ رقمطراز ہیں کہ اس مسئلے میں فقہاء کے چار اختلافی اقوال ہیں:
① زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۳۸۴) کتاب الزکاة: باب الكنز ما هو؟ و زکاة الحلی، أبو داود (۱۵۶۵)]

(۲) [المحلی بالآثر (۱۸۴/۴)]

(۳) [تحفة الأحمذی (۳۲۷/۳)]

(۴) [سبل السلام (۸۲۰/۲)]

(۵) [تبیین الحقائق للزیلعی (۲۷۶/۱-۲۷۷)]

(۶) [کما فی عمدة القاری شرح بخاری (۲۸۶/۷)]

(۷) [فتاویٰ اسلامیة (۵۳/۲)]

(۸) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۱۲۳/۱۸)]

(۹) [فتاویٰ اسلامیة (۸۳/۲)]

(۱۰) [شرح نسائی المسمیٰ ذخیرة العقبیٰ فی شرح المحتجب (۱۷۸/۲۲)]

(۱۱) [فقہ الدلیل للدکتور عائشہ القرنی (ص ۲۰۲)]

(۱۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۶۵/۹)]

② زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے (امام مالکؒ، امام احمدؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے)۔

③ زیورات کی زکوٰۃ انہیں عاریتاً دینا ہی ہے اس کے علاوہ الگ زکوٰۃ نہیں ہے۔

④ زیورات میں صرف ایک مرتبہ ہی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ (۱)

جو لوگ زیورات میں فرضیت زکوٰۃ کے منکر ہیں ان کے دلائل میں سے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی خیم پچوں کے زیورات سے زکوٰۃ نہیں نکالتی تھیں۔ (۲)
(شوکانیؒ) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں۔ (۳)

□ واضح رہے کہ سونے چاندی کے علاوہ دیگر جواہرات کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں الا کہ وہ تجارت کے لیے ہوں۔ اس مسئلے کا مزید بیان گزشتہ باب ”جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں“ کے تحت گزر چکا ہے۔
مردوں کے حرام زیور کی زکوٰۃ

زیور مرد کی ضروریات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کی فطرت کا یہ مقتضی ہے اسی لیے شریعت اسلامیہ نے اس پر سونے کا زیور پہننا حرام کیا ہے اور اس کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی ہی جائز قرار دی ہے کہ جس کے برابر زیور نصاب کو نہیں پہنچ سکتا۔

جب کوئی مرد سونے کا زیور مثلاً انگوٹھی یا ہار یا زنجیر یا اس کی مثل کوئی چیز پہن لے اور بذات خود اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے یا اس دوسرے مال کے ساتھ ملا کر پہنچے جو اس کے پاس موجود ہے تو یقیناً اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

تاہم کسی جائز ضرورت کے تحت مرد حضرات بھی سونا استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ یوم الکلاب کو ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی ناک کاٹ دی گئی تو انہوں نے

(۱) [سبل السلام (۸۱۹/۲-۸۲۰) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المبسوط (۱۹۲/۲) الہدایہ (۱۰۴/۱) اللباب

(۳۸۴/۱) الروض النضیر (۶۰۴/۲) قوانین الأحکام الشرعیہ (ص ۱۱۸/۱) المجموع (۳۲۶/۶) المغنی

(۶۰۳/۲) المعرفة للبیہقی (۱۴۰/۶) بیہقی فی السنن والآثار (۱۴۰/۶)

(۲) [موطا (۲۵۰/۱) کتاب الزکاة: باب ما لا زکاة فیہ من الحلی والتبر والعنبر]

(۳) [السبل الحرار (۱۹/۲-۲۱)]

(۴) [فقہ الزکاة (۲۸۳/۱)]

چاندی کی ناک لگوالی جس میں بد بو پیدا ہوگئی تو:

﴿فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِّنْ ذَهَبٍ﴾

”انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم سے سونے کی ناک لگوالی۔“ (۱)

(خطابیؒ) اس حدیث میں مردوں کے لیے بوقت ضرورت تھوڑے بہت سونے کے استعمال کا جواز موجود ہے مثلاً داڑھوں کی بھروائی وغیرہ۔ (۲)

مزید برآں بعض صحیح روایات اور آثار صحابہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تلوار کا دستہ یا خول وغیرہ بھی سونے کا بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن ان ضرورت کی اشیاء میں سونا استعمال کرنے سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۳)

(مالکیہ) مرد کے لیے جو زیور جائز ہے مثلاً ایسی تلوار کا قبضہ جسے جہاد کے لیے تیار کیا گیا ہے چاندی کی انگلی (سونے کی) ناک اور دانت وغیرہ اس میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ (۴)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

سونے کے قلم کی زکوٰۃ

(ابن بازؒ) صحیح تر بات یہ ہے کہ ان (سونے کے) قلموں کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں پر حرام کئے گئے ہیں۔“..... رہا ان کی زکوٰۃ کا مسئلہ تو جب یہ قلمیں بذاتہ حد نصاب کو پہنچ جائیں یا مالک کے پاس اگر اور سونا ہے تو اس کے ساتھ مل کر حد نصاب پورا کر دیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ ان پر سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔ (۶)

سونے چاندی کے برتنوں کی زکوٰۃ

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ ایک

(۱) [حسن: صحیح ابو داود (۳۵۶۱) کتاب المختام: باب ما جاء فی ربط الأسنان بالذهب] ابو داود

(۲۳۲۲) ترمذی (۱۷۷۰) کتاب اللباس: باب ما جاء فی شد الأسنان بالذهب

(۲) [کما فی عون المعبود (۱۹۸/۱۱)]

(۳) [مزید دیکھیے: المعنی لابن قدامة (۲۲۵/۴) فقه الزکاة (۲۸۳/۱)]

(۴) [الشرح الكبير (۴۶۰/۱) القوانين الفقهية (ص/۱۰۱) بداية المحتشد (۲۴۲/۱)]

(۵) [مجموع الفتاوى لابن تیمیة (۳۹/۲۵)]

(۶) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۰۹/۱)]

حدیث میں یہ وعید بھی موجود ہے کہ ”جو شخص چاندی کے برتنوں میں (کھاتا) پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرا رہا ہے۔“ (۱)

لیکن چونکہ ان برتنوں میں استعمال ہونے والا سونا چاندی زائد از ضرورت ہے اور انسان کی کامل ملکیت میں بھی ہے اس لیے اس کے نصاب کو پہنچ جانے کے بعد سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(ابن قدامہؒ) جن اشیاء کا استعمال حرام ہے انہیں استعمال کی ہیئت پر لینا بھی حرام ہے اور اس حرمت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں کیونکہ حرمت کا معنی ان دونوں کو شامل ہے اور وہ ہے فضول خرچی اور تکبر کی طرف رغبت اور فقراء و مساکین کی دل شکنی لہذا یہ دونوں حرمت میں مساوی ہیں۔ نیز عورتوں کو صرف اس قدر زیور سے آراستہ ہونے کی اجازت دی گئی ہے جس کی انہیں اپنے شوہروں کے لیے مزین ہونے میں ضرورت ہے اور یہ چیز برتنوں میں موجود نہیں لہذا وہ اپنی حرمت پر باقی رہیں گے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو بلاشبہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور اہل علم کے مابین اس مسئلے میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ البتہ ان برتنوں میں اُس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جب تک ان کا وزن نصاب تک نہ پہنچ جائے یا جب تک انسان کے پاس اس قدر مال موجود نہ ہو کہ جس کے ساتھ ان برتنوں کو ملا کر وزن نصاب تک پہنچے۔ (۲)

(شافعیہ) سونے چاندی کے برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۳)

(سید سابقؒ) سونے چاندی کے برتن رکھنا حرام تو ہے مگر ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۴)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ”البانیؒ“ سے دریافت کیا کہ کیا سونے کے برتنوں میں زکوٰۃ واجب ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ واجب ہے اگرچہ (انہیں رکھنا) حرام ہی ہے۔ (۵)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۵۶۳۴) کتاب الأشربة: باب آتية الفضة، مسلم (۲۰۶۵) کتاب اللباس والزينة: باب تحريم

استعمال أو اتى الذهب والفضة، ابن ماجة (۳۴۱۳) کتاب الأشربة: باب الشرب في آتية الفضة، موطا

(۹۲۴/۲) دارمی (۱۲۱/۲) احمد (۳۰۱/۶)

(۲) [المغنی لابن قدامة (۲۲۸/۴)]

(۳) [مغنی المحتاج (۳۹۰/۱) المجموع (۲۹/۶) المذهب (۱۵۸/۱)]

(۴) [فقه السنة (۳۲۱/۱)]

(۵) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۴۳/۳)]

(۶) [فقه الزكاة (۲۸۲/۱)]

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

باب زكاة الحيوان

جانوروں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ - أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ أَوْ كَمَا حَلَفَ - مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أَتَى بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَوُّهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَارَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ أُولَاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ﴾

”میں نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا (آپ ﷺ نے یوں قسم اٹھائی) اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے قسم اٹھائی ہو (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) ”کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ، گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ دنیا سے زیادہ بڑی اور موٹی تازی کر کے۔ پھر وہ اپنے مالک کو اپنے کھروں سے روندے گی اور سینگ مارے گی۔ جب آخری جانور اس پر سے گزر جائے گا تو پہلا جانور پھر لوٹ کر آئے گا (اور اسے سینگ مارے گا اور کھروں کے ساتھ روندے گا) اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔“ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کا اجماع ہے کہ باہر چرنے والے اونٹوں، گائیوں اور بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ نصاب تک پہنچتے ہوں۔ (۲)

مویشیوں میں فرضیت زکوٰۃ کی شرائط

1- ان کی تعداد شرعی نصاب تک پہنچ جائے۔

- (۱) [بخاری (۱۴۶۰) کتاب الزکاة: باب زکاة البقر، مسلم (۹۹۰) کتاب الزکاة: باب تغلیظ عقوبة من لا یؤدی الزکاة، ترمذی (۶۱۷) کتاب الزکاة: باب ما جاء عن رسول الله فی منع الزکاة من التشدید، ابن ماجہ (۱۷۸۵) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی منع الزکاة، احمد (۲۱۴۵۸) نسائی فی السنن الکبری (۲۲۳۶/۲) دارمی (۱۶۱۹) ابن حبان (۳۲۵۶) ابن خزيمة (۲۲۵۱) بیہقی (۹۷/۴)]
- (۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۰۲/۹)]

2- اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔

3- یہ جانور سائنہ ہوں، معلوفہ نہ ہوں یعنی ان کی پرورش کا اکثر و بیشتر انحصار پہاڑوں، جنگلوں یا دیگر سبزہ دار جگہوں میں چرنے پر ہونہ کہ گھریلو چارے پر۔

4- غیر عاملہ ہوں یعنی ان سے رہٹ یا بل چلانے یا کسی اور قسم کا کام نہ لیا جاتا ہو کیونکہ اس صورت میں ان جانوروں کی حیثیت آلات تجارت اور مشینری جیسی ہوگی جن پر زکوٰۃ فرض نہیں (بلکہ ان کے ذریعے حاصل ہونے والے منافع پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ وہ از خود نصاب کو پہنچتا ہو یا دیگر اموال کے ساتھ ملا کر)۔ (۱)

(امیر صنعانیؒ) چرنے کی شرط بکریوں کے متعلق صحیح بخاری میں ثابت ہے، اونٹوں کے متعلق سنن ابی داؤد اور نسائی وغیرہ میں حدیث بھڑ میں ثابت ہے اور دمیری نے کہا کہ گائیوں کو بھی ان دونوں کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (۲)

جن مویشیوں میں زکوٰۃ واجب ہے

مویشیوں میں صرف اونٹؒ گائے (بھینس اس میں شامل ہے) اور بکریوں (بھیڑیں اور دنبے اس میں شامل ہیں) پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۴)

(سید سابقؒ) صحیح، صریح احادیث سے اونٹؒ گائے اور بکریوں میں وجوب زکوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل پر اُمت نے اجماع کیا ہے۔ (۵)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

زکوٰۃ صرف ان مویشیوں میں اس لیے فرض ہے کیونکہ کتاب و سنت میں صرف انہی جانوروں پر

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقہ الزکاة للڈاکٹر یوسف قرضاوی (۱۶۹/۱-۱۷۳) الدر المختار مع رد

المختار (۲۰/۲-۲۱) الروض النضر (۳۹۹/۲) الأموال (۳۸۰-۳۸۲) شرح الرسالة لابن ناجی (۳۳۵/۱)

(۲) [سبل السلام (۸۰۷/۲)]

(۳) [الدر البہیہ: کتاب الزکاة: باب زکاة الحيوان]

(۴) [فقہ الزکاة (۱۶۷/۱)]

(۵) [فقہ السنة (۳۳۶/۱)]

(۶) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۷۲/۳)]

فرضیت زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں اختلاف تو ہے لیکن اس میں رائج بات یہی ہے کہ ان میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

- پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔
- جب اونٹوں کی تعداد پانچ (5) ہو جائے تو ان پر ایک بکری اور پھر ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے۔
- جب اونٹوں کی تعداد بچیس (25) ہو جائے تو ان میں ایک سال کی اونٹنی یا دو سال کا اونٹ ہے۔
- چھتیس (36) اونٹوں میں دو سال کی اونٹنی ہے۔
- چھیالیس (46) اونٹوں میں تین سال کی اونٹنی ہے۔
- اکٹھ (61) اونٹوں میں چار سال کی اونٹنی ہے۔
- چھتر (76) اونٹوں میں دو دو سال کی دو اونٹنیاں ہیں۔
- اکانوے (91) سے ایک سو بیس (120) تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں ہیں۔
- اگر تعداد ایک سو بیس (120) سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس (40) پر دو سال کی اونٹنی اور ہر پچاس (50) پر تین سال کی اونٹنی لازم آئے گی۔

کتب احادیث میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے لیے جن مختلف عمر کے جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بنت مخاض: ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی عمر کا پہلا سال مکمل ہو کر دوسرا شروع ہو چکا ہو اور اس کی ماں حاملہ ہونے کے قابل ہو جائے اگرچہ ہنوز حاملہ نہ ہوئی ہو۔

ابن لبون: وہ اونٹ جو دو سال کی عمر مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

بنت لبون: ایسی اونٹنی جو دو سال کی عمر پوری کر کے تیسرے سال میں قدم رکھ چکی ہو۔

حقہ: ایسی اونٹنی جو تین سال کی عمر پوری کر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

جدعہ: وہ اونٹنی جو اپنی عمر کے چار سال مکمل کر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو۔ (۱)

مذکورہ بالا سطور میں اونٹوں کی زکوٰۃ کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین (کا حکمران بنا کر) بھیجا تو انہیں یہ خط لکھ کر دیا کہ

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ، فَمَنْ سَئَلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سَئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ: فَيُرْبِعَ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْقَنْمِ مِنْ كُلِّ خُمْسٍ شَاةٍ، إِذَا بَلَغَتْ خُمُسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خُمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بَنْتٌ مَخَاضِ اثْنَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خُمْسٍ وَارْبَعِينَ فَفِيهَا بَنْتٌ لَبُونٌ اثْنَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَارْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حَقَّةٌ طَرُوقَةُ الْحَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خُمْسٍ وَسِتِّينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ - يَعْنِي سِتًّا وَسِتِّينَ - إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا بَنْتٌ لَبُونٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَسِتِّينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حَقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْحَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَيُؤْتَى كُلُّ أَرْبَعِينَ بَنْتٌ لَبُونٌ وَفِي كُلِّ خُمْسِينَ حَقَّةٌ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا﴾

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر مقرر فرمایا تھا اور جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دیا تھا۔ اس لیے جو شخص مسلمانوں سے اس تحریر کے مطابق زکوٰۃ مانگے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے ادا کر دیں اور اگر کوئی اس سے زیادہ مانگے تو ہرگز نہ دے۔ اونٹوں کی چوبیس (24) یا اس سے کم تعداد پر بکریاں (بطور زکوٰۃ دی جاتی) ہیں ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے۔ جب تعداد پچیس (25) سے بڑھ کر پینتیس (35) ہو جائے تو اس تعداد پر ایک سالہ اونٹنی ہے۔ اگر میسر نہ ہو تو پھر دو سالہ زربچہ ہے۔ اور جب چھتیس (36) سے تعداد بڑھ کر پینتالیس (45) تک پہنچ جائے تو ان میں دو سالہ اونٹنی ہے۔ اور جب چھیالیس (46) سے بڑھ کر ساٹھ (60) تک تعداد پہنچ جائے تو ان میں تین سالہ جوان اونٹ کی جفتی کے قابل اونٹنی ہے۔ اور جب اکٹھ (61) سے بڑھ کر چھتر (75) تک پہنچ جائے تو ان میں چار سالہ اونٹ ہے۔ اور جب چھتر (76) سے تعداد بڑھ کر نوے (90) ہو جائے تو ان میں دو دو سالہ دو اونٹنیاں ہیں۔ اور پھر اکانوے (91) سے بڑھ کر تعداد ایک سو بیس (120) تک پہنچ جائے تو ان میں تین تین سالہ دو جوان اونٹنیاں ہیں جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہوں۔ اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو جائے تو پھر ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سالہ اونٹنی اور ہر پچاس پر تین سالہ اونٹنی اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو

اس تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں الا کہ ان کا مالک ادا کرنا چاہے۔“ (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

﴿كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ فَقَرَنَهُ بِسَيِّفِهِ فَعَمِلَ

بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ ثُمَّ عَمِلَ بِهِ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ (کے نصاب وغیرہ کی تفصیل) لکھی تھی لیکن اسے عاملین کی طرف بھیجنے سے

پہلے ہی فوت ہو گئے۔ آپ ﷺ کے بعد پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے نکالا اور وفات تک اسی پر عمل پیرا

رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی وفات تک اسی پر عمل کیا۔“ (۲)

(ابن حزمؒ) یہ تحریر انتہائی زیادہ محنت کی حامل ہے (کیونکہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علماء کی موجودگی میں

اس پر عمل کیا اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ (۳)

(نوویؒ) اس نصاب پر اجماع ہو چکا ہے۔ (۴)

(ابو یوسفؒ) انہوں نے اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے۔ (۵)

گائے (اور بھینس) کی زکوٰۃ

□ تیس (30) گائیوں پر ایک سالہ مادہ گائے یا زچہ پھڑاز زکوٰۃ ہے۔

□ چالیس (40) پر دو سال کا بیل یا گائے واجب ہے۔

□ اس کے بعد ہر تیس گائیوں پر ایک پھڑاز (ایک سالہ یعنی تیج یا تیمیج) اور ہر چالیس گائیوں پر ایک (دو سالہ

یعنی مسنہ) بیل یا گائے واجب ہوگی۔

(۱) [بخاری (۱۴۵۴/۱۴۵۳) کتاب الزکاة: باب زکاة الغنم، أبو داود (۱۵۶۷) کتاب الزکاة: باب فی

زکاة السائمة، نسائی (۱۸/۵) ابن ماجہ (۱۸۰۰) کتاب الزکاة: باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو

فوق سن، أحمد (۱۱۳۱) ابن الجارود (۳۴۲) دارقطنی (۱۱۳/۲) حاکم (۳۹۰/۱) بیہقی (۸۵/۴)

ابن حبان (۳۲۶۶) ابن خزیمہ (۲۲۶۱) أبو یعلیٰ (۱۲۷)]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۳۸۶) کتاب الزکاة: باب زکاة السائمة، أبو داود (۱۵۶۸) ترمذی

(۶۲۱) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی زکاة الإبل والغنم، حاکم (۳۹۲/۱) بیہقی (۸۸/۴)]

(۳) [المحلی (۲۰/۶)]

(۴) [المجموع (۴۰۰/۵)]

(۵) [الأموال (ص/۳۶۳)]

(۱) گائیوں میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ

﴿وَلَا صَاحِبَ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُطْعَمُ لَهَا بِقَاعٍ قَرَقَرٍ﴾
 ”گائے اور بکریوں کا جو مالک بھی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کو ان کے لیے جھیل وسیع

میدان میں (منہ کے بل) گرایا جائے گا۔“ (۱)

(نووی) گائے کی زکوٰۃ کے متعلق مروی احادیث میں سے یہ سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (۲)

(ابن قدامہ) گائے میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق ہمیں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) گائے میں وجوب زکوٰۃ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اس مسئلے میں کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (۴)

(۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں یمن کی طرف (عامل مقرر کر کے) بھیجا:

﴿فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مِئْسَةً﴾

”اور ان کو حکم دیا کہ وہ تیس گائیوں میں ایک سال کا بچھڑا یا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس کی تعداد پر ایک (منہ) دو سالہ بچھڑا لیا جائے۔“ (۵)

تبیع: گائے کا ایسا بچہ جو ایک سال کی عمر پوری کر کے دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو اور اسے تبیع اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنی ماں کے پیچھے چلنے لگتا ہے۔

تبیعہ: تبیع کے مادہ کو تبیعہ کہتے ہیں۔

منہ: ایسا جانور جس کے دو دانت نکل آئے ہوں (یعنی دو سال مکمل کر کے تیسرے میں داخل ہو چکا ہو)۔ (۶)

(عبدالرحمن مبارکپوری) یہ حدیث گائیوں میں وجوب زکوٰۃ کی دلیل ہے اور اس کا نصاب وہی ہے جو (اس

(۱) [مسلم (۹۸۷) کتاب الزکاة: باب إثم مانع الزکاة: أبو داود (۱۶۵۸) أحمد (۱۶۲/۲) عبد الرزاق

(۶۸۵۸) ابن حزمہ (۲۲۵۲) ابن حبان (۳۲۵۳) بیہقی (۱۹۸/۴) شرح السنة (۳۱۱/۳)]

(۲) [شرح مسلم (۷۶/۴)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳۱/۴)]

(۴) [فقه الزکاة (۱۹۳/۱)]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۷۹۵) أحمد (۲۳۰/۵) أبو داود (۱۵۷۸) کتاب الزکاة: باب فی زکاة السائمة

ترمذی (۶۲۳) نسائی (۲۵/۵) ابن ماجہ (۱۸۰۳) ابن حبان (۷۹۴) الموارد: حاکم (۳۹۸/۱)]

(۶) [تحفة الأحوذی (۲۹۷/۳) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۴۹۴/۱)]

میں) ذکر کر دیا گیا ہے۔ (۱)
 (ابن عبدالبر) علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گائے کی زکوٰۃ میں سنت وہی ہے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ (۲)

بھینس حکم میں گائے کی مانند ہی ہے

(ابن تیمیہ) بھینس (حکم میں) گائے کی طرح ہی ہے اور اس کے متعلق امام ابن منذرؒ نے اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)
 (ابن قدامہ) بھینس بھی گائے کی مانند ہی ہے اور ہمیں اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۴)
 (ابن منذرؒ) بھینس بھی بالاجماع گائے کی ہی ایک قسم ہے لہذا ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (۵)
 (مرغینانی حنفیؒ) بھینس اور گائیاں برابر ہیں کیونکہ اسم بقر انہیں بھی شامل ہے کیونکہ وہ بقر کی ہی ایک قسم ہیں۔ (۶)

بکریوں کی زکوٰۃ

□ چالیس (40) سے کم بکریوں میں زکوٰۃ نہیں۔

□ چالیس (40) سے ایک سو تیس (120) بکریوں تک ایک بکری۔

□ ایک سو اکیس (121) سے دو سو (200) تک دو بکریاں۔

□ دو سو ایک (201) سے تین سو (300) تک تین بکریاں۔

□ پھر ہر سو (100) پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى

(۱) [تحفة الأحوذی (۲۹۷/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۸۷/۳) تلخیص الحبیر (۳۰۰/۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۵۰/۲۵)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۴۱/۴)]

(۵) [کما فی فقہ الزکاة (۱۹۲/۱)]

(۶) [نصب الرایة مع الهدایة (۳۵۸/۲)]

عَشْرِينَ وَ مِائَةً إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ ' فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِبَاهٍ ' فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ ' فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةً الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا ﴿

”بکریوں کی زکوٰۃ کہ جو باہر چرنے جاتی ہوں چالیس سے لے کر ایک سو بیس (120) کی تعداد پر صرف ایک بکری وصول کی جائے گی۔ جب یہ تعداد ایک سو بیس سے بڑھ کر دو سو (200) تک پہنچ جائے گی تو دو بکریاں زکوٰۃ میں وصول کی جائیں گی۔ پھر جب دو سو سے بڑھ کر تین سو (300) تک پہنچ جائے گی تو تین بکریاں وصول کی جائیں گی۔ جب تعداد تین سو سے بڑھ جائے گی تو ہر سو پر ایک بکری بطور زکوٰۃ وصول ہوگی۔ اگر کسی کی باہر جنگل میں چرنے والی بکریاں تعداد میں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو مالک پر کوئی زکوٰۃ نہیں الا کہ مالک (خوشی سے) دینا چاہے۔“ (۱)

بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کے مذکورہ نصاب کی تعیین پر اجماع ہے۔ (۲)

گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کی زکوٰۃ

ان تمام جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ کتاب و سنت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گذشتہ باب ”جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں“ کا مطالعہ کیجئے۔

جس پر ایک عمر کا جانور فرض ہو لیکن وہ اس کے پاس نہ ہو

مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اس پر ایک سالہ اونٹنی بطور زکوٰۃ دینا واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ اس مسئلے کو رسول اللہ ﷺ نے یوں حل فرمایا ہے۔

﴿ مَنْ بَلَغَتْ عَنْدهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْحَذَقَةِ وَلَيْسَتْ عَنْدهُ حَذَقَةٌ وَعَنْدهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَحْصَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا ' وَمَنْ بَلَغَتْ عَنْدهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَ

(۱) [بغاری (۱۴۵۴) کتاب الزکوة : باب زکوة الغنم ' أبو داود (۱۵۶۷) کتاب الزکوة : باب فی زکوة

السائمة ' ابن ماجہ (۱۸۰۰) کتاب الزکوة : باب إذا أخذ المصدق منا دون سن أو فوق سن ' ابن حزمہ

[[۲۲۶۱) احمد (۶۸)

(۲) [الإجماع لابن المنذر (ص ۴۶-۴۷) المجموع للنووی (۴۱۷/۵) المغنی والشرح (۴۷۲/۲) بدایہ

المحتشد (۲۲۴/۱) فقه الزکوة للقرضاوی (۲۰۴/۱)

لَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحَقَّةُ وَعِنْدَهُ الْحَدَّةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحَدَّةُ وَ يُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحَقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بَنْتٌ لَبُونٍ فَإِنَّا تُقْبَلُ مِنْهُ بَنْتٌ لَبُونٍ وَيُعْطَى شَاتَيْنِ أَوْ عَشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتٌ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بَنْتٌ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بَنْتٌ مَخَاضٍ وَيُعْطَى مَعَهَا عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ ﴿۱﴾

”جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ جذع تک پہنچ جائے اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے زکوٰۃ میں حقہ ہی لے لیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں گی، اگر اسے ان کے دینے میں آسانی ہو ورنہ بیس درہم لیے جائیں گے (تاکہ حقہ کی کمی پوری ہو جائے)۔ اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ جذع ہو تو اس سے جذع ہی لے لیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔ اگر کسی پر زکوٰۃ حقہ کے برابر واجب ہو گئی اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون لے لی جائے گی اور زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں یا بیس درہم مزید دینے ہوں گے۔ اگر کسی پر بنت لبون زکوٰۃ میں واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہیں بلکہ بنت مخاض ہے تو اس سے بنت مخاض ہی لے لیا جائے گا لیکن زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔“ (۱)

□ (ابن قدامہؒ) اگر کوئی شخص (جان بوجھ کر) واجب جانور سے زیادہ عمر کا جانور اُسی جنس سے بطور زکوٰۃ نکالے مثلاً کوئی بلیک سالہ اونٹنی (جو اس پر واجب ہے) کی جگہ دو سالہ اونٹنی بطور زکوٰۃ نکالے یا ایک سالہ اونٹنی یا دو سالہ اونٹنی کی جگہ تین سالہ اونٹنی نکالے یا ایک چار سالہ اونٹنی کی جگہ دو سالہ اونٹیاں یا دو تین سالہ اونٹیاں نکالے تو یہ جائز ہے اور اس میں ہمیں کسی اختلاف کا بھی علم نہیں۔ (۲)

کسی قسم کا حیلہ اختیار کرنے سے گریز کیا جائے

مثلاً زکوٰۃ (ادا کرنے کے) خوف سے متفرق جانوروں کو اکٹھا کر لینا یا ایک ریوڑ کے جانوروں کو متفرق کر دینا۔ یہ عمل جائز نہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

- (۱) [بخاری (۱۴۵۳) کتاب الزکاة: باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض وليست عنده ابو داود (۱۵۶۷) کتاب الزکاة: باب في زكاة السائمة، ابن ماجة (۱۸۰۰) کتاب الزکاة: باب إذا أخذ المصدق سنا دون سن أو فوق سن، نسائی (۱۸/۵) احمد (۱۱/۱) دارقطنی (۱۱۳/۲) حاکم فی الہ مستدرک (۳۹۰/۱) ابن حبان (۳۲۶۶) ابن خزيمة (۲۲۶۱) ابن العارود (۳۴۲)]

﴿وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يَفْرَقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ﴾ (۱)

الگ الگ کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ مثلًا تین آدمی ہیں ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہیں۔ الگ الگ کی صورت میں ہر ایک کو ایک ایک بکری زکوٰۃ دینا واجب آتی ہے اس طرح مجموعی طور پر تین بکریاں دینی پڑیں گی مگر جب زکوٰۃ وصول کرنے والا ان کے پاس پہنچتا ہے تو وہ دونوں اپنی اپنی بکریاں جمع کر لیتے ہیں اور تعداد ایک سو بیس (120) بن جانے کی وجہ سے تینوں پر صرف ایک بکری بطور زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

جمع شدہ کو الگ کرنے کی صورت یہ ہے کہ دو آدمی اکٹھے ہیں۔ دوسو دو (202) بکریاں ان کی ملکیت میں ہیں اس طرح دونوں پر تین بکریاں زکوٰۃ میں دینا لازم ہے مگر جب زکوٰۃ وصول کرنے والا ان کے پاس پہنچتا ہے تو دونوں اپنی اپنی بکریاں الگ کر لیتے ہیں یعنی اب ہر ایک کے پاس ایک سو ایک (101) بکریاں ہیں۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کو صرف ایک ہی بکری ادا کرنی ہوگی۔ (۲)

(شوکانیؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ ہر ایسا حیلہ جو اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ حکم کو ساقط کرنے کے لیے یا اس کے کسی حرام کردہ فعل کو حلال بنانے کے لیے کیا جائے، باطل ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے اختیار کرے۔ (۳)

شرائط دار زکوٰۃ میں برابری کے ساتھ شریک ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ بھی موجود ہیں کہ

﴿وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ﴾

”جو جانور دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہوں وہ مساوی طور پر زکوٰۃ کا حصہ نکالیں۔“ (۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب زکوٰۃ وصول کرنے والا دونوں کے مجموعے پر واجب زکوٰۃ ایک بکری کی صورت میں وصول کر لیتا ہے تو یقیناً یہ ایک آدمی کی بکریوں میں سے وصول ہوئی ہے حالانکہ اس کے ذمہ تو نصف بکری ہے اور باقی نصف اس کے دوسرے ساتھی پر ہے۔ تو اب زکوٰۃ وصول کرنے والا دوسرے ساتھی سے نصف بکری کی

(۱) [بخاری (۱۴۵۰)، (۱۴۵۴) کتاب الزکاة: باب لا يجمع بين مفترق ولا يفرق بين مجتمع نسائي

(۱۸/۵) ابو داود (۱۰۶۷)

(۲) [فتح الباری (۳۶۸/۳) تحفة الأحوذی (۲۹۵/۳)]

(۳) [السبل الحرار (۸۲۸/۱)]

(۴) [بخاری (۱۴۵۱) کتاب الزکاة: باب ما كان من خليطين فإنهما يتراجعان بينهما بالسوية]

قیمت وصول کر کے پہلے کے حوالے کر دے گا۔ اس طرح دونوں کی طرف سے ان پر واجب زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کسی بھی کی بیشی کی شکایت نہیں رہے گی۔ (۱)

جن جانوروں کو بطور زکوٰۃ وصول نہیں کیا جائے گا

زکوٰۃ میں بوڑھا، بھیگا، عیب دار، عمر میں چھوٹا، زیادہ کھانے والا، پالتو جانور، حاملہ اور نر جانور وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تحریر میں یہ بات تھی:

﴿وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرَمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ﴾

”زکوٰۃ کی مد میں بوڑھا، بھیگا اور نر نہ لیا جائے الا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص (نزیلینا) مناسب سمجھے۔“ (۲)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں:

﴿وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرَمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَيْبٍ﴾

”زکوٰۃ کی مد میں بوڑھا اور کوئی عیب دار جانور نہ لیا جائے۔“ (۳)

(۳) حضرت عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَلَا يُعْطَى الْهَرَمَةُ وَلَا اللَّيْثَةُ وَلَا الْمَرِيضَةُ وَلَا الشَّرْطُ اللَّيْثَةُ وَلَكِنْ مِنْ أَوْسَطِ أَمْوَالِكُمْ﴾

”کوئی شخص بھی بطور زکوٰۃ بوڑھا، عیب دار، بیمار اور بدترین (یا چھوٹا) جانور نہ دے بلکہ اپنے اوسط درجہ کے

اموال میں سے زکوٰۃ دے۔“ (۴)

اللَّيْثَةُ: میلا پھیلا جانور اور امام خطابیؒ نے اس سے خارش زدہ بھی مراد لیا ہے۔ (۵)

الشَّرْطُ اللَّيْثَةُ: چھوٹا اور بدترین مال۔ ”اللَّيْثَةُ“ یعنی دودھ دینے میں بخیل جانور۔ (۶)

(۱) [ارشاد الساری (۳۷۷/۳) تحفة الأحوذی (۲۹۵/۳)]

(۲) [بغاری (۱۴۵۴) کتاب الزکاة: باب زکاة الغنم، أبو داود (۱۵۶۷) ابن ماجہ (۱۸۰۰)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۳۸۶) کتاب الزکاة: باب زکاة السائمة، أبو داود (۱۵۶۸) ترمذی

(۶۲۱) حاکم (۳۹۲/۱) أحمد (۱۴۱/۲)]

(۴) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۰۰) کتاب الزکاة: باب زکاة السائمة، أبو داود (۱۵۸۲) طبرانی صغیر

[(۲۰۱/۱)]

(۵) [القاموس المحيط (دُرُن) معالم السنن (۳۷/۲)]

(۶) [النهاية لابن الأثير (۳۷/۲)]

(۴) حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ لینے والے کو حکم دیا کہ ﴿وَلَا تَأْخُذْ أَكْوَالَةَ وَلَا الرُّمَى وَلَا الْمَا نَحْضَ وَلَا فَحْلَ غَنَمٍ﴾
 ”زکوٰۃ میں بانجھ پالتو جانور حاملہ اور سانڈ وصول نہ کرو۔“ (۱)

یہ روایت مرفوع بھی بیان کی گئی ہے۔ (۲)

(ابن قدامہ) صحیح جانوروں کے بدلے عیب دار جانوروں کو بطور زکوٰۃ نکالنا جائز نہیں۔ (۳)

اوقاص یعنی دو متعین مقداروں کی درمیانی تعداد پر زکوٰۃ کا حکم

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿أَنَّ الْأَوْقَاصَ لَا فَرِيضَةَ فِيهَا﴾

”اوقاص میں کوئی فریضہ زکوٰۃ نہیں۔“ (۴)

اس روایت میں تو ضعف ہے لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ طاؤس بیان کرتے ہیں:

﴿أَتَى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِوَقْصِ الْبَقَرِ وَالْعَسَلِ فَقَالَ: لَمْ يَأْمُرْنِي النَّبِيُّ ﷺ فِيهَا بِشَيْءٍ﴾

”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گائے اور شہد کا وقص لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے

مجھے اس کے متعلق کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔“ (۵)

لفظ ”اوقاص“ وقص کی جمع ہے جس کا معنی جمہور کے نزدیک (کسی بھی نصاب کی) دو متعین مقداروں کا درمیانی حصہ ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ لفظ پہلے نصاب کی مقدار سے کم تعداد پر استعمال ہوتا ہے۔ (۶)

(۱) [موطا (۲۷۶/۱) بیہقی (۱۰۰/۱۴) مسند شافعی (۲۳۸/۱) المحلی لابن حزم (۲۷۶/۵)]

(۲) [ابن ابی شیبہ (۱۳۴/۳)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۶/۴)]

(۴) [ضعیف: أحمد (۲۴۰/۱۵) ابو عیید فی الأموال (۱۰۲۰) ابن زنجویہ فی الأموال (۱۴۵۶) طبرانی کبیر (۲۹۶/۲۰) اس روایت کی سند سلمہ بن اسامہ کی جہالت اور اس کے شیخ یحییٰ بن الحکم کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ شعیب أرنؤاط نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (۲۲۰۸۴)] شیخ احمد عبدالرحمن البناہ رقمطراز ہیں کہ اس کی سند میں امام احمد کے پاس ایک ایسا راوی ہے جسے میں نہیں جانتا اور بزرگ کے پاس اس کی سند میں بن عمار ہے اور وہ ضعیف ہے۔ [الفتح الربانی (۲۲۳/۸)]

(۵) [احمد (۳۲) الفتح الربانی] شیخ احمد عبدالرحمن البناہ بیان کرتے ہیں کہ اس روایت کو اسی طرح حمیدی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔ [الفتح الربانی (۲۲۳/۸)]

(۶) [نیل الأوطار (۸۸/۳)]

(شوکانیؒ) اس سے بالاتفاق کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۱)

(احمد عبدالرحمن البناؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ..... لفظِ وقص اُس (تعداد) پر بولا جاتا ہے جس پر زکوٰۃ نہیں خواہ وہ دونصایوں کی درمیانی تعداد ہو یا پہلے نصاب سے کم تاہم اکثر اس کا استعمال دونصایوں کی درمیانی تعداد پر ہی ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم) (۲)

(صدیق حسن خانؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں (کہ قص میں کوئی زکوٰۃ نہیں)۔ (۳)

(سید سابقؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ اوقاص میں زکوٰۃ نہیں۔ (۴)

(ابو حنیفہؒ) انہوں نے ایک قول کے مطابق گذشتہ مسئلے کی مخالفت کرتے ہوئے چالیس اور ساٹھ گائیوں کے درمیان مسنہ (جانور) کا چوتھا حصہ زکوٰۃ مقرر کر دی ہے۔

(جمہور) اس (امام ابو حنیفہؒ کے موقف) کے مخالف ہیں اور پہلے موقف کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ (۵)

مزید برآں اگر غور کیا جائے تو نبی کریم ﷺ کے درج ذیل کلام سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوقاص میں زکوٰۃ واجب نہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کے متعلق فرمایا:

﴿فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَ ثَلَاثِينَ فَفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَ أَرْبَعِينَ﴾

”جب اونٹوں کی تعداد چھتیس (36) تک پہنچ جائے تو بینتالیس (45) تک ان میں ایک بنت لبون (یعنی دو

سالہ اونٹنی) واجب ہے۔“ (۶)

گائے کی زکوٰۃ کے متعلق فرمایا:

﴿مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ بَقَرَةً تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً﴾

”ہر تیس گائیوں میں ایک سالہ مادہ گائے یا نر بچھڑ اور ہر چالیس کی تعداد پر ایک دو سالہ بچھڑ لیا جائے۔“ (۷)

(۱) [ایضاً]

(۲) [الفتح الربانی (۲۲۳/۸)]

(۳) [الروضة الندية (۴۲۹/۱)]

(۴) [فقه السنة (۳۳۸/۱)]

(۵) [حزبِ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (۱۳/۲) المجموع (۳۸۴/۵) بدائع الصنائع (۲۸/۲) المبسوط

(۱۸۷/۲) الهدایہ (۹۹/۱) الإختیار (۱۰۷/۱) الکافی لابن عبد البر (ص/۱۰۶) المغنی (۳۰/۴)]

(۶) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۳۸۵) کتاب الزکاة: باب فی زکاة السالمة، ابو داود (۱۰۶۷)]

(۷) [صحیح: إرواء الغلیل (۷۹۵)]

بکریوں کی زکوٰۃ کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَفِي صَلَاقَةِ الْغَنَمِ فِى سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عَشْرِينَ وَمِائَةِ شَاةٍ﴾

”باہر چرنے والی بکریوں کی تعداد جب چالیس ہو جائے تو ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔“ (۱)

اب ان احادیث میں چھتیس سے پینتالیس تک کی درمیانی گائیوں کی تعداد قص ہے اور اس میں کوئی زکوٰۃ نہیں اور چالیس سے ایک سو بیس تک کی درمیانی بکریوں کی تعداد قص ہے اور اس میں بھی کوئی چیز نہیں ہے یعنی زکوٰۃ پہلے متعین نصاب کے مطابق ہی ہوگی جب تک وہ دوسرے متعین نصاب کی تعداد کو نہ پہنچ جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اوقاص زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔

دوران سال پیدا ہونے والے بچوں کا حکم

اونٹ، گائے اور بکریوں کے وہ بچے جو سال کے دوران پیدا ہوتے ہیں سال کے آخر میں انہیں بھی شمار کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی کیونکہ ایسا مالی مستفاد جو پہلے مال کا نتیجہ ہو اس سے بھی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے جیسا کہ ”شراہط زکوٰۃ“ کے تحت یہ بات تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔



تجارتی اموال کی زکوٰۃ کا بیان

باب زکاة التجارة

تجارتی اموال میں زکوٰۃ فرض ہے

جو کہ ان کی قیمت کے نصاب تک پہنچنے کے بعد سال گزر جانے پر ادا کی جائے گی۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾

[البقرة: ۲۶۷]

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔“

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

﴿صَدَقَةُ الْكَسْبِ وَالتَّجَارَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ

..... إِلَى قَوْلِهِ - إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ"﴾

”محنت اور تجارت کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنا (ثواب ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے ایمان

والو! اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو.....“ (۱)

(طبری) اللہ تعالیٰ اس آیت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اپنی ان پاکیزہ اشیاء سے زکوٰۃ ادا کرو جنہیں تم نے اپنے

تصرف یعنی تجارت یا صنعت کے ذریعے کمایا ہے۔ (۲)

(مجاہد) مال تجارت سے (زکوٰۃ ادا کرو)۔ (۳)

(ابوبکر ص) سلف کی ایک جماعت جن میں حسنؓ اور مجاہدؓ بھی شامل ہیں سے مروی ہے کہ اس آیت ﴿مِنْ

طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ سے مراد اموال تجارت میں سے خرچ کرنا ہے اور اس آیت کا عموم تمام اموال میں زکوٰۃ

کو واجب کرتا ہے۔ (۴)

(۱) [بخاری (قبل الحديث ۱۴۴۵) کتاب الزکاة]

(۲) [تفسیر طبری (۵۰۵/۵-۵۰۶)]

(۳) [ابن]

(۴) [أحكام القرآن للحصامي (۱/۵۴۳)]

(رازئی) اس آیت کا ظاہر تجارت کی زکوٰۃ کو بھی وجوب زکوٰۃ میں داخل کر دیتا ہے۔ (۱)

(ابن عربیؒ) اس آیت ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ یہ عام ہے اور ہر مال اس میں شامل ہے (خواہ تجارت کا ہو)۔ (۲)

(۲) حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الذِّي نَعُدُّهُ لِلْبَيْعِ﴾

”رسول اللہ ﷺ ہمیں سامان تجارت سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے۔“ (۳)

(۳) حضرت ابو بکر بن حماسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

﴿كُنْتُ أَبِيعُ الْأَدْمَ وَالْحَبَّابَ فَمَرَّ بِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ أَذْ صَدَقَةٌ مَالِكَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ

الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا هُوَ الْأَدْمُ قَالَ: قَوْمُهُ ثُمَّ أَخْرَجَ صَدَقَتَهُ﴾

”میں چمڑا اور تیردان بچا کرتا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ میرے قریب سے گزرے تو انہوں نے فرمایا: اپنے

مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ تو صرف چمڑا ہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس کی قیمت

لگاؤ پھر اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔“ (۴)

(۱) [تفسیر کبیر للرازی (۶۵/۲)]

(۲) [شرح ترمذی (۱۰۴/۳)]

(۳) [ضعیف: ضعیف أبو داود (۳۳۸) کتاب الزکاة: باب المعروض إذا كانت للتجارة، أبو داود (۱۰۶۲)]

دارقطنی (۱۲۸/۲) کتاب الزکاة: باب زکاة مال التجارة، بیہقی (۱۴۶/۴) کتاب الزکاة: باب زکاة

التجارة، کشف الاستار للبخاری (۸۸۶) امام ابن حزمؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [المحلی (۲۳۴/۵)] حافظ

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں جہالت ہے۔ [تلمیح الحیبر (۳۹۱/۲)] ایک دوسرے مقام پر فرماتے

ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے۔ [بلوغ المرام (۵۸۱)] شیخ حازم علی قاضیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی

سبل السلام (۸۲۴/۲)] امام متحانیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں سلیمان بن یار راوی مجہول ہے۔ [سبل

السلام (۸۲۵/۲)] شیخ عبد اللہ یاسمؒ نے اس روایت کو حسن ورجح قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ امام ابن عبد البرؒ نے اسے

حسن کہا ہے اور عبد الحق مقدسیؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن غریب ہے۔ [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام

(۳۶۳/۳)]

(۴) [دارقطنی (۱۲۵/۲) کتاب الزکاة: باب تمحیل الصلقة قبل الحول، مسند شافعی (۲۲۹/۱) بیہقی فی

السنن الکبری (۱۴۷/۴) کتاب الزکاة: باب زکاة التجارة، معرفة السنن والآثار (۲۲۹/۳) کتاب الزکاة:

باب زکاة التجارة، ابن ابی شیبہ (۱۸۳/۳) کتاب الزکاة: باب ما قالوا فی المتاع یکون عند الرجل یحول

علیه الحول، عبد الرزاق (۷۶/۴) کتاب الزکاة: باب الزکاة من العروض]

(4) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

﴿لَيْسَ فِي الْعُرُوضِ زَكَاةٌ إِلَّا مَا كَانَ لِلتَّجَارَةِ﴾

”سامان میں زکوٰۃ نہیں سوائے اس کے جو تجارت کے لیے ہو۔“ (۱)

(5) حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿فِي الْإِبِلِ صَلَفَتُهَا، وَفِي الْغَنَمِ صَلَفَتُهَا، وَفِي الْبِزْرِ صَلَفَتُهَا﴾

”اونٹوں میں زکوٰۃ ہے، بکریوں میں زکوٰۃ ہے اور تجارتی کپڑے میں زکوٰۃ ہے۔“ (۲)

(امیر معانیؒ) یہ روایت مال تجارت میں وجوب زکوٰۃ کی دلیل ہے۔ (۳)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ائمہ اربعہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(فقہائے سبعہ) یعنی سعید بن مسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، ابو بکر بن عبیدؒ، قاسم بن محمدؒ، عبید اللہ بن عبد اللہؒ، سلیمان بن

یساؤرؒ اور خارجہ بن زیدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(ابن قدامہ حنبلیؒ) اموال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے۔ (۵)

(ابن منذرؒ) اموال تجارت میں زکوٰۃ کی فرضیت پر علماء نے اجماع کیا ہے۔ (۶)

(خطابیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(۱) [بیہقی فی السنن الکبریٰ (۱۴۷/۴) کتاب الزکاة: باب زکاة التجارة، امام ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ یہ خبر صحیح

ہے۔ [المحلی (۲۳۴/۵)]

(۲) [دارقطنی (۱۰۰/۲-۱۰۱) کتاب الزکاة: باب ليس في الخضروات صدقة، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس

کی سند صحیح نہیں۔ البتہ انہوں نے اس روایت کے متحد و طرق نقل فرمائے ہیں اور ان میں سے ایک کے متعلق کہا ہے کہ اس

میں کوئی حرج نہیں۔ [تلمیح الحبیہ (۳۹۱/۲)] ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی سند کو سن بھی کہا

ہے۔ [الدرایہ کما فی المرعاة (۱۷۳/۶)] ابوالطیب آبادی فرماتے ہیں کہ اس حدیث (کی سند) میں موسیٰ بن عبیدہ

راوی ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ [التعلیق المغنی (۱۰۱/۲)]

(۳) [سبل السلام (۸۲۵/۲)]

(۴) [السبل الحرار (۲۷/۲) المحلی بالآثار (۴۰/۴) المغنی (۲۴۸/۴) سبل السلام (۸۲۵/۲)]

(۵) [المغنی (۲۴۸/۴)]

(۶) [الإجماع لابن المنذر (ص ۵۱) (رقم ۱۱۴)]

(۷) [معالم السنن (۲۲۳/۲)]

(ابن تیمیہؒ) ائمہ اربعہ اور ساری اُمت کے دانشور حضرات کا اتفاق ہے کہ سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ تاجر مقیم ہوں یا مسافر، ارزانی کے وقت سامان خرید کر نرخ بڑھانے کا انتظار کرنے والے تاجر ہوں یا وہ دکاندار جو ہر وقت اور ہر نرخ پر سامان خریدتے اور بیچتے ہیں۔ تجارتی مال نئے یا پرانے کپڑے ہوں یا کھانے پینے کا سامان، ہر قسم کا غلہ، پھل، فروٹ، سبزی، گوشت وغیرہ، مٹی، چینی، دھات وغیرہ کے برتن ہوں یا جاندار چیزیں، غلام، گھوڑے، بچر اور گدھے وغیرہ، گھر میں پٹنے والی بکریاں ہوں یا جنگل میں چرنے والے ریوڑ، الغرض ہر قسم کے تجارتی مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ (۱)

(سید سابقؒ) صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے فقہاء میں سے جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۲)

(عبد اللہ بسام) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(عبید اللہ مبارکپوریؒ) مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۴)

(شیخ صالح بن فوزان) تجارتی مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۶)

(شیخ ابن عثیمینؒ) تجارتی سامان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۷)

(ابن رشدؒ) اہل علم نے اتفاق کیا ہے کہ جو سامان تجارت کے لیے نہ ہو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ البتہ انہوں نے ایسے سامان کے متعلق اختلاف کیا ہے جو تجارت کے لیے ہو۔ پس فقہائے امصار تو اس میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں البتہ اہل ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے۔ (۸)

(صاحب تفسیر المنار) جمہور علمائے اُمت کا کہنا ہے کہ سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ اس کے متعلق

(۱) [القواعد النورانیة المفقیة (ص ۸۹ / ۹۰)]

(۲) [فقه السنة (۳۲۲/۱)]

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۶۳/۳)]

(۴) [مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (۱۷۳/۶)]

(۵) [الملخص الفقہی للدکتور صالح بن فوزان (۳۴۶/۱)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۶۹/۹)]

(۷) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۲۰۰/۱۸)]

(۸) [بداية المحتهد (ص ۲۳۰)]

کتاب وسنت میں کوئی قطعی دلیل موجود نہیں بلکہ صرف چند ایسی روایات ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ تو واضح رہے کہ بلاشبہ متداول سامان تجارت منافع حاصل کرنے کے لیے نقدی کی ہی ایک شکل ہے اس میں اور درہم و دینار میں کوئی فرق نہیں جو کہ اس کی قیمت ہیں۔ بالفرض اگر سامان تجارت میں زکوٰۃ فرض نہ ہو تو تمام مالدار حضرات یا ان کی اکثریت کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ وہ اپنی نقدی کے ساتھ تجارت شروع کر دیں اور کوشش کریں کہ کبھی اُن کی نقدی پر سال کا عرصہ ہی نہ گزرے اور یوں اُن کے ہاں نقدی کی زکوٰۃ سرے سے ہی ختم ہو جائے گی۔ لہذا اس مسئلے میں اصل اعتبار اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اموال میں فقرہ کی ہمدردی کے لیے زکوٰۃ فرض کی ہے اور اس میں خود مالداروں کا بھی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ اس کے ذریعے ان کے اپنے نفس بخل جیسی رذالت سے پاک ہوتے ہیں اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کے باعث مال کو چند محدود ہاتھوں میں رُکے رہنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ مال نے کی تقسیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی یہی اشارہ کیا گیا ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ ذُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ [الحشر: ۷]

”تا کہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھوں میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔“

تو کیا یہ دانشوری ہوگی کہ ان تمام شرعی مقاصد سے ناگزیر حضرات کو خارج کر دیا جائے کہ جن کے ہاتھوں میں ہی امت کا اکثر و بیشتر سرمایہ ہوتا ہے؟ (۱)

□ اگرچہ مذکورہ بالا سطور میں جو روایات پیش کی گئی ہیں ان میں سے کچھ میں ضعف بھی ہے لیکن ان کی اسناد بعض بعض کو تقویت پہنچاتی ہیں اور اجماع اُمت اور عمل صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (۲)

تجارتی اموال میں زکوٰۃ کے منکرین اور ان کے دلائل

(شوکانیؒ) ان کے نزدیک اموال تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اموال تجارت میں فرضیت زکوٰۃ کی کوئی واضح قابل حجت دلیل نہیں اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے زمانے سے تجارت کی موجودگی کے باوجود اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے نیز جن روایات سے (اس کی مشروعیت پر) استدلال کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہیں۔ (۳)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(۱) [ملعصا از 'مرعاة المفاتيح' (۱۷۵۰/۶) فقہ السنۃ (۳۲۲/۱)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقہ الزکوٰۃ از ڈاکٹر یوسف قرضاوی (۳۱۶-۳۱۵/۱)]

(۳) [السیل الجرار (۲۷/۲)]

(۴) [المحلی بالآثار (۳۹/۴-۴۱)]

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۱)

(البانیؒ) اسی کو برحق مانتے ہیں۔ (۲)

ان کے دلائل اور جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) اموال تجارت میں فرضیت زکوٰۃ کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اگرچہ روایات ضعیف ہیں لیکن یہ مسئلہ تو قرآن سے ثابت ہے۔

(۲) جب روایات ضعیف ہیں تو براءتِ اصلیہ کے قاعدے کے مطابق اموال تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ اس قاعدے کے جواب میں وہ قاعدہ پیش کیا جاتا ہے جس میں ہے کہ ”ہر مال میں حق ہے۔“

(۳) حدیث نبویؐ ہے کہ

﴿لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ﴾

”گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۳)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

مال تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اس کے پاس جتنا بھی سامان تجارت موجود ہے اس کی قیمت لگائے پھر اپنی نقدی کو بھی اس میں جمع کر لے اگر کسی کو کچھ رقم بطور قرض دی ہو اور اس کے ملنے کی بھی اُمید ہو تو اسے بھی شمار کر لے اور اگر کسی کا قرض دینا ہو تو بقدر قرض رقم الگ کر لے پھر جو باقی ہو اس میں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے (40واں) حصہ زکوٰۃ ادا کر دے۔

(ابن حجرؒ) انہوں نے تجارتی اموال میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنے کے متعلق مختلف آثار نقل فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ زیاد بن حذیرؒ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ میں مالی تجارت سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ وصول کروں۔ (۴)

(۱) [الروضة الندية (۱/۴۷۶)]

(۲) [تمام المنہ (ص/۳۶۳)]

(۳) [بخاری (۱/۴۶۳)]

(۴) [تلخیص الحبیبر (۲/۳۹۲) أبو عبید فی الأموال (ص ۴۷۵) مزید دیکھئے: عبد الرزاق (۴/۸۸) (۷۰۷۲)

کتاب الزکاة : باب صدقة العین ' مجمع البحرين فی زوائد المعجمین (۳/۱۹-۲۰)]

(ابن قدامہؒ) سامان تجارت کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے پھر اس پر سال کا عرصہ گزر جائے تو سال کے آخر میں مکمل قیمت سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی۔ (۱)

(سید سابقؒ) جو شخص بقدر نصاب سامان تجارت کا مالک ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر جائے تو سال کے آخر میں وہ اُس سامان کی قیمت لگا کر زکوٰۃ نکال دے اور وہ اس کی (مکمل) قیمت کا چالیسواں حصہ ہے اور تاجر اپنے تجارتی سامان میں ہر سال اسی طرح کرتا رہے۔ اگر کوئی شخص کچھ سامان کا مالک ہو لیکن اس کی قیمت نصاب سے کم ہو پھر سال کا کچھ حصہ گزر جائے اور وہ سامان اُسی قیمت کا ہو پھر اس کی قیمت بڑھ جائے یا ریٹ تبدیل ہو جائیں اور وہ سامان نصاب تک پہنچ جائے یا وہ شخص دوران سال اور سامان کا مالک بن جائے یا ایسی قیمتوں کا کہ جن کے ذریعے نصاب مکمل ہو جائے تو اُس وقت سے سال کی ابتداء ہو جائے گی، گزشتہ وقت کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ یہی امام ثوریؒ، اصناف، امام شافعیؒ، امام اسحاقؒ، امام ابو عبیدہؒ، امام ابو ثورؒ، اور امام ابن منذرؒ کا موقف ہے۔ (۲)

آلات تجارت میں زکوٰۃ نہیں

کیونکہ یہ آمدن کا ذریعہ ہیں اور ذرائع آمدن کو شریعت نے زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ البتہ ان سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اور اس پر سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔ اس مسئلے کی کچھ تفصیل گزشتہ باب ”جن اموال میں زکوٰۃ واجب نہیں“ کے تحت گزر چکی ہے۔

نیت بدلنے سے زکوٰۃ کا حکم بھی تبدیل ہو جاتا ہے

مثلاً اگر کسی نے فروخت کرنے کی نیت سے کوئی چیز خریدی پھر دوران سال اس کا ارادہ بدل گیا اور اس نے اُس چیز کو اپنے ذاتی استعمال کے لیے رکھ لیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (ابن قدامہؒ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص تجارتی سامان کو ذاتی استعمال میں لانے کی نیت کر لے تو وہ اس کے ذاتی استعمال کے لیے ہو جائے گا اور اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

(شافعیؒ، اصحاب الرائے) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)



(۱) [المغنی لابن قدامة (۲/۴۹۶)]

(۲) [فقه السنة (۳۲۳/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۲/۴۹۶)]

کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

باب زكاة الزروع و الثمار

کھیتوں اور پھلوں میں زکوٰۃ کی مشروعیت

اس کی مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوضَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوضَاتٍ وَ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْثُلُهُ وَ الزَّيْتُونَ وَ الرِّثْمَانَ مُتَشَابِهًا وَ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَ آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾
[الأنعام: ١٤١]

”اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھتریوں پر چڑھے ہوئے اور بے چڑھے اور مجبور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ حَقُّهُ : الزَّكَاةُ الْمَفْرُوضَةُ ﴾ ”اس کے حق سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔“ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

﴿ وَ آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴾ ”کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔“ سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ (۲)

(سعید بن مسیبؒ) اس آیت میں ”حَقُّهُ“ سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔

(2) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ﴾

[البقرة: ۲۶۷]

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔“

(ابن کثیرؒ) ﴿ أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ ”اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔“ کی تفسیر میں رقمطراز

(۱) [کما فی المغنی لابن قدامة (۱۰۴/۴)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۲/۴۹۲)]

ہیں کہ اس سے مراد سونا چاندی کے علاوہ وہ پھل اور کھیتیاں بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین سے لوگوں کے لیے اُگایا ہے۔ (۱)

(قرطبیؒ) اس آیت ﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نباتات، معادن اور رکاز ہے اور یہ آیت ان تینوں اشیاء کو شامل ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

”وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ“ سے مراد ہے پھل اور ہر وہ چیز جس پر زکوٰۃ ہے۔ (۴)

(بخاریؒ) ”وَمِمَّا أَخْرَجْنَا“ سے مراد ہے اُن پھلوں سے خرچ کرو (جو اللہ نے تمہارے لیے زمین سے نکالے ہیں)۔ (۵)

(جلال الدین محلیؒ، جلال الدین سیوطیؒ) ”وَمِمَّا أَخْرَجْنَا“ سے مراد غلہ اور پھل ہیں۔ (۶)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَوْ كَانَ عَشْرًا الْعَشْرُ وَمَا سَقَى بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعَشْرِ﴾

”وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنوئیں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔“ (۷)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱/۶۳۰)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۳/۳۰۵)]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (۱/۲۳۶)]

(۴) [أبْنُ]

(۵) [أَبْنُ]

(۶) [تفسیر حلالین (ص ۱۰۳/۱)]

(۷) [بخاری (۱۴۸۳)] کتاب الزکوٰۃ: باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الحاربي، أبو داود

(۱۵۹۶) کتاب الزکوٰۃ: باب صدقة الزرع، ترمذی (۶۳۵) کتاب الزکوٰۃ: باب ما جاء في الصدقة فيما

يسقى بالأنهار وغيرها، نسائي (۴۱/۵) کتاب الزکوٰۃ: باب ما يوجب العشر، ابن ماجه (۱۸۱۷) کتاب

الزکوٰۃ: باب صدقة الزروع والثمار، ابن العارود (۴۳۸) کتاب الزکوٰۃ: شرح معاني الآثار (۳۶/۲) کتاب

الزکوٰۃ: باب زكاة ما يخرج من الأرض، يبهقي (۱۳۰/۴) کتاب الزکوٰۃ: باب قدر الصدقة فيما أخرجت

الأرض، ابن عزيمة (۲۳۰۷) طبرانی صغير (۱۱۴/۲) شرح السنة (۳/۳۴۵)

(4) زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر دسواں یا بیسواں حصہ واجب الاداء ہے۔ اس پر امت نے اجماع کیا ہے۔ (۱)

(سید سابقؒ) اللہ تعالیٰ نے کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ واجب کی ہے۔ (۲)

پھلوں کی زکوٰۃ سے بچنے کی کوشش کرنے والوں کا عبرتناک انجام

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے باغ والوں کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے فقراء و مساکین سے بچنے کے لیے صبح سویرے ہی پھل سیٹنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ کو ہی اجازت کر رکھ دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۚ وَلَا يَسْتَأْذِنُونَ ۚ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۚ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۚ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۚ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَارِمِينَ ۚ فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ۚ أَن لَّا يَدْخُلُهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مَّسْكِينٌ ۚ وَغَدُوا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ۚ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُونَ ۚ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۚ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تَسْبَحُونَ ۚ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۚ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَوْمُونَ ۚ قَالُوا يَبُولْنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۚ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ۚ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ وَلَٰعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۚ﴾ [القلم: ۱۷ تا ۳۳]

”بے شک ہم نے انہیں اُسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اُتار لیں گے۔ اور انشاء اللہ نہ کہا۔ پس اُس (باغ) پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سو ہی رہے تھے۔ پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کئی ہوئی کھتی۔ اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔ کہ اگر تمہیں پھل اُتارنے ہیں تو اپنی کھتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔ پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔ کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے۔ اور لپکے ہوئے صبح صبح گئے (اور یہ سوچ رہے تھے) کہ ہم قابو پا گئے۔ جب انہوں نے باغ دیکھا تو کہنے لگے کہ یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔ نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ان سب

(۱) [المعنی (۱۰۴/۴) بدائع الصنائع (۵۴/۲) قصہ الزکوٰۃ (۴۴۸/۱)]

(۲) [قصہ السنۃ (۳۲۴/۱)]

میں سے جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کیوں بیان نہیں کرتے؟ تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بے شک ہم ہی عالم تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔ کہنے لگے ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔ کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے ہم تو اب اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں۔ یوں ہی آفت آتی ہے اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے کاش انہیں سمجھ ہوتی۔“

تفاسیر میں موجود ہے کہ باغ والوں کا قصہ عربوں میں مشہور تھا۔ یہ باغ صنعا یعنی یمن سے دوفرخ کے فاصلے پر تھا۔ اس کا مالک اس کی پیداوار میں سے غرباء و مساکین پر بھی خرچ کرتا تھا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد جب اس کی اولاد اس کی وارث بنی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے تو اپنے اخراجات ہی بشکل پورے ہوتے ہیں ہم اس کی آمدنی میں سے مساکین اور سائلین کو کس طرح دیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس باغ کو ہی تباہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے کچھ ہی عرصہ بعد پیش آیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن کا باغ تباہ کر دیا تو انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ اب اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال دیا تو اپنے باپ کی طرح اس میں سے غرباء و مساکین کا حق بھی ادا کریں گے۔ (۱)

جن اجناس میں زکوٰۃ واجب ہے

چار اجناس تو ایسی ہیں جن میں وجوب زکوٰۃ پر سب کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہیں:

- ① گندم ② جو ③ کھجور ④ منقہ

(ابن قدامہ) انہوں نے امام ابن منذرؒ اور امام ابن عبد البرؒ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ

((اُجْمَعُ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الصَّدَقَةَ وَاجِبَةٌ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالشُّعْرِ وَالزَّرْبِ))

”اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ گندم جو کھجور اور منقہ میں زکوٰۃ واجب ہے۔“ (۲)

اختلاف اس بات میں ہے کہ ان چار اصناف کے علاوہ باقی نباتات میں بھی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ جن حضرات کا خیال ہے کہ صرف ان چار اصناف میں ہی زکوٰۃ واجب ہے ان میں مندرجہ ذیل اہل علم بھی شامل ہیں:

(۱) [تفسیر أحسن البیان، از حافظ صلاح الدین یوسف (ص ۱۶۱۲) تفسیر فتح القدیر (ص ۱۵۱۸)]

تفسیر ابن کثیر (۴/۵۲۲)

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴/۱۵۴) مزید دیکھئے: الإجماع لابن المنذر (ص ۴۳) موسوعة الإجماع]

(شوکانیؒ) ”گندم جو کھجور اور منقٰی میں سے عشر نکالنا واجب ہے۔“ (۱)

(نواب مدتی حسن خانؒ) انہوں نے مذکورہ چاروں اشیاء کے ساتھ ”کئی“ کو بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۲)

(ابن عربیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام ابن مبارکؒ، امام حسنؒ، امام ابن سیرینؒ اور امام شعبیؒ وغیرہ بھی اسی کے

قائل ہیں۔ نیز امام احمدؒ سے بھی ایک روایت میں یہی قول مروی ہے۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۵)

امام شوکانیؒ اور دیگر جن حضرات نے یہ موقف اپنایا ہے ان کی دلیل مندرجہ ذیل روایات ہیں:

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ

﴿لَا تَأْخُذُوا الصَّدَقَةَ إِلَّا مِنْ هَذِهِ الْأَصْنَافِ الْأَرْبَعَةِ: الشَّعِيرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالزَّيْتِ، وَالتَّمْرِ﴾

”جو گندم، منقٰی اور کھجور ان چار اصناف کے علاوہ کسی غلے پر زکوٰۃ وصول نہ کرنا۔“ (۶)

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿إِنَّمَا سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الزَّكَاةَ فِي هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ: الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ وَالتَّمْرِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے صرف ان چار اشیاء میں ہی زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے: گندم، جو، منقٰی اور کھجور۔“ (۷)

(۱) [السبل الحرار (۴۳/۲)]

(۲) [الروضة الندية (۴۸۱/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۱۵۶/۴)]

(۴) [سبل السلام (۸۱۴/۲)]

(۵) [تمام المنة (ص ۳۶۸)]

(۶) [صحیح: تمام المنة (ص ۳۶۹) طبرانی کبیر کما فی المجموع (۷۵/۳) مستدرک حاکم (۴۰۱/۱)]

دارقطنی (۹۸/۲) کتاب الزکاة: باب لیس فی الحضرات صدقة، یرقی فی السنن الکبریٰ (۱۲۵/۴)

کتاب الزکاة: باب لا تأخذ صدقة شیء من الشجر غیر النخل والعب، معرفة السنن والآثار (۲۷۷/۳)

کتاب الزکاة: باب ما یؤخذ من الأشجار، امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ امام حاکمؒ نے

اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام زیلعیؒ نے اسی کو ثابت کیا ہے۔ [نصب الراية

(۳۸۹/۲)] شیخ محمد صبحی حسن طلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۴۱۳)]

(۷) [صحیح لغيره: السلسلة الصحيحة (۸۷۹) دارقطنی (۹۶/۲) کتاب الزکاة: باب لیس فی الحضرات

صدقة، ابوالطیب آبادی بیان کرتے ہیں کہ (اس کی سند میں موجود راوی) محمد بن عیید اللہ العززی متروک ہے۔ [التعلیق

المغنی (۹۶/۲-۹۷) علامہ عیید اللہ رحمائی مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں العززی راوی متروک ہے اور موسیٰ بن طلحہ

عن معاذ منقطع ہے۔ [مرعاة المفاتیح (۸۲/۶)]

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ﴿الدَّرَّةُ﴾ ”مکئی“ کا لفظ زیادہ ہے مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ چار اصناف ہی ثابت ہیں لہذا ان سے ہی عشر لیا جائے گا۔ چونکہ اصل براءت ذمہ ہے اور مسلمان کا مال حرام ہے اس لیے صرف اتنا ہی لیا جاسکتا ہے جتنے کے متعلق قطعی دلیل ثابت ہو جائے اور دلیل سے صرف مذکورہ چار اشیاء ہی ثابت ہوتی ہیں لہذا ان ہی پر اکتفا کیا جائے گا۔

اس مسئلے میں فقہانے بھی اختلاف کیا ہے:

(مالک، شافعی، احمد) صرف ایسی کھیتیوں اور پھلوں میں زکوٰۃ ہے جو کھانے اور ذخیرہ کرنے کے قابل ہوں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہ) لکڑی، گھاس اور بانس کے علاوہ ہر ایسی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے جسے زمین اُگاتی ہے۔

(داود ظاہری) زمین سے پیدا ہونے والی ہر شے میں زکوٰۃ واجب ہے البتہ جس چیز کو تاپا تو لا جاسکتا ہو اس میں

وجوب عشر کے لیے نصاب شرط ہے اور جو چیزیں تاپی تو لی نہیں جاسکتیں ان کی قلیل و کثیر مقدار میں عشر واجب ہے۔

(ابن حجر) انہوں نے داود ظاہری کے اس قول کے متعلق کہا ہے کہ ((هَذَا نَوْعٌ مِّنَ الْجَمْعِ بَيْنَ

الْحَدِيثَيْنِ)) ”یہ دو حدیثوں کے درمیان تطبیق کی ایک قسم ہے۔“ (۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ابو حنیفہ کا مذہب رائج ہے۔ (۳)

(عبد اللہ رحمٰنی مبارکپوری) میرے نزدیک ان اقوال میں سے سب سے زیادہ رائج اور قوی قول داود

ظاہری کا ہے۔ (۴)

(۱) [ضعیف: ضعیف ابن ماجہ (۴۰۰) کتاب الزکاة: باب ما تحب فیہ الزکاة من الأموال، ابن ماجہ

(۱۸۱۵) إرواء الغلیل (۸۰۱) دارقطنی (۹۴/۲) کتاب الزکاة: باب ما یحب فیہ الزکاة من الحب، حافظ

ابن حجر نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت میں محمد بن عبید اللہ العرزی ہے اور وہ متروک ہے۔

[تلخیص الحیبر (۳۶۷/۲) ابوالطیب آبادی ”التعلیق المغنی“ میں فرماتے ہیں کہ عرزی راوی کو امام بخاری، امام

نسائی، امام ابن عیینہ اور امام لاس نے ضعیف کہا ہے۔ احتاف کا کہنا ہے کہ یہ اور اس معنی کی تمام روایات ضعیف ہیں۔

[مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (۸۳/۶)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۱۸۸۴/۳) فتح القدیر (۲/۲) اللباب (۱۵۱/۱) الشرح الكبير (۴۴۷/۱) الشرح

الصغیر (۶۰۹/۱) القوانین الفقہیة (ص ۱۰۵) مغنی المحتاج (۲۸۱/۱) المہذب (۱۵۶/۱) المغنی

(۶۹۰/۲) کشاف القناع (۲۳۶/۲) المجموع (۴۳۲/۵) مرعاة المفاتیح (۸۰/۶)]

(۳) [فقه الزکاة (۳۵۵/۱)]

(۴) [مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح (۸۳/۶)]

(شیخ صالح بن فوزان) ہر قسم کے غلے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۱)

(راجع) درج بالا پہلی حدیث کہ جس میں صرف چار اصناف سے ہی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ہے اگرچہ شیخ البانیؒ اور دیگر چند علماء نے تو اسے قابل حجت قرار دیا ہے لیکن فی الحقیقت وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس میں ابو حذیفہؓ راوی صدوق سیکی الحفظ ہے، سفیانؓ ثوریؓ مدلسؓ راوی کا معنی ہے، طلحہ بن یحییٰؓ راوی مختلف فیہ ہے۔ نیز شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ثابت کرنے کے لیے جن روایات سے استشہاد کیا ہے وہ یا تو مرسل و ضعیف ہے یا اس معنی کی نہیں ہیں۔ (۲)

اور دوسری روایت جو سنن دارقطنی کی ہے اس کی سند میں العززیؓ راوی متروک ہے لہذا وہ بھی قابل حجت نہیں۔ ہمارے علم کے مطابق چونکہ یہ روایات ثابت نہیں ہیں اس لیے عمومی دلائل کی وجہ سے ہر زمینی پیداوار پر نصاب تک پہنچنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہے جیسا کہ امام ابو حذیفہؓ، داود ظاہریؒ، عبید اللہ رحمائیؒ مبارکپوریؒ اور ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ وغیرہ کا موقف ہے۔ (واللہ اعلم) اور وہ عمومی دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ﴿وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ [الأنعام: ۱۴۲]

”کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔“

(۲) ﴿مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ [البقرة: ۲۶۷]

”اس چیز میں سے (خرچ کرو) جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی۔“

(۳) ﴿فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ﴾

”وہ زمین جسے آسمانی پانی سیراب کرے اس کی پیداوار میں دسواں حصہ واجب ہے۔“ (۳)

(۴) ﴿لَيْسَ فِي مَا ذُوقَ خَمْسَةَ أَوْ سِتًّا مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبِّ صَدَقَةٍ﴾

”پانچ دن سے کم کسی کھجور اور کسی غلے میں صدقہ نہیں ہے۔“ (۴)

(۱) [الملخص الفقہی للڈکٹور صالح بن فوزان (۳۳۵/۱)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: إرواء الغلیل (تحت الحدیث ۸۰۱) نصب الراية (۳۸۶/۲) مرعاة المفاتيح

شرح مشکاة المصابيح (۸۱/۶-۸۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۸۳) کتاب الزکاة: باب العشر فیما یسقی من ماء السماء وبالماء الجاری، أبو داود

(۱۵۹۶)]

(۴) [مسلم (۱۶۲۷) کتاب الزکاة: باب دارمی (۱۵۷۸) موطا (۵۱۳)]

سبزیوں میں زکوٰۃ کا حکم

برحق موقف یہ ہے کہ سبزیوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ تاہم جن حضرات کا کہنا ہے کہ سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

(1) عطاء بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ

﴿أَرَادَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُغِيرَةَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ أَرْضِ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ مِنَ الْخَضِرَوَاتِ صَدَقَةً فَقَالَ لَهُ مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ: لَيْسَ لَكَ ذَلِكَ، إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ: لَيْسَ فِي ذَلِكَ صَدَقَةٌ﴾
 ”عبداللہ بن مغیرہؓ نے موسیٰ بن طلحہ کی زمین سے سبزیوں کی زکوٰۃ لینے کا ارادہ کیا تو موسیٰ بن طلحہؓ نے کہا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۱)

(2) حضرت حاذقؓ سے مروی ہے کہ

﴿وَأَمَّا الْفَنَاءُ وَالْبَطِيْخُ وَالرُّمَّانُ وَالْقَصَبُ وَالْخَضِرَوَاتُ فَقَعَوْ عَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ﴾
 ”ککڑی، تربوز، انار، گنا اور سبزیوں میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ معاف فرمائی ہے۔“ (۲)

(3) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِي الْخَضِرَوَاتِ صَدَقَةٌ﴾

”سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۳)

سبزیوں کی زکوٰۃ کے متعلق دیگر فقہاء ائمہ کی آراء حسب ذیل ہیں:

(ماک، شافعی) سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(احمد، ابو یوسف، محمد) صرف اُن سبزیوں میں زکوٰۃ واجب ہے جنہیں ناپا تولاد اور ذخیرہ کیا جاسکتا ہو۔

(۱) [دارقطنی (۹۷/۲) کتاب الزکاة: باب لیس فی الخضروات صدقة، مستدرک حاکم (۴۰۱/۱) بیہقی فی السنن الکبری (۱۲۸/۴) کتاب الزکاة: باب الصدقة فیما یزرعه الآدمیون، حافظ ابن حجر قسطنطینی کہ امام دارقطنیؒ نے اس روایت کو ”علل“ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ [تلخیص الحبیر (۳۲۱/۲)]

(۲) [دارقطنی (۹۷/۲) حاکم (۴۰۱/۱) طبرانی کبیر (۱۵۱/۲۰)] حافظ ابن حجر قسطنطینی کہ اس روایت میں ضعف وانقطاع ہے۔ [تلخیص الحبیر (۳۲۱/۲)] ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

[بلوغ المرام (۵۰۸)]

(۳) [دارقطنی (۹۶/۲) امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مروان بخاری راوی ضعیف ہے۔]

(ابو حنیفہ) سبزیوں میں زکوٰۃ واجب ہے (انہوں نے عمومی دلائل سے استدلال کیا ہے)۔

(عبد الرحمن مبارکپوری) جس حدیث میں ہے کہ ”سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں“ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(شوکانی) سبزیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۱)

(ترمذی) سبزیوں کی زکوٰۃ کے متعلق روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اور اس معنی کی کوئی بھی روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ (۲)

(راجح) چونکہ مذکورہ بالا اور اس معنی کی تمام روایات ضعیف و ناقابل حجت ہیں اس لیے یہ موقف بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ لہذا عمومی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمینی پیداوار پر جبکہ وہ نصاب کو پہنچتی ہو زکوٰۃ فرض ہے اور اس میں سبزیوں بھی شامل ہیں۔ (واللہ اعلم)

اس کا نصاب پانچ وقت ہے

(۱) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِيمَا ذُوْنَ خَمْسَةِ أَوْ سَبْعَةِ صَدَقَةٍ﴾

”پانچ وقت سے کم (غلے) پر زکوٰۃ نہیں۔“ (۳)

یہ حدیث گذشتہ عام حدیث ﴿وَيْسَمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ﴾ کی تخصیص کر دیتی ہے لہذا پانچ وقت سے کم غلے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(۱) [تحفة الأحوذی (۳۲۸/۳) الأم (۴۵۱/۲) المبسوط (۳/۳) الکافی الابن عبد البر (ص ۱۰۰/۱) المغنی

لابن قدامة (۱۵۸/۴) نیل الأوطار (۱۶۰/۴) الدرر البہیة : کتاب الزکاة : باب زکاة النباتات]

(۲) [جامع ترمذی (بعد الحدیث ۶۳۸۱)]

(۳) [بخاری (۱۴۴۷) کتاب الزکاة : باب زکاة الورد، مسلم (۹۷۹) کتاب الزکاة : باب منه، أبو داود

(۱۵۵۸) کتاب الزکاة : باب ما تحب فیہ الزکاة، ترمذی (۶۲۲) کتاب الزکاة : باب ما جاء فی صدقة

الزروع والشمرو الحبوب، نسائی (۱۷/۵) کتاب الزکاة : باب زکاة الإبل، ابن ماجہ (۱۷۹۳) کتاب

الزکاة : باب ما تحب فیہ الزکاة من الأموال، مؤطا (۲۴۴/۱) کتاب الزکاة : باب ما تحب فیہ الزکاة،

أحمد (۱۶/۳) ابن أبی شیبہ (۱۱۷/۳) کتاب الزکاة : باب من قال لیس فی أقل من مائتی درهم زکاة، عبد

الرزاق (۷۲۵۲) ابن الجارود (ص ۱۲۴/۱) دارقطنی (۹۳/۲) کتاب الزکاة]

(ابوحنیفہؒ) پانچ وقت سے کم اور زیادہ ہر مقدار میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۱)

ان کا کہنا ہے کہ عموم کی دلالت قطعی ہے اور قطعی عموماً کو ظنی دلائل سے خاص نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ عام اور خاص دونوں ہی ظنی ہیں بلکہ خاص دلالت و اسناد کے اعتبار سے زیادہ رائج ہے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ عام کو خاص پر محمول کرنا ائمہ اصول کے نزدیک متفق علیہ معاملہ ہے۔ لہذا اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے ایسا کہے (یعنی کہ عام کی تخصیص نہیں کی جائے گی) تو جو شخص ایسے حکم سے بھی جاہل ہے وہ مجتہد کیسے ہو سکتا ہے اور اگر علم کے باوجود ایسا کہے تو پھر اس کے برخلاف صحیح دلیل کے ساتھ حجت قائم ہو چکی ہے۔ (۲)

(ابن حزمؒ) پانچ وقت سے کم مقدار میں زکوٰۃ نہیں۔ (۳)

(ابن منذرؒ) امام ابوحنیفہؒ کے قول کے علاوہ اس پر اجماع ہے کہ پانچ وقت سے کم غلے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ (۴)

(ابن قدامہؒ) پانچ وقت سے کم غلے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۵)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اسی موقف کو ثابت کیا ہے۔ (۶)

(سعودی مجلس افتاء) غلہ کی زکوٰۃ کا وہ نصاب جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے پانچ وقت ہے۔ (۷)

□ ایک وقت ساٹھ صاع کا ہوتا ہے ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں ایک مد ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتا ہے۔ جدید پیمانے کے مطابق ایک صاع تقریباً ۱۸۰۰ گرام (2.50) کلو گرام اور ایک وقت چار (4) من کا ہوتا ہے اور اس طرح پانچ وقت بیس (20) من وزن ہوا۔

(ابن تیمیہؒ) وقت ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع نبی ﷺ کے چار مد کے برابر ہے۔ (۸)

(۱) [الحاوی (۲۱۰/۳) الأم (۴۰/۲) المغنی (۶۱/۴) الکافی لابن عبدالبر (ص ۱۰۱) المبسوط (۳/۳)]

بدائع الصنائع (۶۰/۲)

(۲) [السیل الجرار (۴۲/۲) نیل الأوطار (۹۸/۳)]

(۳) [المعلی بالآثار (۵۸/۴)]

(۴) [کما فی نیل الأوطار (۹۸/۳)]

(۵) [المغنی (۱۶۱/۴)]

(۶) [أعلام الموقعین (۳۴۸/۲)]

(۷) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۲۰/۹)]

(۸) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۱۸/۲۵)]

(ابن قدامہؒ) ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(ابن منذرؒ) اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(عبداللہ رحمٰنی مبارکپوریؒ) اوسق، وسق کی جمع ہے۔ وسق بالاتفاق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع چار مد کے برابر ہے اور مد ایک رطل اور تہائی رطل کے برابر ہے لہذا ایک صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کے

برابر ہوا۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ (۳)

اس کی شرح زکوٰۃ، عشر یا نصف عشر ہے

عشر سے مراد دسواں حصہ اور نصف عشر سے مراد بیسواں حصہ ہے۔ دراصل اصطلاحی طور پر زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کو ”عشر“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿يَمَّا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُورُ وَ يَمَّا سَقَىٰ بِالْأَنْهَارِ نَصْفُ الْعُشْرِ﴾

”جو زمینیں نہروں اور آسمانی بارش کے ذریعے سیراب ہوتی ہیں ان میں سے دسویں حصے نکالے جائیں گے اور جس زمین کو جانوروں کے ذریعے پانی لاکر سیراب کیا جاتا ہے اس میں بیسواں حصہ ہے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”وہ زمین جسے آسمان یا چشمہ سیراب کرتا ہو یا وہ خود بخود نمی کی وجہ سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جسے کنوئیں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔“ (۵)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

(۱) [المغنی لابن قدامة (۱۶۷/۴)]

(۲) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۶۷/۶)]

(۳) [فتاویٰ منار الإسلام (۲۷۹/۱)]

(۴) [مسلم (۹۸۱) کتاب الزکاة: باب ما فيه العشر أو نصف العشر، أبو داود (۱۵۹۷) کتاب الزکاة: باب

صدقة الزرع، نسائی (۴۱/۵) کتاب الزکاة: باب ما يوجب العشر، ابن الحارود (۳۴۷) ابن خزيمة

(۲۳۰۹) شرح معانی الآثار (۳۷/۲) دارقطنی (۱۳۰/۲) بیہقی (۱۳۰/۴)]

(۵) [بخاری (۱۴۸۳) کتاب الزکاة: باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الحار]

﴿أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعَشْرُ﴾ ”یادہ زمین بارش کے بغیر زمینی درطوبیت سے ہی سیراب ہوتی ہو تو اس میں دسواں حصہ ہے (بعلا کا لفظ عشر یا کا بدل ہے)۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ اگر زمین کسی ایسے ذریعے سے سیراب کی جاتی ہو جس میں مشقت نہ ہو یا کم مشقت ہو مثلاً بارش، شبنم، آبلے، زمینی درطوبیت اور چشمے وغیرہ تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مشقت طلب ذریعے سے سیراب کی جاتی ہو مثلاً اونٹ، بیل یا آدمی پانی لا کر سیراب کریں یا کنوؤں یا ٹیوب ویل سے پانی لا کر یا پانی خرید کر سیراب کیا جائے یا جیسے آج کل معین رقم ادا کر کے نہری پانی سے فصلوں کو سیراب کیا جاتا ہے تو ان سب صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(نوٹ) اس مسئلے پر اتفاق ہے۔ (۲)

(شوکانی) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

کھیتوں اور پھلوں میں وجوب زکوٰۃ کا وقت

(سید سابق) ”کھیتوں میں زکوٰۃ اُس وقت واجب ہوگی جب غلہ پک جائے اور ملا ہوا دانہ بن جائے اور پھلوں میں اُس وقت واجب ہوگی جب اُن کی صلاحیت ظاہر ہو جائے اور یہ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ کبھی کھجور سرخ ہو جائے اور انگور میں مٹھاس پیدا ہو جائے اور زکوٰۃ صرف اُس وقت نکالی جائے گی جب غلہ صاف کر لیا جائے اور پھل خشک ہو جائیں۔ (۴)

اس کی دلیل وہ آیت ہے جس میں ہے کہ ﴿وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ ”کنائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔“ یعنی جب کھیتی کاٹ لو اور پھل اُتار لو تو حق ادا کر دو اور یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ یہ دونوں کام اُسی وقت ہوتے ہیں جب غلہ اور پھل پک جائے۔

علاوہ ازیں اس ضمن میں مندرجہ ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۱۱) کتاب الزکاة: باب صدقة الزرع، أبو داود (۱۵۹۶) نسائی

(۲۴۸۸) کتاب الزکاة: باب ما یوجب العشر وما یوجب نصف العشر]

(۲) [شرح مسلم (۶۱/۴)]

(۳) [نبیل الأوطار (۹۶/۳)]

(۴) [فقه السنة (۳۳/۱۱)]

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا نَهَى الْبَايِعَ وَالْمُبْتَاعَ﴾
 ”نبی کریم ﷺ نے بائع اور مشتری کو کچے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

﴿لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَارَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا﴾

”پھلوں کی بیع نہ کرو جب تک وہ پک نہ جائیں۔“ (۲)

(۳) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا﴾

”نبی کریم ﷺ نے پھلوں کو اُس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔“ (۳)

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى تُرْهَى، قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے پھلوں پر سرخی آنے سے پہلے انہیں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ

مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔“ (۴)

(شیخ حسین بن عودہ) ابن نمیر نے اپنی کتاب [المتنوی علی تراجم أبواب البخاری (ص ۱۲۷/۱) میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ ”اور وجہ استدلال یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے پھل پکنے کے بعد ہی انہیں فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اور وہی زکوٰۃ کا وقت ہے۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۲۱۹۴) کتاب البیوع: باب بیع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، مسلم (۱۵۳۴) کتاب البیوع:

باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها بغیر شرط، ابو داود (۳۳۶۷) کتاب البیوع: باب فی بیع

الثمار قبل أن يبدو صلاحها، نسائی (۲۶۲/۷) أحمد (۵۶/۲)]

(۲) [مسلم (۱۵۳۸) کتاب البیوع: باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها، نسائی (۲۶۳/۷) ابن ماجہ

(۲۲۱۵) کتاب التَّحَارَات: باب النهی عن بیع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، أحمد (۱۳/۵)]

(۳) [بخاری (۱۴۸۷) کتاب الزَّكَاة: باب من باع ثماره أو نخله أو أرضه أو زرع، مسلم (۱۵۳۶) کتاب

البیوع: باب باب النهی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها بغیر شرط القطع، حمیدی (۱۲۵۵) ابن حبان

(۵۱۹۲) نسائی فی السنن الکبری (۶۱۱۶) أبو یعلی (۱۸۰۶) بیہقی (۳۰۴/۵) أحمد (۱۴۳۵۶)]

(۴) [بخاری (۱۴۸۸) کتاب الزَّكَاة: باب من باع ثماره أو نخله أو أرضه أو زرع، مسلم (۱۵۵۵) کتاب

المساقاة والمزارعة: باب وضع الحوائج، نسائی فی السنن الکبری (۶۱۱۷) ابن حبان (۴۹۹۰) ابن

الحارود (۶۰۴) شرح السنة للبغوی (۲۰۸۰) بیہقی (۳۰۰/۵) أحمد (۱۲۱۳۹)]

(۵) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۶۶/۳)]

(مجلس بیست کبار علماء) پھلوں میں اُس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جب وہ پک جائیں اور ان کی پختگی ظاہر ہو جائے اور غلے میں اُس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کے دانے اپنی بالیوں میں پک جائیں۔ (۱)

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُحْرَصَ الْعِنَبُ كَمَا يُحْرَصُ النَّخْلُ وَتُؤْخَذَ زَكَاةُ زَيْبَا كَمَا تُؤْخَذُ صَدَقَةُ النَّخْلِ تَمَرًا﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انگور کا بھی اُس طرح اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور اُس کی زکوٰۃ منقہ کی صورت میں وصول کی جائے جیسے کھجور کی زکوٰۃ خشک کھجور (یعنی چھوڑے) کی صورت میں لی جاتی ہے۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۲)

پھلوں کا درختوں پر تخمینہ لگانا

زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو درختوں پر موجود انگور اور تر کھجور کے تخمینے کے لیے بھیجنا مشروع ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

(۱) نبی کریم ﷺ نے فتح خیبر کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اہل خیبر کی کھجوروں کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا تھا۔ (۳)

(۲) حضرت ابو سعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿عَزَّوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِى الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيثَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ

(۱) [کما فی توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳/۳۵۳)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۳۴۷) کتاب الزکوة : باب فی حرص العنب ' ابو داود (۱۶۰۳) ترمذی

(۶۳۹) کتاب الزکوة : باب ما جاء فی الحرص ' ابن ماجہ (۱۸۱۹) کتاب الزکوة : باب حرص النخل

والعنب ' شرح معانی الآثار (۳۹/۲) کتاب الزکوة : باب الحرص ' دارقطنی (۱۳۴/۲) کتاب الزکوة : باب

فی قدر الصدقة فيما أخرجت الأرض وحرص الثمار ' بیہقی (۱۲۲/۴) کتاب الزکوة : باب کیف تؤخذ

زکوة النخل والعنب ' امام ابو داود نے فرمایا ہے کہ سعید بن مسیبؒ کا عتاب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ

فرماتے ہیں کہ اس میں انقطاع ہے اور امام منذریؒ نے کہا ہے کہ اس کا انقطاع ظاہر ہے کیونکہ سعید بن مسیبؒ خلافت عمر

میں پیدا ہوئے اور عتاب رضی اللہ عنہ اُس روز وفات پا گئے جس روز ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ [تلخیص الحیبر (۳۷۸/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۴۷۳) کتاب الزکوة : باب حرص النخل والعنب ' ابن ماجہ (۱۸۲۰)]

﴿لِأَصْحَابِهِ: اخْرُصُوا وَ اَخْرَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشْرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا: اخْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا أَتَى وَادَى الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ: كَمْ جَاءَتْ حَدِيثُكَ؟ قَالَتْ: بِعَشْرَةِ أَوْسُقٍ خَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ﴾

”ہم غزوہ تبوک کے لیے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب آپ وادی قرئی سے گزرے تو ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو اپنے باغ میں کھڑی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ (کہ اس سے کتنی کھجور نکلے گی) آپ ﷺ نے دس وزن کا اندازہ لگایا۔ پھر اس عورت سے فرمایا کہ یاد رکھنا اس میں سے جتنی کھجور نکلے۔..... پھر جب وادی قرئی (وابسی پر) پہنچے تو آپ ﷺ نے اسی عورت سے پوچھا کہ تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا تھا؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ کے اندازے کے مطابق دس وزن آیا تھا۔“ (۱)

تخمینے سے مراد یہ ہے کہ جب انگور اور کھجور میں مٹھاس پیدا ہو جائے تو سارے پھل پر سرسری طور پر نظر دوڑائے پھر اندازہ لگائے کہ جب یہ انگور یا کھجور خشک ہو جائے گی تو اس وقت اس کی مقدار اور وزن کتنا رہ جائے گا۔

(مالک، شافعی) تخمینہ لگانا جائز ہے۔

(ابو حنیفہ) یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ غیب کی خبریں ہیں۔ (۲)

(ابن قیم) انہوں نے ثابت کیا ہے کہ زکوٰۃ کے لیے پھلوں کا تخمینہ لگانا صحیح سنت ہے۔ (۳)

(ابن حجر) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(شوکانی) تخمینہ کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مذکورہ احادیث کھجور اور انگوروں میں اندازہ کرنے

کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں۔..... اور یہ احادیث امام ابو حنیفہؒ کے قول کا رد کرتی ہیں۔ (۵)

(ابن عربی) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۴۸۱) کتاب الزکاة: باب خرص التمر، مسلم (۱۳۹۲) کتاب الفضائل: باب فی معجزات

النبی۔ ﷺ احمد (۲۳۶۶۵) ابن حبان (۴۵۰۳) ابن ابی شیبہ (۵۳۹/۱۴) بیہقی (۱۲۲/۴)]

(۲) [الکافی لابن عبدالبیر (ص ۱۰۱/۱) المغنی (۱۷۸/۴) الأم (۴۲/۲) الحاوی (۲۲۰/۳) الحجة علی أهل

المدینة (۵۱۰/۱) نیل الأوطار (۱۰۲/۳)]

(۳) [أعلام الموقعین (۲۶۴/۲)]

(۴) [فتح الباری (۴۰۳/۳)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۰۲/۳)]

(۶) [عارضۃ الأحوذی (۱۴۴/۳)]

(سید سابقؒ) جب کھجور اور انگور پک جائے اور اس کی پختگی ظاہر ہو جائے تو اس میں نصاب کی مقدار کا اعتبار تخمینہ و اندازہ کے ذریعے ہوگا، ماپنے کے ساتھ نہیں۔..... یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ اسی پر عمل پیرا رہے اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔..... تخمینہ کا سبب یہ ہے کہ یہ عادت جاری ہو چکی ہے کہ تر پھلوں کو کھایا جاتا ہے لہذا ضروری ہے پھلوں کے کھائے جانے اور کاٹے جانے سے پہلے ان کا اندازہ لگایا جائے۔ (۱)

(امیر صفائیؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ پھل اور انگور کا تخمینہ کرنا واجب ہے۔ (۲)

(عبداللہ بسم) یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ پھلوں کی وہ مقدار جاننے کے لیے کہ جو ان (درختوں) سے حاصل ہوگا اس کا تخمینہ و اندازہ لگانا کافی ہے۔ (۳)

□ (ابن قدامہؒ) تخمینہ کرنے کرنے کے لیے ایک آدمی ہی کافی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ (اکیلے) ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ہی بھیجا کرتے تھے اور وہ تخمینہ لگاتے تھے اور کسی نے ان کے ساتھ کسی اور کا ذکر نہیں کیا۔ (۴)

□ جس روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿إِذَا خَرَصْتُمْ فَعَلُّوْا وَدَعُّوْا الثَّلَثَ فَإِنْ لَمْ تَدَعُّوْا الثَّلَثَ فَدَعُّوْا الرُّبْعَ﴾

”جب تم غلہ کا تخمینہ اور اندازہ لگاؤ تو ایک تہائی چھوڑ دیا کرو اگر تہائی نہیں چھوڑ سکتے تو چوتھائی چھوڑ دیا کرو۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۵)

شہد میں عشر واجب ہے

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

﴿أَنَّهُ أَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ الْعُشْرَ﴾

(۱) [فقه السنة (۳۳۲/۱)]

(۲) [سبل السلام (۸۱۸/۲)]

(۳) [توضیح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۴۹/۳)]

(۴) [المعنی لابن قدامة (۱۷۵/۴)]

(۵) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۳۴۹) کتاب الزکوة: باب فی الخرص، المشکاة (۱۸۰۵) ابو داود

(۱۶۰۵) ترمذی (۶۴۳) کتاب الزکوة: باب ما جاء فی الخرص، نسائی (۲۴۹۱) کتاب الزکوة: باب

کم یتروک الخراص، احمد (۱۵۵۱۱) ابن حبان (۳۲۸۰) حاکم (۱۴۶۴) ابن الحارود (۳۵۲) ابن

خزیمہ (۲۳۱۹) شرح معانی الآثار (۳۹/۲) طبرانی کبیر (۹۹/۶)]

- ”آپ ﷺ نے شہد سے رسواں حصہ لیا۔“ (۱)
- (۲) حضرت ابوسارہ صحنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے پاس شہد کی کھیاں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:
- ﴿إِذَا الْعُشْرُ﴾ ”تو رسواں حصہ ادا کرو۔“ (۲)
- (۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کے متعلق فرمایا:
- ﴿فِي كُلِّ عَشْرَةٍ أَزْوَاقٍ زَوْقٍ﴾
- ”ہر دس مشکوں میں ایک مشک (زکوٰۃ) ہے۔“ (۳)
- (یوسف قرضاوی) راجح یہی ہے کہ شہد میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۴)
- (احمد) شہد میں عشر (یعنی رسواں حصہ زکوٰۃ) ہے۔
- (ابوضیفہ) اگر شہد کی کھیاں عشری زمین میں ہوں تو زکوٰۃ ہے بصورت دیگر نہیں۔
- (مالک، شافعی) شہد میں زکوٰۃ نہیں۔ (۵)
- (مرغینانی حنفی) شہد میں زکوٰۃ اس صورت میں ہے کہ جب اسے عشری زمین سے حاصل کیا گیا ہو۔ (۶)
- (ابن حزم) شہد میں زکوٰۃ نہیں۔ (۷)
- (ابن منذر) شہد میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق کوئی بھی حدیث ثابت نہیں اور نہ ہی اس مسئلے میں اجماع ہے لہذا اس میں زکوٰۃ نہیں اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (۸)

(۱) [حسن صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۷۷) کتاب الزکاة: باب زکاة العسل، إرواء الغلیل (۸۱۰)]

صحیح أبو داود (۱۴۲۴) ابن ماجہ (۱۸۲۴)]

(۲) [حسن: صحیح ابن ماجہ (۱۴۷۶) أيضا، ابن ماجہ (۱۸۲۳) أحمد (۲۳۶/۴) بیہقی (۱۲۶/۴)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی (۵۱۴) کتاب الزکاة: باب ما جاء في زکاة العسل، إرواء الغلیل (۲۸۶/۳)]

ترمذی (۶۶۹)]

(۴) [فقه الزکاة (۴۲۶/۱)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۱۸۳/۴)]

(۶) [نصب الرایة مع الهدایة (۴۰۵/۲)]

(۷) [المحلی بالآثار (۳۹/۴)]

(۸) [کما فی فقه السنة (۳۳۵/۱)]

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شہد میں زکوٰۃ کو ضروری نہیں سمجھا۔ (۱)

(عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ) راجح قول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے کہ شہد میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲)

(شوکانیؒ) ابویسارہ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ (شہد میں) وجوب زکوٰۃ کی واضح دلیل ہے۔ (۳)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ شہد میں دسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) واجب ہے۔ (۴)

(نواب صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(البانیؒ) شہد کی زکوٰۃ کے متعلق احادیث روایت کی گئی ہیں اور ان میں سے بہترین حدیث عمرو بن شعیب عن

ابیہ عن جدہ ہے۔ (۶)

(راجح) گذشتہ صحیح احادیث سے شہد کی زکوٰۃ ثابت ہو جاتی ہے اور یہ اس آیت ﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ کے عموم میں بھی شامل ہے کیونکہ کھیاں زمینی پیداوار سے ہی رس حاصل کر کے شہد بناتی ہیں۔

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿كَيْسَ فِي الْعَسَلِ زَكَاةٌ﴾ ”شہد میں زکوٰۃ نہیں۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۷)

گھٹیا قسم کا غلہ زکوٰۃ میں دینا جائز نہیں

اس مسئلے کی تفصیل آئندہ باب ”زکوٰۃ نکالنے کا بیان“ کے تحت آئے گی۔



(۱) [بخاری (قبل الحديث ۱۴۸۳) كتاب الزكاة : باب العشر فيما يسقى من ماء السماء والماء الحار]

(۲) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۶۳/۶)]

(۳) [الميل الحرار (۷۸۸/۱)]

(۴) [الدرر البهية : كتاب الزكاة : باب زكاة النباتات]

(۵) [الروضة الندية (۲۰۰/۱)]

(۶) [تمام المنة (ص ۳۵۴)]

(۷) [بيهقي في السنن الكبرى (۱۲۸/۴) كتاب الزكاة : باب ما ورد في العسل ، معرفة السنن والآثار حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ اس کی سند میں حسین بن زید اور

دینی و معادن کی زکوٰۃ کا بیان

باب زکاة الرکاز و المعدن

رکاز کی حقیقت

رکاز کے مفہوم کے متعلق علماء کے دو اقوال ہیں:

(1) (جمہور، مالک، شافعی) اس سے مراد جاہلیت کے زمانے کا زمین میں مدفون خزانہ ہے جو بغیر کسی کثیر محنت و مشقت کے حاصل ہوا ہو۔

(2) (ابو حنیفہ، ثوری) رکاز معدنیات کا ہی دوسرا نام ہے۔ (۱)

جمہور نے احناف کا رد آئندہ عنوان کے تحت موجود حدیث سے کیا ہے کہ جس میں معدنیات اور رکاز کا الگ الگ ذکر (ایک ہی حدیث میں) ہوا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان دونوں میں یقیناً فرق ہے۔

(صاحب قاموس) انہوں نے رکاز کے دونوں معنی کیے ہیں یعنی معدنیات اور جاہلیت کا دَفینہ۔ (۲)

(ابن اثیر) رکاز ان دونوں معنوں پر بولا جاتا ہے لیکن حدیث جاہلیت کے دَفینے کے متعلق وارد ہے۔ (۳)

(البانی) لغت میں دونوں معنی مراد ہیں لیکن شرعاً صرف جاہلیت کا دَفینہ مراد ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی (گذشتہ) حدیث میں ہے۔ (۴)

(راجع) جمہور کا موقف رائج ہے کیونکہ حدیث سے ان دونوں کا فرق صاف ظاہر ہے۔ ثابت ہوا کہ رکاز کے مال میں زکوٰۃ نہیں بلکہ ”خمس“ یعنی پانچواں حصہ ہے۔ اس کی حیثیت اموال غنیمت جیسی ہے۔ اس میں خمس واجب ہے جو کہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور باقی تمام کا مالک وہ شخص ہوگا جسے یہ خزانہ ملا ہے۔

(احمد عبدالرحمن البناء) رکاز سے مراد اہل حجاز کے نزدیک زمین میں مدفون جاہلیت کا خزانہ ہے اور اہل عراق کے نزدیک معادن ہیں..... اور حدیث صرف پہلی تفسیر کے متعلق ہے اور وہ جاہلیت کا خزانہ ہے..... جمہور نے جو

(۱) [نیل الأوطار (۱۰۶/۳) قوانین الأحکام الشرعية (ص ۱۱۹-۱۲۰) مغنی المحتاج (۳۹۴/۱) بدائع

الصنائع (۶۵/۲) موطا : کتاب الزکاة : باب زکاة الرکاز]

(۲) [قاموس المحيط (ص ۴۶۱)]

(۳) [النهاية (۲۵۸/۲)]

(۴) [تمام المنة (ص ۳۷۶)]

رکاز اور معدن کے درمیان فرق کیا ہے وہ ظاہر ہے۔ (۱)

(بخاری) معدن رکاز نہیں۔ (۲)

(سید سابق) رکاز سے مراد جاہلیت کا مدفون خزانہ ہے۔ (۳)

(شیخ حسین بن عودہ) شرعی طور پر رکاز سے مراد جاہلیت کا دفینہ ہے۔ (۴)

(عبداللہ بام) رکاز سے مراد وہ دفینہ ہے جو جاہلیت کے زمانے سے پایا جائے۔ (۵)

(عبید اللہ رحمانی مبارکپوری) ہمارے نزدیک رائج موقف وہ ہے جس کے جمہور قائل ہیں کہ رکاز سے مراد صرف

جاہلیت کا زمین میں مدفون خزانہ ہے۔ (۶)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ

﴿سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الرِّكَازِ، قَالَ: الذَّهَبُ الَّذِي خَلَقَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

”رسول اللہ ﷺ سے رکاز کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، (اس سے مراد) وہ سونا ہے

جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں اُس دن پیدا کیا تھا جس دن زمین و آسمان بنائے تھے۔“

وہ روایت ضعیف ہونے کی بنا پر ناقابل حجت ہے۔ (۷)

رکاز سے پانچواں حصہ دینا ضروری ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ [البقرة: ۲۶۷]

”اُس مال سے (خرج کرو) جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے۔“

(۱) [الفتح الربانی (۲۴/۹-۲۷)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث / ۱۴۹۹) كتاب الزكاة: باب في الركاز الخمس]

(۳) [فقه السنة (۳۴۲/۱)]

(۴) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۸۷/۳)]

(۵) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۶۸/۳)]

(۶) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۳۱/۶)]

(۷) [ضعيف: أبو يعلى (۶۶۰۹) بيهقي (۱۵۲/۴) ديلمي (۳۳۰۷) شيخ عبد الرزاق مهدي حفظه اللہ تعالیٰ نے اس

روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [تفسير قرطبي بتحقيق عبد الرزاق مهدي (۳۰۶/۳)]

(قرطبی) اس سے مراد نباتات، معادن اور رکاز ہے اور یہ آیت ان تینوں اشیاء کو شامل ہے۔ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْعُمَّاءُ جُبَارٌ وَالْبُشْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدُنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ﴾

”جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنوئیں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے گا۔“ (۲)

(ابن منذر) ہمارے علم میں نہیں کہ کسی نے اس حدیث کی مخالفت کی ہو سوائے حسنؒ کے، انہوں نے ارض حرب اور ارض عرب میں پائے جانے والے خزانے کے درمیان فرق کیا ہے۔ (۳)

(عبید اللہ رحمائی مبارکپوری) رکاز میں خمس ہے اس پر اتفاق ہے۔ (۴)

(ابن قدامہ) رکاز جاہلیت کا دَفینہ ہے کم ہو یا زیادہ اس میں اہل صدقات کے لیے خمس ہے اور باقی اُس کے لیے ہے جسے وہ دَفینہ ملا ہے۔ (۵)

کیا نصاب اور سال کی شرط رکاز میں بھی ہے؟

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

﴿قَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ: الرِّكَازُ دَفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ "فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمْسُ"﴾

”امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رکاز جاہلیت کا خزانہ ہے اس میں کم مال نکلے یا زیادہ پانچواں

حصہ نکالنا پڑے گا۔“ (۶)

(۱) [تفسیر قرطبی (۳/۳۰۵)]

(۲) [بخاری (۱۴۹۹) کتاب الزکوٰۃ: باب فی الرِّكَازِ الخمس، مسلم (۱۷۱۰) کتاب الحدود: باب فرح

العمماء والمعدن والبشر جبار، أبو داود (۳۰۸۵) کتاب الخراج والإمارة والفتی: باب ما جاء فی الرِّكَازِ

وما فیہ، ترمذی (۱۳۹۱) نسائی (۴۵۰/۵) ابن ماجہ (۲۵۰۹) کتاب الأحکام: باب من أصاب رِكَازًا،

موطأ (۲۴۹/۱) مسند شافعی (۶۷۱) طيالسی (۲۳۰۵) ابن أبی شیبہ (۲۲۴/۳) أحمد (۲۲۸/۲) ابن

الحارور (۳۷۲) بیہقی (۱۵۵/۴) عبد الرزاق (۱۸۳۷۳) حمیدی (۱۰۷۹) شرح معانی الآثار

(۲۰۴/۳) أبو یعلیٰ (۶۰۵۰) طبرانی صغیر (۱۲۰/۱)]

(۳) [کما فی مرعاة المفاتیح (۱۳۱/۶)]

(۴) [أیضاً]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۲۳۱/۴)]

(۶) [بخاری (قبل الحديث ۱۴۹۹) کتاب الزکوٰۃ: باب فی الرِّكَازِ الخمس]

معلوم ہوا کہ رکاز سے خمس نکالنے کے لیے اس کا کسی نصاب تک پہنچنا ضروری نہیں۔

(جمہور، احناف، امیر صنعانیؒ، البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

(مالکؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) نصاب کا اعتبار کیا جائے گا۔ (۳)

(ابن حجرؒ) جمہور علما کا اتفاق ہے کہ اس (رکاز) میں سال کا عرصہ گزرنے کی شرط نہیں لگائی جائے گی بلکہ فی

الوقت پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ (۴)

(البانیؒ) حدیث ”رکاز میں خمس ہے“ کے اطلاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نصاب کی کوئی شرط نہیں اور یہی جمہور

علما کا مذہب ہے اور اسی کو امام ابن منذرؒ، امام صنعانیؒ اور امام شوکانیؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ (۵)

(عبد اللہ رحمٰنی مبارکپوریؒ) امام شافعیؒ کے جدید قول کے علاوہ جمہور علماء کے نزدیک رکاز کی کم اور زیادہ مقدار

میں کوئی فرق نہیں۔ (۶)

(شیخ حسین بن عودہ) رکاز میں نصاب اور سال کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس میں فوری طور پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ﴾ ”رکاز میں خمس ہے۔“ (۷)

(شیخ عبد اللہ بسام) رکاز کا نہ تو کوئی نصاب ہے اور نہ ہی اس کے لیے سال کی کوئی شرط ہے۔ (۸)

کس رکاز میں خمس واجب ہے؟

(ابن قدامہؒ) جس رکاز میں خمس واجب اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو مال ہے مثلاً سونا، چاندی، لوہا،

سیسہ اور تانبا وغیرہ۔ یہی امام اسحاقؒ، امام ابو عبیدہؒ، امام ابن منذرؒ، اصحاب الرائے، ایک روایت کے

(۱) [تمام المنۃ (ص ۳۷۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۶/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۰۶/۳) المبسوط (۲۱۱/۲) الہدایۃ (۱۱۰/۱) الکافی لابن عبد اللہ (ص ۹۵) الأم

(۵۹/۲) الحاوی (۳۳۷/۳) المغنی (۲۳۵/۴)]

(۴) [فتح الباری (۳۶۵/۳)]

(۵) [تمام المنۃ (ص ۳۶۵)]

(۶) [مرعۃ المفاتیح (۱۳۱/۶)]

(۷) [بحاری (۱۴۹۹) کتاب الزکاة: باب فی الرکاز الخمس، مسلم (۱۷۱۰) کتاب الحدود: باب۔

(۸) [المعجم والمعدن والبشر حبار]

(۸) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۶۸/۳)]

مطابق امام مالکؒ اور دو اقوال میں سے ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی موقف ہے۔ (ان کی دلیل حدیث ”رکاز میں خمس ہے“ کا عموم ہے)۔ (۱)

(عبد اللہ رحمانی مبارکپوری) حدیث کا ظاہر عموم ہی ہے لہذا جمہور کا قول رائج ہے۔ (۲)

رکاز کا مصرف

(شوکانیؒ) ”خمس کا مصرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الأنفال: ۴۱]

”جان لو کہ تم جس قسم کی جو غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور رسول کا اور قربت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔“

(جمہور مالکؒ، ابو حنیفہؒ) اس خمس کا مصرف وہی ہے جو مالِ فے کے خمس کا مصرف ہے۔

(شافعیؒ) اس کا مصرف وہ ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

(احمدؒ) ان سے مذکورہ دونوں اقوال منقول ہیں۔ (۳)

(راجع) فی الحقیقت کتاب وسنت میں رکاز کے مصرف کی کوئی بھی واضح دلیل موجود نہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ اس کا مصرف امام المسلمین کی رائے پر موقوف سمجھا جائے۔

(البانیؒ) رکاز کا مصرف خلیفۃ المسلمین کی رائے پر موقوف ہے اور وہ اسے وہیں صرف کرنے کا مجاز ہے جہاں ملکی مصلحت تقاضا کرتی ہے اور اسی قول کو ابو سعید نے ”کتاب الاموال“ میں اختیار کیا ہے۔ (۴)

(عبد اللہ بسام) اس کا مصرف تمام مسلمانوں کی مصلحتوں کے لیے ہے اسے آٹھ مصارف کے ساتھ مختص نہیں کیا جائے گا اور اسی وجہ سے رکاز کی زکوٰۃ مالِ فے کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔..... اس کا

مصرف مالِ فے کا مصرف ہے اس کے ساتھ آٹھ مصارف خاص نہیں کیے جائیں گے۔ (۵)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۲۰/۳)]

(۲) [مرعاة المفاتیح (۱۳۲/۶)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۰۶/۳) المبسوط (۲۱۱/۲) بدائع الصنائع (۶۵/۲) الکافی لابن عبد البر (ص ۹۶/۱) الأم

(۶۲/۲) الحاوی (۳۳۵/۳) المغنی (۲۳۶/۴)]

(۴) [تمام المنة (ص ۳۷۸)]

(۵) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۶۸/۳)]

مال غنیمت سے پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

غنیمت ایسے مال کو کہتے ہیں جو جنگ میں حاصل ہو۔ (۲)

اس میں منقولہ (مثلاً گاڑیاں، مویشی، آلات جنگ وغیرہ) اور غیر منقولہ (مثلاً زمینیں، عمارتیں اور گھر وغیرہ)

سب بغیر کسی فرق کے شامل ہیں۔ (۳)

اس کا مفصل بیان آئندہ ”کتاب الجہاد“ میں آئے گا (انشاء اللہ)۔

□ مالی فے: ایسے مال کو کہتے ہیں جو بغیر مشقت (یعنی بغیر جنگ) کے حاصل ہو جائے۔ (۴)

مال فے کا مصرف اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الحشر: ۷]

”بیتوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگایا وہ اللہ کا ہے اور

رسول کا، اور قربت والوں کا، اور یتیموں مسکینوں کا، اور مسافروں کا ہے۔“

کسی اور چیز میں خمس واجب نہیں

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

کیونکہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ دینے اور مال غنیمت کے علاوہ کسی اور

چیز میں بھی خمس واجب ہے۔ نیز برائے اصل یہ کا قاعدہ بھی اس کا مؤید ہے۔

(ابو حنیفہؒ) ہر جوہر میں خمس ہے مثلاً لوہا، تانبا اور پتیل وغیرہ۔ (۶)

یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (واللہ اعلم)

(۱) [الدرر البہیة : کتاب الزکاة : باب الخمس]

(۲) [المنجد (ص ۶۱۸)]

(۳) [الروضة الندية (۱/۵۲۳)]

(۴) [القاموس المحيط (ص ۱۰۳۱)]

(۵) [الدرر البہیة : کتاب الزکاة : باب الخمس]

(۶) [الروضة الندية (۱/۵۲۶)]

معادن میں زکوٰۃ کا حکم

(ابن اثیر) ”معادن“ سے مراد ایسی جگہیں ہیں جن سے زمین کے جواہر نکالے جاتے ہیں مثلاً سونا، چاندی اور تانبا وغیرہ۔ معادن کی واحد معدن ہے۔ (۱)

حضرت ربیعہ بن ابوعبدالرحمن کی روایت میں ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْطَعَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِّيَّ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتَلَّكَ الْمَعَادِنَ ”لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ“﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنئی رضی اللہ عنہ کو مقام قبلیہ کی کانیں عطا فرمائیں۔ یہ جگہ فرع مقام کے ایک جانب ہے۔ پس ان کانوں سے آج تک سوائے زکوٰۃ کے اور کچھ وصول نہیں کیا گیا۔“ (۲)

(شافعی) اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت اُن روایات میں سے نہیں ہے جسے اہل حدیث ثابت کرتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اسے ثابت کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں سوائے اس کے کہ صرف کان عطا کرنا ثابت ہے اور رہی بات معادن میں خُس کے علاوہ زکوٰۃ کی تو وہ نبی کریم ﷺ سے مروی نہیں ہے۔ (۳)

(بیہقی) ”فی الواقع بات اُسی طرح ہے جیسے امام شافعیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ (۴)

(امیر صنعانی) ”یہ (مذکورہ بالا) حدیث ثابت کرتی ہے کہ معادن میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے پانچواں حصہ مراد لیا گیا ہو۔ (۵)

(شیخ عبداللہ بسام) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معدنیات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (۶)

(۱) [النهاية لابن الاثير (۸۲/۳)]

(۲) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۶۶۸) كتاب العراج والإمارة والفتن : باب في إقطاع الأرضين، إرواء الغليل (۸۳۰) أبو داود (۳۰۶۱) مؤطا (۲۴۸/۱) كتاب الزكاة : باب الزكاة في المعادن، ييهقي في السنن الكبرى (۱۵۲/۴) كتاب الزكاة : باب زكاة المعدن، معرفة السنن والآثار (۳۰۷/۳) كتاب الزكاة : باب زكاة المعدن، طبرانی (۱۴۱) حاكم (۵۱۷/۳) شرح السنة للبقوي (۳۵۴/۳)]

(۳) [الأم للشافعي (۴۳/۲)]

(۴) [السنن الكبرى لليهقي (۱۵۲/۴)]

(۵) [سبل السلام (۸۲۸/۲)]

(۶) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳۶۹/۳)]

(راجع) اگرچہ مذکورہ بالا روایت میں ضعف ہے لیکن قرآنی آیت ”وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ“ کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین سے نکلنے والی ہر قیمتی چیز پر زکوٰۃ واجب ہے اور اس میں معدنیات بھی شامل ہیں جیسا کہ امام قرطبیؒ وغیرہ نے یہی تفسیر فرمائی ہے۔ لہذا اگر تو معادن کسی کی ذاتی ملکیت ہوں تو اسے چاہیے کہ ان سے زکوٰۃ نکالے۔ لیکن اگر حکومت اسلامیہ کے زیر کنٹرول ہوں تو پھر ان پر متعین زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ امیر المسلمین کو اختیار ہوگا کہ وہ جہاں مناسب سمجھے تمام مسلمانوں کی مصلحت کے لیے انہیں استعمال کرے۔

کن معادن میں زکوٰۃ ہے؟

(شافعیؒ) ان کا مشہور قول یہ ہے کہ معدنیات میں سے صرف سونے اور چاندی میں زکوٰۃ ہے اور دیگر جواہرات مثلاً تانبا، لوہا، یاقوت، عقیق زمرہ اور سرمہ وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔

(حنفیہ) اُن تمام زمین سے خارج شدہ معدنیات میں زکوٰۃ ہے جنہیں آگ کے ذریعے ڈھالا جاسکتا ہو اور جن میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو مثلاً وہ جامد یا مائع ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں۔ انہوں نے سونے اور چاندی پر قیاس کرتے ہوئے یہ موقف اپنایا ہے کیونکہ ان میں زکوٰۃ کا وجوب نص و اجماع کے ساتھ ثابت ہے۔

(حنابلہ) وجوب زکوٰۃ کے لیے معدنیات میں ایسی کوئی شرط نہیں کہ وہ آگ کے ذریعے ڈھالی جاسکتی ہوں یا ان میں یہ خاصیت نہ ہو بلکہ زمین سے حاصل ہونے والی ہر قسم کی قیمت رکھنے والی معدنیات میں زکوٰۃ ہے خواہ وہ جامد ہوں جیسے لوہا، تانبا اور سیسہ وغیرہ یا مائع ہوں جیسے مٹی کا تیل اور پٹرول وغیرہ۔ (انہوں نے قرآنی آیت ”وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ“ کے عموم سے استدلال کیا ہے)۔ (۱)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) حنابلہ کا موقف رائج ہے۔ (۲)

معادن میں شرح زکوٰۃ

(ابو حنیفہؒ) معادن میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ ”رکاز میں خمس واجب ہے“ چونکہ ان کے نزدیک رکاز سے مراد معادن ہی ہیں اس لیے یہ اس میں خمس کے قائل ہیں۔ (شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) ان میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

مذہب مالکؒ میں ایک رائے یہ بھی مشہور ہے کہ زمین سے خارج ہونے والی ہر قسم کی معدنیات مسلمانوں

(۱) [البحر الزخار (۲۱۰/۲) مرقاة شرح مشکاة (۱۴۹/۴) المغنی لابن قدامة (۲۴۱/۳)]

(۲) [فقہ الزکاة (۴۳۹/۱)]

کے بیت المال کا حصہ ہونی چاہئیں کیونکہ مسلمانوں کی مصلحت کا یہ تقاضا ہے کہ یہ تمام اموال اُن سب کے لیے ہوں اور پھر حاکم وقت جہاں مناسب سمجھے وہاں اُن کی مصلحت کے لیے ان اموال سے خرچ کرے۔ (۱)

(راجح) معادن سے خمس نکالنا اس لیے واجب نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ البتہ ان میں چونکہ زکوٰۃ واجب ہے اس لیے ان سے نقدی کی زکوٰۃ کی طرح اڑھائی فیصد کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

- (احمد عبدالرحمن البنائہ) معدنیات میں نقدی کی زکوٰۃ کی طرح چالیسواں حصہ واجب ہے۔ (۲)
- (ڈاکٹر وہبہ زحلی) معدن میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے بشرطیکہ وہ نصاب تک پہنچ جائے۔ (۳)
- (عبداللہ بسام) اس میں چالیسواں حصہ (یعنی اڑھائی فیصد) زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۴)

معادن کا نصاب

(ابو حنیفہ) معدن میں وجوب زکوٰۃ کے لیے نصاب کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ کم اور زیادہ ہر قسم کی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ انہوں نے رکاز پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ مذہب اپنایا ہے۔

(شافعی، مالک، احمد) معدن میں نصاب کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کا نصاب نقد کا نصاب ہی ہے۔ انہوں نے اُن تمام احادیث کے عموم سے استدلال کیا ہے جن میں سونے اور چاندی کے نصاب کا ذکر ہے۔ (۵)

(راجح) امام شافعی وغیرہ کا موقف رائج ہے۔

معادن میں زکوٰۃ کا وقت و وجوب

معدنیات میں زکوٰۃ کے وجوب کا وقت وہی ہے جب یہ حاصل ہوں اور نصاب تک پہنچ جائیں۔ ان میں زکوٰۃ کے لیے مذہب اربعہ کے اتفاق کے ساتھ سال گزرنے کی بھی شرط نہیں کیونکہ یہ اموال زمین سے حاصل ہونے والے ہیں اور کھیتوں، پھلوں اور دینیوں کے مشابہ ہیں اس لیے ان کی فوراً ہی زکوٰۃ ادا کر دینی چاہیے۔

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۷۹/۲) بدایة المجتہد (۲۵۰/۱) الشرح الصغير (۶۵۰/۱) مغنی المحتاج

(۱/۳۹۴) المہذب (۱/۶۲۱) المغنی (۱/۱۷۳)]

(۲) [الفتح الربانی (۲۷/۹)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۷۹/۲)]

(۴) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳/۳۶۹)]

(۵) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۸۴/۲) فقه الزکاة (۴/۴۷۱) المجموع (۸۱/۶)]

(ڈاکٹر وہبہ زحلی) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) جس موقف کو دلائل مضبوط کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ (معدنیات میں زکوٰۃ کے لیے)

نصاب کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ سال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (۲)

(شیخ عبداللہ بام) وجوب صرف اسی وقت ثابت ہوگا جب معروف نصاب زکوٰۃ مکمل ہو جائے گا یعنی بیس

دینار سونا یا دوسودہم چاندی یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو ان کی قیمت کو پہنچ جائے۔ ائمہ اربعہ کے اتفاق کے

ساتھ اس مال کے حاصل ہوتے ہی اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی کیونکہ یہ وہ مال ہے جو زمین سے حاصل ہوا

ہے اور اس کے لیے سال کا کوئی اعتبار نہیں۔ (۳)

معادن کا مصرف

(ابو حنیفہؒ) اس کا مصرف مال نے کا مصرف ہی ہے۔

(احمدؒ، مالکؒ) اس کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف ہے (یعنی آٹھ مصارف)۔

(راجح) امام احمدؒ وغیرہ کا موقف رائج ہے کیونکہ معدنیات عام زکوٰۃ کے مشابہ ہیں اس لیے ان کا مصرف بھی

وہی ہوگا جو زکوٰۃ کا ہے۔

سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء کی زکوٰۃ کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

﴿لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسْرَهُ الْبَحْرُ﴾

”عنبر کور کا نہیں کہہ سکتے، عنبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔“

اس کے بعد امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿وَقَالَ الْحَسَنُ: فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمْسُ، فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ، لَيْسَ

فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ﴾

”امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے رکا میں

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲/۷۸۴)]

(۲) [فقه الزكاة (۱/۴۴۷)]

(۳) [توضيح الأحكام شرح بلوغ المرام (۳/۳۶۹)]

پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔“ (۱)

(ابن حجر) ”جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دریا سے جو چیزیں نکالی جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۲)

(ابن تیمیہ) ”جو اشیاء سمندر سے نکالی جائیں مثلاً موتی اور مرجان وغیرہ ان میں جمہور اہل علم کے نزدیک زکوٰۃ نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہ امام زہریؒ، امام حسن بصریؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا قول ہے۔“ (۳)

(ابن قدامہ) ”سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء مثلاً موتی، مرجان اور عنبر وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۴)

(البانی) ”شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ”البانی“ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے خیال میں سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء میں زکوٰۃ ہے تو شیخ نے جواب دیا ”ان پر زکوٰۃ نہیں۔“ (۵)

(سید سابق) ”جمہور کا کہنا ہے کہ ہر وہ چیز جو سمندر سے نکالی جاتی ہے مثلاً موتی، مرجان، زبرجد، عنبر اور مچھلی وغیرہ اس میں زکوٰۃ نہیں الا کہ امام احمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جب سمندر سے خارج شدہ اشیاء نصاب تک پہنچتی ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے بھی موتی اور عنبر میں ان کی موافقت کی ہے۔“ (۶)

(ڈاکٹر وہبہ زحلی) ”سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء مثلاً موتی، مرجان، عنبر اور مچھلی وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔“ (۷)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) ”میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ معدنیات اور زرعی پیداوار پر قیاس کرتے ہوئے سمندر سے نکالی جانے والی اشیاء بھی مقررہ حق سے خالی نہیں خواہ ہم اس حق کو زکوٰۃ کا نام دیں یا کچھ اور۔“ (۸)



(۱) [بخاری (قبل الحديث / ۱۴۹۸) كتاب الزكاة : باب ما يستخرج من البحر]

(۲) [فتح الباری (۴۵۷/۳)]

(۳) [مجموع الفتاوی (۱۹/۲۵)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۲۴۴/۴)]

(۵) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۹۵/۳)]

(۶) [فقه السنة (۳۴۶/۱)]

(۷) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۸۵/۲)]

(۸) [فقه الزكاة (۴۵۴/۱)]

زکوٰۃ نکالنے کا بیان

باب | اخراج الزکاة

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَ

لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [البقرة: ۲۶۴]

”اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر۔“

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَىٰ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ﴾

”اعمال کا دار و مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت دنیاوی دولت حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو تو وہ ان ہی چیزوں کے لیے ہوگی جنہیں حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔“ (۱)

(3) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنْ أَحْبَبْتَ مَا أَحْبَبْتُ الشُّرْكَ الْأَصْغَرَ، قَالُوا: وَمَا الشُّرْكَ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الرِّبَاءُ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا جَزَى النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ، أَذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاوُونَ فِي الدُّنْيَا فَاَنْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً﴾

”بے شک میں تم پر سب سے زیادہ جس چیز سے خائف ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریا کاری۔ جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے

(۱) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحی: باب بدء الوحی، مسلم (۱۹۰۷) کتاب الإمامة: باب قوله إنما الأعمال بالنية وأنه يدخل فيه الغزو وغيره، ابو داود (۲۲۰۱) کتاب الطلاق: باب فيما عني به الطلاق والنيات، ترمذی (۱۶۴۷) کتاب فضائل الجهاد: باب ما جاء فيمن يقاتل رياء وللدنيا، ابن ماجه (۴۲۲۷) کتاب الزهد: باب النية، نسائی (۵۸/۱) احمد (۲۵/۱) حمیدی (۲۸) ابن خزيمة (۱۴۲)]

گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ اُن لوگوں کی طرف جنہیں تم دنیا میں (اپنے اعمال) دکھایا کرتے تھے اور دیکھو کیا تمہیں اُن کے پاس بدلہ ملتا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جن تین اشخاص کو جہنم میں پھینکا جائے گا ان میں سے ایک یہ ہوگا:

﴿وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأَتَى بِهِ فَعَرَفَهُ نَعْمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتُ فِيهَا قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُتَّقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ لَمْ أَمِرْ بِهِ فَسُحِبَ عَلَيَّ وَجْهُهُ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ﴾

”وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے وافر مال دیا اس کو ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد کرائے گا۔ وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے، تم نے انعامات کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ جواب دے گا میں نے ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا جسے تو پسند کرتا تھا کہ اس میں مال خرچ کیا جائے میں نے اس میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ کہتا ہے جبکہ تو نے محض اس لیے مال خرچ کیا تاکہ تجھے سخی کہا جائے چنانچہ تجھے کہہ دیا گیا۔ اس کے بعد اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے اوندھے منہ گھسیٹ کر دوزخ میں گرا دیا جائے۔“ (۲)

(5) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ تَصَدَّقَ بِرَأْيِي فَقَدْ أَشْرَكَ﴾

”جس نے ریاکاری کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔“ (۳)

(ابن قدامہ) زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت ضروری ہے (البتہ اگر حاکم وقت اس کے نہ ادا کرنے پر اس سے زبردستی وصول کرے تو پھر نیت کے بغیر بھی کفایت کر جاتی ہے)۔ (۴)

(۱) [صحیح: صحيح الترغيب والترهيب (۲۹) الترهيب من الرءاء احمد (۴۲۸/۵) يهقي (۴۸۳۱)]

(۲) [مسلم (۱۹۰۵) كتاب الإمارة: باب من قاتل للرءاء والسمة استحق النار ترمذی (۲۳۸۲) كتاب

الزهد: باب ما جاء في الرءاء والسمة ابن حبان (۴۰۸) احمد (۸۲۸۴) نسائی (۳۱۳۷) وفي السنن

الكبرى (۴۳۴۵/۳) حاكم في المستدرک (۳۶۴/۱) يهقي (۱۶۸/۹)]

(۳) [حسن: الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (۴۳) احمد (۱۲۶/۴) يهقي في شعب الإيمان

(۶۸۴۴) أصبهاني في الترغيب (۱۱۸)]

(۴) [المغنى (۸۸/۴)]

(سید سابقؒ) زکوٰۃ عبادت ہے اور اس کی صحت کے لیے نیت کی شرط لگائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اسے ادا کرتے وقت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی (کے حصول) کا ارادہ رکھے اس کے ذریعے اس سے ثواب طلب کرے اور اپنے دل کے ساتھ یہ پختہ یقین رکھے کہ یہ زکوٰۃ اس پر فرض کی گئی ہے۔ (۱)

(شیخ وہبہ زحیلی) فقہاء کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت شرط ہے۔ (۲)

(شیخ صالح بن فوزان) نیت کے بغیر زکوٰۃ نکالنا جائز نہیں۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۴)

گھٹیا اشیاء بطور زکوٰۃ نہیں دینی چاہئیں

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِالْحَالِدِينَ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾ [البقرة: ۲۶۷]

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔ ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا کہ جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو (یعنی جس طرح تم خوردی چیزیں لینا پسند نہیں کرتے) اس طرح اللہ کی راہ میں بھی ایسی چیزیں خرچ مت کرو۔“

(جلال الدین سیوطی، جلال الدین محلیؒ) ”الْخَبِيثُ“ سے مراد ردی قسم کا مال ہے۔ (۵)

(بیضاویؒ) ”وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ“ مراد یہ ہے کہ تم اُس مال میں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے ردی مال خرچ کرنے کا قصد مت کرو۔ (۶)

(ابن عربیؒ) اس آیت میں ایک فائدہ ہے اور وہ خبیث کے معنی کی پہچان ہے۔ پس ایک جماعت کا یہ کہنا ہے

(۱) [فقہ السنة (۳۱۶/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۵۰/۲)] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح القدیر (۴۹۳/۱) المجموع (۱۸۲/۶)

القوانين الفقهية (ص ۹۹) المذهب (۱۷۰/۱) المغنی (۶۳۸/۲)

(۳) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۳۵۶/۱)]

(۴) [فتاویٰ إسلامية (۹۴/۲)]

(۵) [تفسير جلالين (ص ۱۰۳)]

(۶) [تفسير بیضاوی (۱۴۰/۱)]

کہ خبیث سے مراد حرام ہے اور اس کے متعلق صاحب ”العین“ پھسل گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ خبیث ہر فاسد چیز ہے اور انہوں نے ”واللہ اعلم“ یہ مفہوم رجع کو خبیث کا نام دینے سے اخذ کیا ہے اور یعقوب نے کہا کہ خبیث سے مراد حرام ہے..... صحیح بات یہ ہے کہ خبیث کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے:

① وہ چیز جس کا کوئی فائدہ نہ ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿كَمَا يَنْفَى الْكِبْرُ عَيْنَ الْحَدِيدِ﴾ ”جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل ختم کر دیتی ہے۔“ (۱)

② جس چیز کو نفس برا سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿وَلَا تَبْمُؤُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ﴾ (۲)

(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق کھجوروں کے خوشے لاکر ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے جسے اصحاب صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجور کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔ ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا کہ جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو (یعنی جس طرح تم خود ردی چیزیں لینا پسند نہیں کرتے اس طرح اللہ کی راہ میں بھی ایسی چیزیں خرچ مت کرو)۔“

﴿لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَهْدَىٰ إِلَيْهِ مِثْلَ مَا أُعْطَاهُ لَمْ يَأْخُذْهُ إِلَّا عَلَىٰ إِغْمَاضٍ أَوْ حَيَاءٍ قَالَ : فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ يَأْتِي أَحَدُنَا بِصَالِحٍ مَا عِنْدَهُ﴾

”یعنی ہمیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے ہاں اگر شرم لحاظ سے بادل خواستہ لے لو تو اور بات ہے اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۸۷۱) کتاب الحج : باب فضل المدينة وأنها تنفي الناس مسلم (۱۳۸۲) کتاب الحج :

باب المدينة تنفي شرارها، مؤطا (۸۸۷/۲) حمیدی (۱۱۵۲) عبد الرزاق (۱۷۱۶۵) احمد (۳۸۴/۲)

طحاوی فی مشکل الآثار (۳۳۲/۲) ابن حبان (۳۷۲۳) شرح السنة للبغوی (۲۰۱۶)]

(۲) [تفسير أحكام القرآن لابن العربي (۲۸۴/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذی ترمذی (۲۹۸۷) کتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة ابن ماجة (۱۸۲۲)

کتاب الزکاة : باب النهی أن یخرج فی الصلقة شر ماله طبری (۶۱۳۹) (۶۱۴۰) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے جبکہ امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس

روایت کو حسن کہا ہے۔ [تفسير ابن کثیر بتحقيق عبد الرزاق مہدی (۶۳۲/۱)]

(3) حضرت سہل بن حفیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحَمَرِ وَرَوَّ لَوْنِ الْحَبِيبِ أَنْ يُؤْخَذَ فِي الصَّدَقَةِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حمر اور حقیق (گھٹیا کھجور کی دو قسمیں) بطور زکوٰۃ لینے سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسْجِدَ وَبِيَدِهِ عَصَا وَعَلَّقَ رَجُلٌ قَنَا حَشَفًا فَطَعَنَ بِالْعَصَا فِي

ذَلِكَ الْفَنُو وَقَالَ: لَوْ شَاءَ رَبُّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِطَائِبٍ مِنْهَا، وَقَالَ: إِنَّ رَبَّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ

الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

”رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ ایک آدمی نے

روزی کھجور کا خوشہ لٹکایا تو آپ ﷺ نے اس خوشے میں چھڑی مار کر کہا کاش! اس صدقہ کا مالک اس سے اچھی چیز کا

صدقہ کرتا اور آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اس صدقے کا مالک روز قیامت ردی کھجوریں کھائے گا۔“ (۲)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِبَضْبٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نُطْعِمُهُ

الْمَسَاكِينَ؟ قَالَ: لَا تُطْعِمُوهُمْ مِمَّا لَا تَأْكُلُونَ﴾

”رسول اللہ ﷺ کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے نہ کھایا اور نہ کسی کو کھانے سے

منع فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مساکین کو کھلا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں وہ کھانا مت کھلاؤ

جسے تم خود کھانا پسند نہیں کرتے۔“ (۳)

(سید سابق) اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اپنا پاکیزہ مال نکالنے کا حکم دیا ہے اور روزی مالی سے صدقہ

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۴۱۸) کتاب الزکاة: باب ما لا يحوز من الثمرة في الصدقة، ابو داود

(۱۶۰۷) نسائی (۲۴۹۴) کتاب الزکاة: باب قوله تعالى: ولا تيمموا العيب منه تنفقون، دارقطنی

(۱۳۰/۲) حاکم (۴۰۲/۱) طبری (۶۱۴۲) امام حاکم نے اس روایت کو تین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی

نے ان بھی موافقت کی ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ [تفسیر ابن

کثیر بتحقیق عبد الرزاق مہدی (۶۳۲/۱)]

(۲) [حسن: صحیح ابو داود (۱۴۱۹) کتاب الزکاة: باب ما لا يحوز من الثمرة في الصدقة، ابو داود

(۱۶۰۸)]

(۳) [حسن: احمد (۱۰۵/۶) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر

بتحقیق عبد الرزاق مہدی (۶۳۲/۱)]

نکالنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

(شیخ سلیم الہدالی) مال کے مالک کے لیے جائز نہیں کہ عمدہ مال چھوڑ کر ردی قسم کا مال صدقہ کرے۔ (۲)

(ڈاکٹر عائشہ القرنی) خبیث مال بطور زکوٰۃ نکالنا جائز نہیں۔ (۳)

اگر زکوٰۃ دینے والا اپنے اوپر واجب حق سے زیادہ دینا چاہے

تو جائز و مباح ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُصَدِّقًا فَمَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمَّا جَمَعَ لِي مَالَهُ لَمْ أَحِذْ عَلَيْهِ فِيهِ إِلَّا ابْنَةَ مَحَاضٍ، فَقُلْتُ لَهُ: أَدَا ابْنَةُ مَحَاضٍ فَإِنَّهَا صَدَقْتُكَ فَقَالَ: ذَلِكَ مَا لَا لَبْنَ فِيهِ وَلَا ظَهَرَ وَلَكِنْ هَذِهِ نَاقَةٌ فَيَبِيَّةٌ عَظِيمَةٌ سَمِينَةٌ فَخَذَهَا، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنَا بِأَحِذُ مَا لَمْ أَوْمَرْ بِهِ، وَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْكَ قَرِيبٌ، فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَأْتِيَهُ فَتَعْرِضْ عَلَيْهِ مَا عَرَضْتَ عَلَيَّ فَأَفْعَلُ، فَإِنْ قَبِلَهُ مِنْكَ قَبِلْتَهُ وَإِنْ رَدَّهُ عَلَيْكَ رَدَدْتَهُ، قَالَ: فَإِنِّي فَاعِلٌ، فَخَرَجَ مَعِيَ، وَخَرَجَ بِالنَّاقَةِ الَّتِي عَرَضَ عَلَيَّ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنِّي رَسُولُكَ لِيَأْخُذَ مِنِّي صَدَقَةً مَالِي وَإِنَّمِ اللَّهُ مَا قَامَ فِي مَالِي رَسُولُ اللَّهِ وَلَا رَسُولُهُ قَطُّ قَبِلَهُ فَحَمَمْتُ لَهُ مَالِي، فَرَعَمْتُ أَنْ مَالِي فِيهِ ابْنَةُ مَحَاضٍ، وَذَلِكَ مَا لَا لَبْنَ فِيهِ وَلَا ظَهَرَ، وَقَدْ عَرَضْتُ عَلَيْهِ نَاقَةً عَظِيمَةً فَيَبِيَّةٌ لِيَأْخُذَهَا فَأَبَى عَلَيَّ وَهَاهُنَا ذَهَبٌ قَدْ جِئْتُكَ بِهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَخَذَهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”ذَاكَ الَّذِي عَلَيْكَ لِإِنْ تَطَوَّعْتَ بِخَيْرٍ آجَرَكَ اللَّهُ فِيهِ وَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ“

قَالَ: فَهَاهُنَا ذَهَبٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ جِئْتُكَ بِهَا فَخَذَهَا، قَالَ: فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَبْضِهَا وَدَعَا لَهُ فِي مَالِهِ بِالْبَرَكَةِ ﴿

”مجھے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ میں ایک آدمی کے قریب سے گزرا تو اس نے میرے سامنے اپنا مال جمع کر دیا۔ میں نے اس کے مال میں صرف ایک سالہ اونٹنی کی زکوٰۃ ہی پائی لہذا میں نے اسے کہا ایک سالہ اونٹنی دے دو بلاشبہ یہی تمہاری زکوٰۃ ہے۔ اس نے کہا یہ نہ تو دودھ دیتی ہے اور نہ ہی سواری کے قابل ہے آپ مجھ سے یہ میری موٹی تازی جوان اونٹنی لے لیجئے۔ میں نے اسے کہا کہ میں وہ چیز وصول نہیں کر

(۱) [فقہ السنۃ (۱/۳۳۴)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۲/۸۶)]

(۳) [فقہ الدلیل للدكتور عائشہ القرنی (ص ۲۰۳)]

سکتا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا البتہ رسول اللہ ﷺ (مدینہ میں) تمہارے قریب ہی ہیں اگر تم مناسب سمجھو تو اپنی وہ اونٹنی اُن پر پیش کرو جو مجھ پر پیش کی ہے اگر آپ ﷺ نے تم سے یہ اونٹنی قبول کر لی تو میں بھی اسے قبول کر لوں گا لیکن اگر آپ ﷺ نے یہ رد کر دی تو میں بھی اسے رد کر دوں گا۔ پس وہ جانے کے لیے راضی ہو گیا اور میرے ساتھ اپنی وہ اونٹنی بھی لے کر نکل پڑا جو اُس نے مجھ پر پیش کی تھی حتیٰ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آن پہنچے۔

اس نے آپ ﷺ سے کہا اے اللہ کے نبی! میرے پاس آپ کا تحصیل دار زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آیا اور اللہ کی قسم! پہلے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا کبھی میرے پاس نہیں آیا۔ میں نے اپنا مال اس کے سامنے جمع کر دیا تو اس کا گمان تھا کہ مجھ پر اس مال میں سے ایک سالہ اونٹنی واجب ہے لیکن وہ نہ تو دودھ دیتی تھی اور نہ ہی سواری کے قابل تھی۔ اس لیے میں نے اس کے سامنے اپنی ایک موٹی تازی جوان اونٹنی پیش کی تاکہ وہ اسے لے لے لیکن اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں وہ اونٹنی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ ﷺ اسے لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمھ پر واجب حق تو اتنا ہی تھا لیکن اگر تم اپنی خوشی سے سبکی کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا اور ہم تم سے اسے قبول کریں گے۔“

پھر اس نے کہا یہ اونٹنی ہے آپ اسے لے لیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے لینے کا حکم دے دیا اور اس کے لیے اس کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ (۱)

زکوٰۃ ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَحَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُحْبَرِ نِسَائِهِ، فَمَزَعَ النَّاسَ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ: ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ يَمِينِ عِنْدَنَا، فَكِرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ﴾

”میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حجرے میں گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں

کے تعجب کو محسوس کیا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کی ڈلی (تقسیم سے) بچ گئی تھی مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا تو میں نے اسے تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا۔“ (۱)

(شوکانی) یہ حدیث زکوٰۃ نکالنے میں جلدی کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ (۲)

(ابن بطال) یقیناً خیر کے کام میں جلدی کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ آفات و مصائب پیش آ سکتے ہیں رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں موت سے کسی کو امن نہیں ہے اور مال منول ایک غیر پسندیدہ عمل ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) سال گزرنے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر جائز نہیں۔ (۴)

(ابن قدامہ) زکوٰۃ کی ادائیگی فوری طور پر واجب ہے اگر استطاعت ہو تو اسے نکالنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ (شافعی) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہ) مال کے مالک کے لیے اُس وقت تک (زکوٰۃ کی ادائیگی میں) تاخیر کرنا جائز ہے جب تک اس سے مطالبہ نہیں کیا جاتا کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم مطلق ہے۔ لہذا اس کے لیے ابتدائی یا کوئی اور وقت متعین نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کے لیے کوئی جگہ کسی جگہ سے متعین نہیں۔ (۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ مَالًا قَطُّ إِلَّا أَهْلَكَهُ ﴾

”زکوٰۃ کبھی کسی مال کے ساتھ غلط ملط نہیں ہوئی مگر اس نے اسے ہلاک کر دیا۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۶)

وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [بخاری (۸۵۱) کتاب الأذان: باب من صلى بالناس فذكر حاجة فتخطاهم، احمد (۳۸۴-۷/۴) نسائی

[(۸۴/۳)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۷/۳)]

(۳) [أيضا]

(۴) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۹۸/۹)]

(۵) [المغنى لابن قدامة (۱۴۶/۴)]

(۶) [ضعيف: هداية الرواة (۲۰۴/۲) التاريخ الكبير للبخاری (۱۸۰/۱) مسند حمیدی (۲۳۷) بزار فی

كشف الاستار (۸۸۱) بیہقی (۱۵۹/۴) مجمع الزوائد (۶۷/۳) اس کی سند میں محمد بن عثمان بن صفوان راوی

ہے اور وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ امام ابو حاتمؒ نے کہا ہے۔ [الحرح والتعديل (۲۴/۸) (۱۰۸)]

﴿اِنَّ الْبَّاسَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَحَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ﴾
 ”حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ آیا زکوٰۃ اپنے مقررہ وقت سے پہلے ادا ہو سکتی ہے؟

تو آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔“ (۱)

(شافعی، احمد، ابوصیف) وقت (یعنی سال گزرنے) سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(مالک) یہ جائز نہیں ہے۔ (۲)

(ابن قدامہ) وقت سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔ (۳)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(ابن حزم) وقت سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (۵)

(ابن باز) وقت سے پہلے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (۶)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(سعودی مجلس افتاء) سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں جبکہ مصلحت اس کی متقاضی ہو۔ (۸)

□ (ابن قدامہ) ہمارے علم کے مطابق بغیر کسی اختلاف کے نصاب کے مالک ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر

دینا جائز نہیں اور اگر کچھ نصاب کا مالک ہو اور اسی کی زکوٰۃ جلدی ادا کر دے یا (مکمل) نصاب کی زکوٰۃ ادا کر دے تو

یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس نے حکم کے سبب سے پہلے ہی حکم کو ثابت کیا ہے۔ (۹)

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (۱۴۳۰) كتاب الزكاة : باب في تعجيل الزكاة، أبو داود (۱۶۲۴) ترمذی

(۶۷۸) كتاب الزكاة : باب ما جاء في تعجيل الزكاة، ابن ماجه (۱۷۹۵) كتاب الزكاة : باب تعجيل

الزكاة قبل محلها، أحمد (۱۰۴/۱) دارمی (۳۸۵/۱) كتاب الزكاة : باب في تعجيل الزكاة، دارقطنی

(۲۳/۲) كتاب الزكاة : باب تعجيل الصدقة قبل الحول، يهقي (۱۱/۴) حاكم (۳۳۲/۳) الطبقات لابن

سعد (۲۶/۴) امام حاکم نے اس کی سند صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۹/۳)]

(۳) [المغنی (۷۹/۴)]

(۴) [تحفة الأحمدي (۴۰۲/۳)]

(۵) [المحلى بالآثار (۲۱۳/۴)]

(۶) [فتاوى إسلامية (۵۷۱/۲)]

(۷) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۳۵۷/۱)]

(۸) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۲۲/۹)]

(۹) [المغنی لابن قدامة (۸۰/۴)]

زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنی زکوٰۃ حاکم وقت کے سپرد کرنے سے ہی بری ہو جاتا ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿سَتَكُونُ أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكَرُ وَنَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ﴾

”عقرب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو اپنے نفس کو تم پر فضیلت دیں گے اور ایسے معاملات ہوں گے جنہیں تم برا سمجھو گے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں (ایسے وقت کے متعلق) کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے اس حق کو ادا کر دینا جو تمہارے ذمے ہے اور تمہارا جو حق (ان پر ہے) اے اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔“ (۱)

(2) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا جبکہ ایک آدمی آپ ﷺ سے سوال کر رہا تھا کہ

﴿أُرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَيْنَا أَمْرٌ يَنْتَعُونَ حَقَّنَا، وَيَسْأَلُونَنَا حَقَّهُمْ؟ فَقَالَ: اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ﴾

”مجھے بتلائیے کہ اگر ہمارے اوپر ایسے امراء ہوں جو ہمارا حق ہم سے روک لیں لیکن اپنا حق ہم سے مانگیں (تو ہم کیا کریں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو بلا شبہ ان پر وہ کچھ ہے جو ان پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ کچھ ہے جو تم پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔“ (۲)

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ادْفَعُوا إِلَيْهِمْ مَا صَلَّوْا الْعَمَسُ﴾

”تم ان کی طرف (ان کے حقوق) ادا کرو جب تک کہ وہ پانچوں نمازیں پڑھتے رہیں۔“ (۳)

(۱) [بعماری (۳۶۰۳) کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الإسلام، مسلم (۱۸۴۳) کتاب الإمامة: باب

وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول، ترمذی (۲۱۹۰) کتاب الفتن: باب فی الأثرۃ، أحمد

(۴۲۸/۱) ابن حبان (۴۵۸۷) بیہقی (۱۵۷/۸)

(۲) [مسلم (۱۸۴۶) کتاب الإمامة: باب فی طاعة الأمراء وإن منعوا الحقوق، ترمذی (۲۱۹۹) کتاب الفتن:

باب ما جاء ستكون فتن كقطع الليل المظلم]

(۳) [طبرانی أوسط (۱۳۶۹) مجمع الزوائد (۲۸/۳)، (۱۳۶۹)]

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ادْفَعُوْهَا اِلَيْهِمْ وَاِنْ شَرِبُوا الْخُمُوْرَ﴾

”تم اسے (یعنی ان کے حقوق کو) ان کی طرف ادا کرو اگرچہ وہ شرابیں پیئیں۔“ (۱)

ظالم حکمرانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(جمہور) انہوں نے گزشتہ سطور میں موجود احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ زکوٰۃ کا مال ظالم حکام

کے سپرد کرنا جائز ہے۔ (۲)

(احمد عبدالرحمن البناء) برحق موقف وہی ہے جسے جمہور نے اختیار کیا ہے۔ (۳)

صدقہ لینے والے کو راضی کرنا چاہیے

(1) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا اَتَاكُمْ الْمُصَدِّقُ فَلْيَصْذُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ﴾

”جب تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو (لازماً) وہ راضی خوشی تم سے واپس لوٹے۔“ (۴)

(2) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿جَاءَ نَاسٌ - يَعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ - إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالُوا: إِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِينَ

يَأْتُونَنَا فَيُظْلِمُونَا، فَقَالَ: أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَإِنْ ظَلَمُونَا؟ قَالَ: أَرْضُوا

مُصَدِّقِيكُمْ وَإِنْ ظَلَمْتُمْ﴾

”کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے

والے کچھ ایسے لوگ بھی ہمارے پاس آتے ہیں جو ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ وصول کرنے

والوں کو خوش رکھو۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ

(۱) [بیہقی (۱۱۵/۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۱۵/۳)]

(۳) [الفتح الربانی (۳۸/۹)]

(۴) [صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۲۴۶۱) کتاب الزکاۃ: باب إذا جاوز فی الصدقة، مسلم (۹۸۹)

کتاب الزکاۃ: باب إرضاء الساعی ما لم يطلب حراماً، ترمذی (۶۴۷) کتاب الزکاۃ: باب ما جاء فی

رضا المصدق، ابن ماجہ (۱۸۰۲) کتاب الزکاۃ: باب ما يأخذ المصدق من الإبل، احمد (۳۶۰/۴)

دارمی (۳۹۴/۱) کتاب الزکاۃ: باب ليرجع المصدق عنكم وهو راض، حمیدی (۷۹۶)

وصول کرنے والوں کو خوش رکھو اگرچہ تم پر ظلم ہی کیوں نہ کیا جائے۔“ (۱)

(نووی) صدقہ لینے والوں کو راضی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ واجب حق کی ادائیگی ان کے ساتھ نرمی اور انہیں کسی مشقت میں نہ ڈال کر خوش کرو۔ (۲)

(مفسر الحق عظیم آبادی) انہوں نے بھی یہی وضاحت کی ہے۔ (۳)

(طیبی) زکوٰۃ لینے والوں کو راضی خوشی لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ انہیں مرحبا کہا جائے یعنی عمدہ طریقے سے ان کا استقبال کیا جائے اور انہیں اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے (کسی قسم کے حیلے بھانے یا ٹال مٹول سے کام نہ لیا جائے) تاکہ وہ خوش ہو کر واپس لوٹ جائیں۔ (۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿سَيَأْتِيَكُمْ رُكَيْبٌ مُبْعُثُونَ، فَإِذَا جَاءَكُمْ فَارْحَبُوا بِهِمْ، وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَتَّبِعُونَ، فَإِنْ عَدَلُوا فَلَا تَنْفِسْكُمْ، وَإِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْهِمْ، وَأَرْضُوهُمْ فَإِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ وَلْيَدْعُوا لَكُمْ﴾

”غفیر تمہارے پاس (زکوٰۃ وصول کرنے والے) ایسے لوگ آئیں گے جن کو تم ناپسند کرو گے لیکن جب وہ تمہارے پاس آئیں گے تو تم انہیں خوش آمدید کہو اور انہیں ان کی چاہت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے دو۔ اگر وہ عدل و انصاف کریں گے تو انہیں ثواب ملے گا اور اگر وہ زیادتی کریں گے تو ان پر گناہ ہوگا۔ لیکن تم انہیں خوش رکھو اس لیے کہ تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل انہیں خوش رکھنا ہے اور انہیں چاہیے کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۵)

اگر کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی جائے اور وہ غنی نکل آئے؟

تو اس صورت میں زکوٰۃ کفایت کر جائے گی۔ اس کا مزید بیان آئندہ باب ”زکوٰۃ کے مصارف کا بیان“

کے تحت آئے گا۔

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۴۰۴) کتاب الزکاة: باب رضاء المصدق، ابو داود (۱۵۸۹) السلسلة

الصحيحة (۲۴/۳)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۳۱۴/۴)]

(۳) [عون المعبود (۳۳۱/۴)]

(۴) [کما فی تحفة الأحوذی (۳۵۳/۳)]

(۵) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۲۷۸) کتاب الزکاة: باب رضاء المصدق، ابو داود (۱۵۸۸)]

اجناس کے بدلے قیمتیں دینا

مراد یہ ہے کہ اگر کسی صاحب مال پر بکری 'گائے' اونٹ یا پھل بطور زکوٰۃ واجب ہیں تو کیا اُس پر ضروری ہے کہ وہ انہی اجناس میں سے زکوٰۃ نکالے یا وہ ان کے بدلے قیمت بھی ادا کر سکتا ہے؟ تو اس ضمن میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہی جنس بطور زکوٰۃ نکالی جائے جس کے نکالنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قیمت نکالنے سے فقراء و مساکین یا دیگر مصارف میں زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اور بلاشبہ قیمتیں بھی اموال ہی ہیں۔ نیز زکوٰۃ سے مقصود فقراء و مساکین کی محتاجی دور کرنا ہے اور یہ قیمتوں کے ذریعے بھی ممکن ہے بلکہ اس کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ مختلف الانواع حاجات قیمتوں کے ذریعے ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں امام بخاریؒ نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت کو تعلیقا نقل فرما کر اسی موقف کی تائید کی ہے:

﴿وَقَالَ طَاوُسٌ: قَالَ مُعَاذُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ: اتَّوْنِي بَعْرَضِ نِيَابِ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذَّرَّةِ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ، وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ بِالْمَدِينَةِ﴾

”طاووسؒ نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جو ار کی جگہ سامان و اسباب یعنی دھاری دار چادریں یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے لیے بھی بہتری ہوگی۔“ (۱)

اور وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجتے وقت فرمایا:

﴿خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ، وَالْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقْرَةَ مِنَ الْبَقَرِ﴾

”غلے میں سے غلہ، بکریوں میں سے بکری، اونٹوں سے اونٹ اور گائیوں سے گائے وصول کرنا۔“

وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہے۔ (۲)

(۱) [بخاری (قبل الحديث ۱۴۴۸) كتاب الزكاة: باب العرض في الزكاة]

(۲) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۳۴۶) كتاب الزكاة: باب صدقة الرزق، ضعيف ابن ماجة (۳۹۹) ضعيف]

الحامع الصغير (۲۸۱۶) ابو داود (۱۵۹۹) ابن ماجة (۱۸۱۴) كتاب الزكاة: باب ما تجب فيه الزكاة من الاموال، دار قطنی (۱۰۰۲) حاکم (۳۸۸/۱) بیہقی فی السنن الکبری (۱۸۲/۴) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام حاکمؒ نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے بشرطیکہ عطاء کا معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہو۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ثابت نہیں کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یا ان کی وفات کے سال یا ان کی وفات کے ایک سال بعد پیدا ہوئے اور امام ہزار نے کہا ہے کہ ہمیں علم نہیں کہ عطاءؒ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کچھ سنا ہو۔ [تلخیص الحبیہ (۳۷۵/۲) امام شوکانیؒ نے بھی اس روایت کے متعلق حافظ ابن حجرؒ کی یہی وضاحت نقل فرمائی ہے۔ [نیل الأوطار (۱۱۱/۳)]

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) انہوں نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔ (۱)

تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(ابوضیفؒ) قیمت نکالنا بھی جائز ہے نیز جنس اور قیمت میں کوئی فرق نہیں۔

(شافعیؒ، اہل ظاہر) صرف جنس ہی بطور زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (۲)

(ابن تیمیہؒ) قیمت نکالنا صرف کسی ضرورت اور مصلحت کے وقت جائز ہے۔ (۳)

(احمد عبدالرحمن البناءؒ) برحق موقف یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی صرف جنس سے ہی واجب ہے اور اس کے بدلے

قیمت ادا نہیں کرنی چاہیے الا کہ کوئی عذر ہو۔ (۴)

(شوکانیؒ) حق بات یہ ہے کہ جنس سے ہی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اسے چھوڑ کر قیمت ادا نہیں کی جائے گی الا کہ

کوئی عذر درپیش ہو۔ (۵)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہو جائے

(ابن تیمیہؒ) اگر بغیر کسی کوتاہی کے مالک سے نصاب ہلاک ہو جائے تو وہ زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوگا اور اسی قول کو

اصحاب احمد سے ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔ (۷)

(ابن قدامہؒ) صحیح موقف ”انشاء اللہ“ یہ ہے کہ مال کی ہلاکت کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے جبکہ صاحب

نصاب نے ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو..... اور کوتاہی یہ ہے کہ اُس کے لیے زکوٰۃ نکالنا ممکن ہو لیکن وہ نہ نکالے

اور اگر اس کے لیے زکوٰۃ نکالنا ”کسی مستحق نہ ہونے یا مال دردر ہونے وغیرہ“ کی وجہ سے ممکن ہی نہ ہو تو وہ کوتاہی

(۱) [فقه الزکاة (۸۰/۲)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۶۵/۳) الأم للشافعی (۷۸/۲) شرح المہذب (۴۰۴/۵) الہدایہ (۱۰۱/۱)]

الکافی لابن عبد البر (ص ۱۱۲) المبسوط (۱۵۶/۲) الشرح الكبير مع حاشیة الدسوقي (۵۰۲/۱) فقه

الزکاة (۸۰/۱/۲)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۸۲/۲۵)]

(۴) [الفتح الربانی (۴۷/۹)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۱۱/۳)]

(۶) [فقه السنة (۳۴۹/۱)]

(۷) [الاختیارات الفقہیہ (ص ۹۹۱)]

کرنے والا نہیں ہوگا۔ (۱)

(البانیؒ) انہوں نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اگر زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد ادائیگی سے پہلے مال ہلاک ہو جائے تو اس مسئلے میں رائج موقف یہ ہے کہ ایسے شخص سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی جس کے پاس ادائیگی کے امکان سے پہلے نصاب ہلاک ہو جائے بشرطیکہ اس نے ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو بصورت دیگر زکوٰۃ اسی کے ذمہ ہوگی۔ (۳)

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(ابو حنیفہؒ) اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد مال (نصاب) ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی خواہ ادائیگی ممکن ہو یا نہ ہو۔

(جہور) اگر وجوب زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی بلکہ وہ اس کا ضامن ہوگا کیونکہ جس پر وجوب ثابت ہو جائے وہ ادائیگی سے عاجز ہونے کی وجہ سے اس سے بری نہیں ہوگا جیسا کہ صدقہ فطر حج اور لوگوں کے قرضوں میں کیفیت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ مال کے مالک پر متعین حق ہے پس اگر وہ اس کے مستحق تک پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو جائے تو وہ شخص محض اس وجہ سے اس حق سے بری نہیں ہوگا جیسے کسی انسان کا قرض (اگر قرض لینے والے کے پاس ہلاک ہو جائے تو وہ صرف اسی وجہ سے بری نہیں ہوتا بلکہ اُسے وہ قرض ادا کرنا ہی ہوتا ہے)۔ (۴)

(راجح) جہور کا موقف رائج معلوم ہوتا ہے کیونکہ زکوٰۃ کے واجب ہو جانے کے بعد اب یہ انسان کے رحمہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہے۔ اگر تو مال کے ہلاک ہو جانے کے بعد اُس کے پاس کبھی اتنی طاقت ہی نہ ہو کہ وہ یہ قرض ادا کر سکے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶] ”اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔“ لیکن اگر پھر اُس کے پاس مال آجائے تو اُسے اس (مال کی ہلاکت والے) سال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی کیونکہ زکوٰۃ ”اللہ کا قرض“ اُس کے ذمہ ابھی باقی ہے اور حدیث میں فرمان نبوی ہے کہ ﴿فَدَيْنُ اللَّهِ أَخْبَرُ أَنْ يُقْضَىٰ﴾

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴/۶۵۲)]

(۲) [تمام المنة (ص ۳۷۹)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۹۸/۳)]

(۴) [فتح القدير (۵۱۴/۱) الدر المختار (۲۸/۲) بدائع الصنائع (۱۵/۲) بداية المحتشد (۲۴۱/۱) المذهب

(۱۴۴۱/۱) القوانين الفقهية (ص ۹۹) المغنی (۴/۶۵۲) الفقه الإسلامي وأدلته (۷۵۶/۲)]

”اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔“ (۱)

(سید سابقؒ) جب مال میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہو جائے یعنی اس پر (نصاب تک پہنچنے کے بعد) سال کا عرصہ گزر جائے یا (اگر کھیتی ہے تو) اس کی کٹائی کا وقت آ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے ہی سارا یا کچھ مال ہلاک ہو جائے تو مکمل زکوٰۃ صاحب مال کے ذمہ واجب رہے گی خواہ اس کی کوتاہی کے ساتھ مال ہلاک ہوا ہو یا کوتاہی کے بغیر۔ اس مسئلے کی بنیاد یہ ہے کہ زکوٰۃ ذمہ میں واجب ہے۔

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احمدؒ) یہی ان کا مشہور مذہب ہے۔ (۲)

اگر زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے الگ کیا ہوا مال ضائع ہو جائے

مثلاً چوری ہو جائے یا کہیں گم ہو جائے تو صاحب مال پر لازم ہے کہ وہ باقی مال سے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ اللہ کا قرض اُس پر ابھی بھی باقی ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن حزمؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۴)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے لیے مال الگ کرے اور نیت کرے کہ یہ مال زکوٰۃ کے لیے ہے لیکن پھر وہ (مال) ہلاک ہو جائے تو وہ مال کے مالک کے ذمہ ہی ہے۔ اس وجہ سے اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی خواہ وہ (دوبارہ) اسے مستحق تک پہنچانے پر قادر ہو یا نہ ہو۔ (۵)

(سید سابقؒ) ایسے شخص پر دوبارہ زکوٰۃ نکال کر اُس تک پہنچانا جس تک پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لازم ہے۔ (۶)

(۱) [بحاری، (۱۹۵۳) کتاب الصوم: باب من مات وعليه صوم، مسلم (۱۱۴۸) کتاب الصیام: باب قضاء

الصوم عن الميت، ابو داود (۳۳۰۸)، (۳۳۱۰) ترمذی (۷۱۶)، (۷۱۷) نسائی فی السنن الکبریٰ

(۲۹۱۵) ابن ماجہ (۱۷۵۸)]

(۲) [فقہ السنۃ (۳۴۸/۱) المحلی (۳۹۱/۵)]

(۳) [الفقہ الإسلامی وأدلته (۷۵۸/۲)]

(۴) [المحلی (۳۹۱/۵)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۱۴۹/۴)]

(۶) [فقہ السنۃ (۳۴۸/۱)]

(سعودی مجلس افتاء) اگر زکوٰۃ کا مال چوری ہو جائے تو اس کے بدلے اور مال ادا کرنا واجب ہے کیونکہ آپ زکوٰۃ کی ذمہ داری سے اُس وقت تک بری نہیں ہوں گے جب تک اسے اس کے مستحق تک نہ پہنچا دیں۔ (۱)

ایک دوسرا فتویٰ یوں ہے کہ

آپ پر اُس مالی زکوٰۃ کے بدلے جو منہر میں تلف ہو گیا ہے اور مالی زکوٰۃ فقراء کو ادا کرنا واجب ہے کیونکہ وہ مال (جو منہر میں گر کر تلف ہوا ہے) اس کے مستحق تک نہیں پہنچا۔ (۲)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی

(سید سابقؒ) جس پر کئی سال گزر جائیں اور اس نے اپنے ذمہ واجب زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ ان (گزشتہ) تمام سالوں کی زکوٰۃ نکالے خواہ اسے زکوٰۃ کے وجوب کا علم ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ دارالاسلام میں ہو یا دارالحرب میں۔

(ابن منذرؒ) اگر باغی لوگ کسی شہر پر غالب آجائیں اور اس شہر والے کئی سال تک زکوٰۃ ادا نہ کریں، پھر (مسلمانوں کا) حکمران غلبہ پالے تو وہ ان سے گزشتہ (تمام سالوں) کی زکوٰۃ وصول کرے گا۔

(مالکؒ، شافعیؒ، ابو ثورؒ) ان کا یہی قول ہے۔ (۳)

(شیخ حسین بن عودہ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۴)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حیلہ نہ برتا جائے

مثلاً زکوٰۃ دینے والا الگ الگ مال کو اکٹھا کر لے یا اکٹھے مال کو الگ الگ کر لے۔ اس مسئلے کا تفصیلی بیان گزشتہ باب ”جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان“ کے تحت گزر چکا ہے۔

مشترک کاروبار کی زکوٰۃ

کاروبار میں شریک حضرات کو اپنے اپنے حصے کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔ اس مسئلے کا مزید بیان بھی گزشتہ باب ”جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان“ کے تحت گزر چکا ہے۔

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۰۷/۹)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۰۹/۹)]

(۳) [فقه السنة (۳۴۹/۱)]

(۴) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۰۰/۳)]

زکوٰۃ کا مال چھپالینا جائز نہیں

کیونکہ جب زکوٰۃ واجب ہو چکی ہے تو اب اس کی ادائیگی بہر صورت ضروری ہے اور اگر کوئی زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کچھ مال چھپالے گا تو وہ مجرم ٹھہرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو اسے سزا و عقاب سے دو چار کیا ہی جائے گا مگر دنیا میں بھی اگر علم ہو جائے کہ فلاں نے زکوٰۃ کا مال چھپالیا تھا تو حاکم وقت اس سے زبردستی بھی وصول کر سکتا ہے اور اس پر جرمانہ بھی ڈال سکتا ہے جیسا کہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا صریح فرمان موجود ہے۔ (۱)

البتہ جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿قُلْنَا: إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا، أَفَنَكُتُكُمْ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُونَ؟ قَالَ: لَا﴾

”ہم نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں، کیا ہم ان کی زیادتی کے برابر انہیں مال چھپا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔“
وہ ضعیف ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ صدقہ لینے والوں سے کچھ بھی چھپانا جائز نہیں۔ (۳)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کسی کو وکیل بنانے کا حکم

مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مستحق تک خود زکوٰۃ نہ پہنچائے بلکہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دے تو کیا یہ جائز ہے؟ تو چونکہ شریعت میں اس کام کی کوئی ممانعت موجود نہیں اور یہ مسئلہ بھی معاملات سے متعلق ہے کہ جن کے متعلق اہل اصول کے ہاں یہ قاعدہ معروف ہے کہ معاملات میں اصل اباحت ہے حتیٰ کہ کسی کام کی ممانعت آجائے لہذا کسی کو وکیل بنانے کا جواز ہی برحق ہے۔ علاوہ ازیں دیگر متعدد دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات میں کسی کو اپنا نائب و وکیل بنانا جائز ہے جیسا کہ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) ﴿فَاذْعَبُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقَتِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ﴾ [الکہف: ۱۹]

”اپنی اس چاندی کے ساتھ کسی کو شہر کی طرف بھیجو۔“

(۱) [حسن: صحیح ابو داود (۱۳۹۳) کتاب الزکاة: باب زکاة السالمة، ابو داود (۱۰۷۵)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۲۷۷) کتاب الزکاة: باب رضا المصدق، ہدایۃ الرواة (۲۵۱/۲) ابو داود

(۱۵۸۶) اس کی سند میں بخاری کا ایک آدمی ”دیس“ ہے جس کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق علم نہیں

کہ یہ کون ہے۔ مزید دیکھیے: تہذیب الکمال (۵۰۱/۸)]

(۳) [نبیل الأوطار (۱۱۶/۳)]

- (2) ﴿فَابْتَغُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۳۵]
 ”تم اس لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایک ایک حکم (فیصل) بھیجو۔“
- (3) ﴿إِذْهَبُوا بِقِمِيمَيْهِ هَذَا﴾ [یوسف: ۹۳]
 ”میری یہ قمیص لے جاؤ۔“
- (4) ﴿اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ﴾ [یوسف: ۵۵]
 ”مجھے زمین کے خزانوں کا والی بنا دیجیے۔“
- (5) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 ”میں اپنے والد کے مال کا صدقہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ آلِ أَبِي أَوْفَىٰ“ (۱)
- (6) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ﴿وَأَعِذْ يَا أَنِيسُ إِلَىٰ امْرَأَةٍ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمَهَا﴾
 ”اے انیس! اس کی بیوی کی طرف صبح جاؤ اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۲)
- (7) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹوں پر مقرر فرمایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ وہ اونٹوں کے چمڑے اور چلیں تقسیم کر دیں۔“ (۳)
- (8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
 ﴿وَكَلَّنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حِفْظِ زَكَاةٍ وَمَضَانٍ وَأَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ عَقَبَةَ ابْنِ عَامِرٍ غَنَمًا يَقْسِمُهَا
-
- (۱) [احمد (۳۵۳/۴) شرح السنة (۳۱۴/۳) بیہقی (۱۵۷/۴) طبرانی کبیر (۱۱) مشکل الآثار (۱۶۲/۴) ابن ماجہ (۱۷۹۶)]
- (۲) [بخاری (۲۶۹۶) کتاب الوکالة: باب الوکالة فی الحدود، مسلم (۱۶۹۷) کتاب الحدود: باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ابو داود (۴۴۴۵) کتاب الحدود: باب المرأة التي أمر النبي برجمها من جهينة، نسائی (۲۴۰/۸) ترمذی (۱۰۴۳۳) کتاب الحدود: باب ما جاء فی الرجم علی الثیب، ابن ماجہ (۲۵۴۹) کتاب الحدود: باب حد الزنا، دارمی (۱۷۷/۲) احمد (۱۱۵/۴) حمیدی (۳۵۴/۲) طیبالسی (۹۵۳) بیہقی (۲۱۲/۸) شرح السنة (۲۷۴/۱۰)]
- (۳) [بخاری (۱۷۰۷) کتاب الحج: باب الحلال للبدن، مسلم (۱۳۱۷) کتاب الحج: باب فی الصدقة بلحوم الهدی و جلودها و جلالها، ابو داود (۱۷۶۹) کتاب المناسک: باب کیف تنحر البدن، ابن ماجہ (۳۰۹۹) کتاب المناسک: باب من جلل البدن، نسائی فی السنن الکبری (۴۵۶/۲)]

بَيْنَ أَصْحَابِهِ ﴿

”نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ رمضان (یعنی صدقہ فطر) کی حفاظت میں مجھے وکیل بنایا اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کچھ بھیڑ بکریاں دیں کہ وہ انہیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دے۔“ (۱)

کیا شوہر اپنے مال سے اپنی بیوی کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟

(شیخ ابن باز) اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۳)

کیا زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کے لیے رمضان مختص ہے؟

(شیخ ابن عثیمین) صدقات ماہ رمضان کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ان کی ادائیگی ہر وقت مستحب و مشروع ہے۔ انسان پر واجب ہے کہ اسی وقت زکوٰۃ ادا کر دے جب اس کے مال کا سال مکمل ہو جائے اور رمضان کا منتظر نہ رہے الا کہ رمضان قریب ہو مثلاً اگر کسی شخص کا سال شعبان میں مکمل ہو رہا ہے اور وہ (زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے) رمضان کا انتظار کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر اس کی زکوٰۃ کا سال محرم میں پورا ہو رہا ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو رمضان تک مؤخر کرے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ محرم سے پہلے رمضان میں ہی (سال مکمل ہونے سے پہلے) زکوٰۃ ادا کر دے اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن وقت و وجوب سے تاخیر جائز نہیں۔ (۴)



(۱) [بخاری (۲۳۱۱) کتاب الوکالة: باب إذا وكل رجلاً فترك الوكيل 'مسلم (۱۹۶۵) کتاب الأضاحی :

باب سن الأضاحی 'ترمذی (۱۵۰۰) کتاب الأضاحی : باب ما جاء في الجذع من الضأن في الأضاحی '

نسائی (۲۱۸/۷) ابن ماجة (۳۱۳۸) کتاب الأضاحی : باب ما تجزئ من الأضاحی 'احمد (۱۴۹/۲)

دارمی (۷۸/۲) ابن حبان (۵۸۹۸) بیہقی (۲۶۹/۹) ابو یعلیٰ (۱۷۵۸) ابن خزیمہ (۲۹۱۶)

(۲) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۲۰/۱)]

(۳) [فتاویٰ منار الإسلام (۲۸۸/۱)]

(۴) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۴۵۹/۱۸)]

زکوٰۃ وصول کرنے کا بیان

باب اخذ الزكاة

زکوٰۃ کس مقام پر وصول کرنی چاہیے؟

(۱) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا جَلْبَ وَلَا جَنْبَ، وَلَا تَوْخِذُ صَدَقَاتِهِمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ﴾

”زکوٰۃ لینے والا مویشیوں کو (اپنے ٹھکانے پر) نہ منگوائے اور نہ ہی (اُن کا) مالک (متعین مقامات سے) اپنے مویشی کہیں دور لے جائے (کہ پھر زکوٰۃ لینے والے کو مشکل ہو) بلکہ مویشیوں کی زکوٰۃ اُن کے گھروں میں ہی وصول کی جائے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تَوْخِذُ صَدَقَاتِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مِيَاهِهِمْ﴾

”مسلمانوں کے صدقات ان کے پانیوں (یعنی مویشیوں کے گھاتوں) پر وصول کیے جائیں۔“ (۲)

مراد یہ ہے کہ صدقہ وصول کرنے والا لوگوں کو اپنے پاس حاضر ہونے کی تکلیف نہ دے بلکہ خود ان کے مویشیوں کے گھاتوں پر پہنچے اور جب وہاں مویشی آئیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر لے۔

(شوکانیؒ) حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا خود صدقات لینے کے لیے آئے گا اور اہل صدقات کے گھاتوں پر زکوٰۃ وصول کرے گا کیونکہ اس میں لوگوں کے لیے زیادہ آسانی ہے۔ (۳)

زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے دعا کرنی چاہیے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ

سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ [التوبة: ۱۰۳]

(۱) [حسن: هداية الرواة (۲۵۱/۲) صحيح ابو داود (۱۴۰۶) كتاب الزكاة: باب أين تصدق الأموال، ابو

داود (۱۵۹۱) احمد (۲۱۶/۲)]

(۲) [حسن صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۴۶۲) كتاب الزكاة: باب صدقة الغنم، السلسلة الصحيحة

(۱۷۷۹) ابن ماجة (۱۸۰۶)]

(۳) [نبيل الأوطار (۱۱۷/۳)]

”آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔“

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ، فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أُوفَى﴾

”جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے کہ اے اللہ! آلِ فلاں کو خیر و برکت عطا فرما، میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! آلِ ابی اوفی کو خیر و برکت عطا فرما۔“ (۱)

(3) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ سَاعِيًا فَأَتَى رَجُلًا فَأَتَاهُ فَصِيْلًا مَخْلُوْلًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: بَعَثْنَا مُصَدِّقَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَإِنْ فُلَانًا أُعْطَاهُ فَصِيْلًا مَخْلُوْلًا، اَللّٰهُمَّ! لَا تُبَارِكْ فِيْهِ وَلَا فِيْ إِبِلِهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلَ فَحَاءَ بِنَاقَةٍ حَسَنَاءَ، فَقَالَ: أَتَوُبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى نَبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ فِيْهِ وَفِيْ إِبِلِهِ﴾

”نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے کو روانہ فرمایا۔ وہ ایک آدمی کے پاس آیا تو اُس نے اسے ایک کمزور اونٹنی کا بچہ دے دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا تحصیل دار بھیجا اور فلاں نے اسے ایک کمزور و لاغر اونٹنی کا بچہ دے دیا، اے اللہ! اس میں اور اس کے اونٹوں میں برکت نہ ڈال۔ یہ بات جب اُس آدمی تک پہنچی تو وہ ایک خوبصورت اونٹنی لے کر آیا اور اس نے کہا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے نبی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے اللہ! اس میں اور اس کے اونٹوں میں برکت فرما۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۱۴۹۷) کتاب الزکوٰۃ: باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، مسلم (۱۰۷۸) کتاب الزکوٰۃ: باب الدعاء لمن أتى بصدقة، ابو داود (۱۵۹۰) کتاب الزکوٰۃ: باب دعاء المصدق لأهل الصدقة، ابن ماجہ (۱۷۹۶) کتاب الزکوٰۃ: باب ما يقال عند إخراج الزکوٰۃ، نسائی (۳۱۱۵) بیہقی (۱۵۷/۴) طیالسی (۸۳۳) طحاوی فی مشکل الآثار (۱۶۲/۴) طبرانی کبیر (۱۱) شرح السنة للبغوی (۳۱۴/۳) احمد (۳۵۳/۴) أبو نعیم فی الحلیة (۹۶/۵)]

(۲) [صحیح: صحیح نسائی (۲۳۰۶) کتاب الزکوٰۃ: باب الجمع بین المتفرق والتفریق بین المجتمع، نسائی (۲۴۶۰)]

زکوٰۃ میں کس قسم کا مال لینا چاہیے؟

زکوٰۃ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ لوگوں کے اموال میں سے درمیانے درجہ کا مال وصول کرے نہ تو گھٹیا مال لے اور نہ ہی سب سے بہتر۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ احکام زکوٰۃ کے متعلق لکھا کہ

﴿وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرَمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ﴾

”زکوٰۃ میں بوڑھے، عیب دار اور زجانور نہ لیے جائیں، البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ

﴿إِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ﴾

”لوگوں کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔“ (۲)

(۳) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ

((بَابُ لَا تُوَخَّذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ))

”باب زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ اموال نہ وصول کیے جائیں۔“ (۳)

(مفسر الحق عظیم آبادی) کرائم کریمہ کی جمع ہے مراد نفیس مال ہے اور اس (حدیث) میں دلیل ہے کہ صدقہ لینے والے کے لیے بہترین مال وصول کرنا جائز نہیں۔

(۱) [بخاری (۱۴۵۵) کتاب الزکاة: باب لا تؤخذ فی الصدقة ہرمة ولا ذات عوار ولا تیس إلا ما

شاء المصدق]

(۲) [بخاری (۱۴۹۶) کتاب الزکاة: باب أخذ الصدقة من الأغنياء و ترد في الفقراء حيث كانوا مسلم

(۱۹) کتاب الإیمان: باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام، أبو داود (۱۵۸۴) کتاب الزکاة: باب

فی زکاة السائمة، ترمذی (۶۲۵) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی کراهية أخذ خيار المال فی الصدقة،

نسائی (۵۱۲) ابن ماجہ (۱۷۸۳)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث ۱۴۵۸) کتاب الزکاة]

حدیث کے ان الفاظ ”اور مظلوم کی بددعا سے بچو“ میں یہ حمیہ ہے کہ ظلم کی تمام اقسام ممنوع ہیں اور قیمتی اموال وصول کرنے کی ممانعت کے بعد اسے ذکر کرنے میں نکتہ یہ اشارہ ہے کہ قیمتی مال وصول کرنا ظلم ہے۔ (۱)

زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والے کا گناہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَا نَبِهَا﴾

”زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا اُس شخص جیسا ہے جو زکوٰۃ (کی ادائیگی) سے انکار کرتا ہے۔“ (۲)

اس حدیث کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں:

① زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنے والا ہے اور وہ حد سے تجاوزیوں کرتا ہے کہ سارا ہی مال بطور زکوٰۃ نکال دیتا ہے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہیں چھوڑتا، یا کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے تو اسے اُتنا ہی گناہ ہوگا جتنا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو ہوتا ہے۔

② یا حد سے تجاوز کرنے والے سے مراد زکوٰۃ وصول کرنے والا ہے۔ وہ لوگوں پر ظلم و زیادتی کر کے یا ان کے قیمتی اموال بطور زکوٰۃ وصول کر کے حد سے تجاوز کرتا ہے تو یہ گناہ میں اُس شخص کے برابر ہے جو زکوٰۃ ادائیگی نہیں کرتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب زکوٰۃ وصول کرنے والا واجب حق سے زائد یا عمدہ مال بطور زکوٰۃ وصول کرے گا تو زکوٰۃ دینے والا آئندہ سال زکوٰۃ روک لے گا یا مال چھپالے گا اور اس طرح تحصیل دار زکوٰۃ روکنے کا سبب بننے کی وجہ سے گناہ میں مانع زکوٰۃ کا شریک ہوگا۔ (۳)

زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل کا مقام

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْعَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى نَبِيِّهِ﴾

(۱) [عون المعبود (۳۲۷/۴)]

(۲) [حسن: صحيح ابن ماجه (۱۴۶۴) كتاب الزكاة: باب ما جاء في عمال الصدقة، ابن ماجه (۱۸۰۸)]

ابو دلود (۱۵۸۵) كتاب الزكاة: باب زكاة السائمة، ترمذی (۶۴۶) كتاب الزكاة: باب ما جاء في

المعتدى في الصدقة، ابن عزيمة (۲۳۳۵)، (۵۱/۴)]

(۳) [حزب تحصیل کے لیے دیکھئے: تحفة الأحوذی (۲۵۰/۳) شرح السنة (۳۶۵/۳)]

”حق (یعنی اخلاص) کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا (اجر و ثواب میں) اُس شخص کی مانند ہے جو اللہ کے راستے میں لڑائی کر رہا ہے جب تک اپنے گھر کی طرف واپس نہ لوٹ آئے۔“ (۱)

(ابن عربیؒ) فرمان نبوی ہے کہ ”جس نے کسی مجاہد کو تیار کیا یقیناً اس نے جہاد کیا اور جس نے کسی مجاہد کے گھر والوں کی خیر و بھلائی کے ساتھ نگرانی کی تو بے شک اس نے بھی جہاد کیا۔“ اور زکوٰۃ وصول کرنے والا مجاہد کا جانشین ہے کیونکہ وہ اللہ کے راستے کا مال اکٹھا کر رہا ہے۔ پس (میدان جہاد میں موجود مجاہد) اپنے عمل کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور یہ عامل اپنی نیت کے ساتھ۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ”مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جو بھی وادی عبور کرتے ہو یا جس گھاٹی سے بھی گزرتے ہو وہ (اپنی ظلمتوں کی وجہ سے) تمہارے ساتھ ہوتے ہیں (مگر) انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔“ تو اُس شخص کا مقام کیا ہوگا جسے مجاہد کے کام اور اس کی جانشینی نے روک رکھا ہے اور وہ اس کا مال جمع کر رہا ہے جسے وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور جیسے جہاد ضروری ہے اسی طرح اُس مال کو جمع کرتا بھی ضروری ہے جس کے ذریعے جہاد ہوتا ہے لہذا (جب) یہ دفعوں نیت میں شریک ہیں عمل میں شریک ہیں تو ضروری ہے کہ اجر میں بھی شریک ہوں۔ (۲)

زکوٰۃ کے مال میں خیانت کرنے والے عامل کا انجام

(۱) حضرت عدی بن عسیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ اسْتَعْمَلَنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكُنْمَنَا مَحْطًا فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ غُلُولًا، يَأْتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾
”تم میں سے جس شخص کو ہم نے (زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے) عامل بنایا اور اس نے سوئی یا اس سے بھی

حقیر چیز کو چھپالیا تو یہ خیانت ہوگی جسے وہ قیامت کے روز لے کر پیش ہوگا۔“ (۳)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ سے بیان فرماتے ہیں کہ

(۱) [حسن صحیح: صحيح ابن ماجة (۱۴۶۵) كتاب الزكاة: باب ما جاء في عمال الصدقة، ابن ماجة

(۱۸۰۹) ابو داود (۲۹۳۶) كتاب المعراج والإمارة: باب السعاية على الصدقة، ترمذی (۶۴۵) كتاب

الزكاة: باب ما جاء في العامل على الصدقة بالحق، احمد (۴۹۰۳) (۱۳۴/۴) ابن خزيمة (۲۳۳۴)

(۵۱/۴) عبد بن حميد (۴۲۳)

(۲) [عارضه الأحوذی (۱۴۵/۳)]

(۳) [مسلم (۱۸۳۳) كتاب الإمارة: باب تحريم هدايا العمال، ابو داود (۳۵۸۱) كتاب الأقضية: باب ما

هدايا العمال، احمد (۱۷۷۳۳) حميدی (۸۹۴) ابن حبان (۵۰۷۸) طبرانی کبير (۲۵۶) بیہقی

﴿ اِنَّهُ مِّنْ غَلٍّ مِنْهَا بَعِيْرًا اَوْ شَاۡءٌ اَتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُہٗ ﴾

”جس نے زکوٰۃ کے مال سے اونٹ یا بکری کی خیانت کی وہ قیامت کے روز اسے اٹھائے ہوئے

آئے گا۔“ (۱)

(3) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

﴿ قُمْ عَلَى صَدَقَةِ بَنِي فُلَانٍ وَانْظُرْ اَنْ تَاْتِيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَكْرِ تَحْمِلُہٗ عَلَى عَاتِقِكَ اَوْ كَاهِلِكَ لَهٗ

رُعَاۡءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِصْرَفْہَا عَنِّي فَصَرَفَهَا عَنْہٗ ﴾

”اٹھو اور بنو فلان کی زکوٰۃ لے کر آؤ اور دیکھو کہ کہیں قیامت کے روز اس حالت میں نہ آنا کہ تمہاری گردن یا

کمر پر کوئی جوان اونٹ ہو جو آوازیں لگا رہا ہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! اس ذمہ داری کو مجھ

سے ہٹا دیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے وہ ذمہ داری ختم کر دی۔“ (۲)

(4) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے

روانہ فرمایا اور کہا کہ

﴿ يَا اَبَا الْوَلَدِیْ ! اَتٰى اللّٰہُ ۚ لَا تَاْتِيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيْرٍ تَحْمِلُہٗ لَهٗ رُعَاۡءٌ اَوْ بَقَرَةٌ لَهٗ خُوَارٌ اَوْ شَاۡءٌ لَهَا

رُعَاۡءٌ ۚ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنْ ذٰلِكَ لَكَاذِلِکَ ؟ قَالَ : اِیْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِہٖ ! قَالَ : فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ

بِالْحَقِّ ! لَا اَعْمَلُ لَکَ عَلٰی شَیْءٍ اَبَدًا ﴾

”اے ابو الولید! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، روز قیامت (زکوٰۃ کے مال میں خیانت کی وجہ سے) اس حال میں

نہ آنا کہ تم اونٹ اٹھائے ہوئے ہو جو بلبل رہا ہو گئے اٹھائی ہو جو ڈکار رہی ہو یا بکری اٹھائی ہو جو میا رہی ہو۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا واقعی زکوٰۃ کے مال میں خیانت کا یہ انجام ہوگا؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تو عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی

قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں آپ کے لیے کبھی بھی کسی چیز کا عامل نہیں بنوں گا۔“ (۳)

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۶۶) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی عمال الصدقة، ابن ماجہ (۱۸۱۰)]

السلسلة الصحيحة (۲۳۵۴) مسند احمد (۱۶۰۶۳)]

(۲) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب والترہیب (۷۷۷) کتاب الصلقات: باب الترغیب فی العمل علی

الصلقة بالتقویٰ، احمد (۲۸۵۰۵) بزار فی کشف الاستار (۸۹۷)]

(۳) [صحیح: صحیح الترغیب والترہیب (۷۸۰) کتاب الصلقات: باب الترغیب فی العمل علی الصلقة

بالتقویٰ، رواہ الطبرانی فی الکبیر]

عامل کو چاہیے کہ لوگوں کے دیئے ہوئے تحفے بھی بیت المال میں جمع کرائے

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿سَتَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَحْلًا عَلَى صَدَقَاتٍ بَنَى سَلِيمٌ يُدْعَى ابْنُ السَّنِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسِبُهُ قَالَ: هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "فَهَلَّا جَلَسْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأَمَّا أَنْتَ حَتَّى تَأْتِيكَ هَدِيَّتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا" ثُمَّ عَطَبْنَا فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَنَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ "فَأَنِّي أَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَا يَبِي اللَّهَ فَيَأْتِي فَيَقُولُ هَذَا مَالُكُمْ وَهَذَا هَدِيَّةٌ أَهْدَيْتُ لِي أَقْلًا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدِيَّتُهُ وَاللَّهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا عَرَفْنَ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللَّهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُخَاءٌ أَوْ بَقَرَةٌ لَهُ خَوَارٌ أَوْ شَاةٌ تَيْعُرُ" ثُمَّ رَفَعَ يَدَهُ حَتَّى رُبِّي بَيَاضٌ يُبْطِلُ يَقُولُ: أَلَلَّهُمْ هَلْ بَلَّغْتُ؟ بَصَرَ عَيْنِي وَسَمِعْتُ أَذْنِي﴾

”رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو بنو سلیم کے صدقات کی وصولی کے لیے عامل بنایا اس کا نام ابن السنیہ تھا۔ پھر جب یہ عامل واپس آیا اور آپ ﷺ نے اس کا حساب لیا تو اس نے کہا یہ آپ کا (صدقات کا) مال ہے اور یہ (مجھے) تحفہ ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: پھر تم اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے اگر تم سچے ہو اور یہ تحفہ تمہیں وہیں مل جاتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اما بعد! میں تم میں سے کسی ایک کو اس کام پر عامل بناتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے والی بنایا ہے پھر وہ شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ تحفہ ہے جو مجھے دیا گیا تھا۔ اسے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہنا چاہیے تھا تا کہ اس کا تحفہ وہیں پہنچ جاتا۔ اللہ کی قسم! تم میں سے جو بھی اپنے حق کے سوا کوئی چیز لے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس چیز کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ میں تم میں ہر اس شخص کو پہنچان لوں گا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اڈٹ اٹھائے ہوئے ہوگا جو بلبلارہا ہوگا یا گائے اٹھائے ہوئے ہوگا جو اپنی آواز نکال رہی ہوگی یا بکری اٹھائے ہوگا جو اپنی آواز نکال رہی ہوگی۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا حتیٰ کہ آپ کے بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۶۹۷۹) کتاب الحیل: باب احتیال العامل لہدیٰ لہ، مسلم (۱۸۳۲) کتاب الإمارة: باب

تحريم هدايا العمال، ابو داود (۲۹۴۶) کتاب الحراج والإمارة والفقہ: باب فی هدايا العمال، احمد

(۹۵۰۸) ابن ابی شیبہ (۴۹۲/۱۲) ابن حبان (۴۸۴۷) (۴۸۴۸) بیہقی (۱۰۱/۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی طرف سے جن حضرات کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ لوگوں کے تحفوں سے بچیں اور اگر کوئی مصر ہو کر تحفہ دے دے تو اسے بھی بیت المال میں جمع کرائیں۔ پھر اگر مسلمانوں کا حکمران عامل کو کچھ دینا مناسب سمجھے تو وہ الگ بات ہے۔

(نووی) اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ عاملوں کو دیئے گئے تحفے (اُن کے لیے) حرام اور خیانت کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی ذمہ داری اور امانت میں خیانت کی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے حدیث میں اس کی سزا ذکر فرمادی ہے کہ وہ اُس چیز کو روڑ قیامت اٹھائے ہوئے آئے گا جو اُسے تحفہ دی گئی تھی جیسا کہ آپ ﷺ نے اسی کی مثل انجام خائن کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ نیز اسی حدیث میں آپ ﷺ نے عامل پر تحفہ کے حرام ہونے کا سبب بھی بیان فرمادیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تحفہ اُسے (زکوٰۃ کی وصولی کی) ذمہ داری کی وجہ سے دیا گیا ہے برخلاف اُس تحفے کے جو غیر عامل کو دیا جاتا ہے کیونکہ یقیناً وہ تو مستحب ہے۔ (۱)

زکوٰۃ کے جانوروں کو داغ لگا کر نشان زد کرنا جائز ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿عَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكُهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْيَمِينِ بِسَمِ الْإِبِلِ الصَّدَقَةِ﴾

”میں عبد اللہ بن ابی طلحہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ اُسے گڑھتی دیں۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ زکوٰۃ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے۔“ سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِسَمِ غَنَمًا فِي آذَانِهَا﴾

”(انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ بکری کو اس کے کان میں داغ لگا رہے تھے۔“ (۲)

(شوکانی) اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ لگانا جائز ہے۔ (۳)

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴/۶۶۷)]

(۲) [بخاری (۱۰۰۲) کتاب الزکاة: باب وسم الإبل الصدقة بیده، مسلم (۲/۱۱۹) کتاب اللباس

والزينة: باب جواز وسم الحيوان غير آدمي في غير الوجه، ابن ماجه (۳۰۶۵) کتاب اللباس: باب لبس

الصوف، احمد (۱۷۱/۳-۲۵۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۷۳/۳)]

(نوویؒ) زکوٰۃ اور جزیہ کے مویشیوں کو داغنا مستحب ہے۔ ہمارا تمام صحابہ کا اور ان کے بعد آنے والے جمہور علما کا یہی مذہب ہے۔ اور ابن صباغ وغیرہ نے اس پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۱)

(حنفیہ) داغنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مثلہ ہے (حالانکہ مثلہ کی حدیث عام ہے اور داغنے کی خاص لہذا عام اور خاص کے مقابلے میں خاص کو ترجیح ہوگی)۔ (۲)

اہل ذمہ سے جزیہ کی وصولی

اہل ذمہ کے ہر فرد سے ماہانہ یا سالانہ جیسے حاکم وقت مناسب سمجھے جزیہ (ٹیکس) وصول کیا جائیگا اور اس کی مقدار کے متعلق حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَنْ يُأْخَذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا﴾

”نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں۔“ (۳)



- (۱) [شرح مسلم للنووی (۲۲۶/۷)]
- (۲) [حرید تفصیل کے لیے دیکھئے: المبسوط (۱۷۰/۴) الأم للشافعی (۶۰/۲) الحاوی (۵۴۷/۸) فتح الباری (۱۳۸/۴)]
- (۳) [صحیح لغیرہ: إرواء الخلیل (۷۹۵) أبو داود (۳۰۳۸) کتاب المعراج والإمارة والفتی: باب فی أخذ الحزبة، أحمد (۲۴۰/۵) ترمذی (۶۲۳) نسائی (۲۶/۵) ابن ماجہ (۱۸۰۳) دار قطنی (۹۳/۲) بیہقی (۹۸/۴) ابن حبان (۷۹۴) الموارد) حاکم (۳۹۸/۱)]

زکوٰۃ کے مصارف کا بیان

باب مصارف الزکاة

مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں

(۱) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة: ۶۰]

”صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دلوں میں اُلفت ڈالنا مقصود ہو اور گردن چھڑانے میں قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہروں مسافروں کے لیے فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔“

جس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت زیاد بن حارث صدیقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَبَايَعْتُهُ، فَذَكَرَ حَدِيثَنَا طَوِيلًا، قَالَ: فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أُعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنْ أَلَّهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيِّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتَّى يَحْكُمَ فِيهَا هُوَ فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أُعْطَيْتَكَ حَقَّكَ ﴾

”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے طویل حدیث بیان کی اور کہا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا مجھے زکوٰۃ کے مال میں سے عطا کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ زکوٰۃ کے متعلق اللہ تعالیٰ نہ تو کسی نبی کے حکم پر راضی ہوا اور نہ کسی اور کے حکم پر حتیٰ کہ اس نے اس کے متعلق خود حکم فرمایا اور زکوٰۃ کے مصارف کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ لہذا اگر تم ان آٹھ مصارف میں سے ہو تو میں تمہیں تمہارا حق دوں گا۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۱)

(۱) [ضعیف: ضعیف ابو داؤد (۳۵۷) کتاب الزکاة: باب من يعطى من الصدقة وحده الغني] ابو داؤد (۱۶۳۰) إرواء الغلیل (۸۵۹) المشكاة (۱۸۳۵) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد الافریقی نوادہ کی ضعیف المحدث ہے۔ [تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبد الرزاق مہدی (۳۹۹/۳)] حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ حافظ میں ضعیف ہے۔ [تقریب التہذیب (۴۳۰۹)] امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن عدی کا کہنا ہے کہ اس کی عام احادیث کی متابعت نہیں کی گئی۔ امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے اور مدلس ہے۔ [اس کے متعلق مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: العلیل (۸۸/۱)]

الضعفاء (۳۶۱) الکامل (۳۷۹/۵) المحروحين (۵۰/۲)

①، ② فقراء و مساکین

ان دونوں کے ایک دوسرے کے بے حد قریب ہونے کی وجہ سے بعض اوقات فقیر کو مسکین اور مسکین کو فقیر بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی الگ الگ تعریف میں کافی اختلاف ہے۔ تاہم دونوں میں یہ بات تو قطعی ہے کہ جو حاجت مند ہوں اور اپنی حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مطلوبہ رقم و وسائل سے محروم ہوں انہیں فقیر و مسکین کہا جاتا ہے۔

(جہور، شافعی) مسکین وہ ہے جس کے پاس مال ہو لیکن اتنا نہ ہو جو اسے کفایت کر سکے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس اصلاً کچھ بھی نہ ہو لہذا فقیر مسکین سے زیادہ بری حالت میں ہوا۔

(طبری) فقیر ایسا محتاج ہے جو سوال نہ کرتا ہو اور مسکین ایسا ضرورت مند ہے جو سوال کرتا ہو۔

(ابوضیف) مسکین فقیر سے زیادہ بری حالت والا شخص ہے۔

(مالک) یہ دونوں برابر ہیں۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے مسکین کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

(۱) ﴿لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأَكْمَلَةُ وَالْأَكْلَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمُسْكِينَ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَ يَسْتَحْيِي وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ الْخَافًا﴾

”مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں، لیکن اسے سوال سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چٹ کر نہیں مانگتا۔“

(۲) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطْوِفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّفْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالْتَمَرَتَانِ وَلَكِنَّ الْمُسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يَكْفِيهِ وَلَا يُفْطِنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ﴾

”مسکین وہ نہیں جو لوگوں کا چکر کاٹتا پھرتا ہے کہ اسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جائیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے بے نیاز کر دے نہ وہ ایسی مسکنت اپنے اوپر طاری رکھے کہ لوگ غریب اور

(۱) [مزید دیکھیے: نیل الأوطار (۱۱۸/۳) تفسیر طبری (۳۰۸/۱۴) فتح الباری (۱۰۵/۴) الأم (۹۲/۴)]

المجموع (۱۳۱/۶) المبسوط (۸/۳) بدائع الصنائع (۴۵۲/۲) الاختیار (۱۱۸/۱) الانصاف فی معرفة

الراجح من الخلاف (۲۱۷/۳) حاشیہ ابن عابدین (۶۱۸/۲)]

مستحق سمجھ کر اس پر صدقہ کریں اور نہ خود لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے۔“ (۱)
 معلوم ہوا کہ جمہور کا موقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔ نیز فقیر وہ ہے جو غنی نہ ہو جیسا کہ لغت کی کتابوں میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ (۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے غنی ایسے شخص کو قرار دیا ہے جس کے پاس پچاس درہم یا اس کے برابر سونا ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

﴿مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوشٌ أَوْ خُدُوشٌ أَوْ كُلُوحٌ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْغَنَى؟ قَالَ: خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ﴾

”جس نے سوال کیا حالانکہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اسے کفایت کر جاتا تو قیامت کے روز اس کے چہرے میں زخم یا خراشیں آ جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اور غنا (کفایت) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پچاس درہم یا اس کی قیمت کے برابر سونا۔“ (۳)

(ابن باز) مسکین وہ فقیر ہے جو اپنے اخراجات پورے نہ کر سکتا ہو اور فقیر اس سے زیادہ حاجت مند کو کہتے ہیں اور یہ دونوں اہل زکوٰۃ کی اقسام ہیں۔ (۴)

۳ عالمین

ان سے مراد ایسے سرکاری اہل کار ہیں جو زکوٰۃ و صدقات کی وصولی و تقسیم اور اس کے حساب و کتاب پر مامور ہوں۔

عبداللہ بن سعدی بیان کرتے ہیں کہ

(۱) [بخاری (۱۴۷۶، ۱۴۷۹) کتاب الزکاة: باب قول اللہ تعالیٰ: لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا، مسلم (۱۰۳۹)
 أبو داود (۱۶۳۱) نسائی (۸۶/۵) مؤطا (۹۲۳/۲) أحمد (۲۶۰/۲) دارمی (۳۷۹/۱) أبو یعلیٰ (۶۳۳۷) حمیدی (۱۰۵۹) بیہقی (۱۱/۷)]

(۲) [مختار الصحاح (ص/۲۱۳) القاموس المحيط (ص/۵۸۸) لسان العرب (۲۹۹/۱۰)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۳۲) کتاب الزکاة: باب من یعطی من الصدقة وحده الغنی، أبو داود (۱۶۲۶) ترمذی (۶۵۰) ابن ماجہ (۱۸۴۰) نسائی (۲۵۹۳) أحمد (۴۴۱/۱) ابن ابی شیبہ (۱۸۰/۳)
 دارمی (۳۸۶/۱) شرح معانی الآثار (۲۰/۲) دارقطنی (۱۲۱/۲) حاکم (۳۰۷/۱) الحلیہ لأبی نعیم (۲۳۷/۴)]

(۴) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۱۶/۱)]

﴿أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ خِلَافَتِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَلَمْ أُحَدِّثْ أَنَّكَ تَلِي مِنْ أَعْمَالِ النَّاسِ أَعْمَالًا فَلَبَّادًا أُعْطِيتَ الْعُمَالَةَ دِرْهَمَتَهَا؟ فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ عُمَرُ: مَا تُرِيدُ إِلَى ذَلِكَ؟ قُلْتُ: إِنِّي لَأُفْرَسًا وَأُعْبَدًا وَأَنَا بِخَيْرٍ وَأُرِيدُ أَنْ تَكُونَ عُمَالَتِي صَدَقَةً عَلَى الْمُسْلِمِينَ، قَالَ عُمَرُ: لَا تَفْعَلْ فَإِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الَّذِي أَرَدْتُ وَتَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْطِيَنِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَعْطِهِ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي حَتَّى أُعْطَانِي مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ: أَعْطِهِ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَإِلَّا فَلَا تَنْتَبِعْهُ نَفْسَكَ﴾

”وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں آئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا مجھ سے جو یہ کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کیے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا پسند نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا اس سے کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے، آپ ﷺ مجھے عطا کرتے تھے تو میں عرض کر دیتا تھا کہ اسے مجھ سے زیادہ اس کے ضرورت مند کو عطا فرما دیجئے۔ بالآخر آپ نے ایک مرتبہ مجھے مال دیا اور میں نے پھر وہی بات کی کہ اسے ایسے شخص کو عطا کر دیجئے جو اس کا مجھ سے زیادہ محتاج ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو اور اس کے مالک بننے کے بعد اس کا صدقہ کرو۔ یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ عامل کو زکوٰۃ کی وصولی کے عوض اجرت و معاوضہ دیا جاسکتا ہے اور عامل کو چاہیے کہ اسے قبول کر لے۔

ایسے لوگوں کو عامل نہ بنایا جائے جن پر صدقہ حرام ہے

مثلاً بنو ہاشم اور بنو مطلب وغیرہ۔ جیسا کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ اور فضل بن عباس دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے پھر ہم میں سے ایک نے کلام کیا اور کہا:

(۱) [بخاری (۷۱۶۳) کتاب الأحکام: باب رزق الحکام والعاملین، مسلم (۱۰۴۵) کتاب الزکاة: باب إباحة الأخذ لمن أعطى من غير مسألة ولا إشراف، أبو داود (۱۶۴۷) کتاب الزکاة: باب فی الاستعفاف، نسائی (۱۰۲۱۵)]

﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! أَنْتَ أَبْرُ النَّاسِ وَأَوْصَلُ النَّاسِ، وَقَدْ بَلَّغْنَا النَّكَاحَ، فَجِئْنَا لِنُؤْمَرَنَا عَلَى بَعْضِ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ، فَنُؤَدِّي إِلَيْكَ كَمَا يُؤَدِّي النَّاسُ، وَنُصِيبُ كَمَا يُصِيبُونَ، قَالَ: فَسَكَّتْ طَوِيلًا حَتَّى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ، قَالَ: وَجَعَلْتُ زَنْبٌ تُلْمَعُ عَلَيْنَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ أَنْ لَا نُكَلِّمَاهُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِأَلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ﴾

”اے اللہ کے رسول! آپ لوگوں میں سب سے نیک اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں بھی ان صدقات (کی وصولی) پر مقرر فرمادیں اور ہم آپ کو اسی طرح (صدقات کا مال لاکر) ادا کریں جیسے لوگ ادا کرتے ہیں اور ہمیں بھی اسی طرح (تنخواہ) حاصل ہو جائے جیسے لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اس قدر طویل خاموش رہے کہ ہم نے (خود) آپ ﷺ سے کلام کا ارادہ کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر دے کے پیچھے سے اشارہ کرنے لگیں کہ تم کلام مت کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، بے شک صدقہ آل محمد کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔“ (۱)

(نووی) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب پر صدقہ حرام ہے خواہ زکوٰۃ وصول کرنے کی وجہ سے دیا جائے یا فقر و مسکنت وغیرہ جیسے دیگر آٹھوں مصارف کی وجہ سے۔ یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے۔ البتہ ہمارے بعض اصحاب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے لیے صدقہ وصول کرنے کی وجہ سے عامل کا حصہ جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ ٹھیکہ ہے لیکن یہ قول ضعیف یا باطل ہے اور یہ حدیث اس کے رد میں واضح دلیل ہے۔ (۲)

(سید سابق) ”یہ واجب ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے لوگ آل رسول یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے نہ ہوں کہ جن پر صدقہ حرام ہے۔ (۳)
(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(۱) [مسلم (۱۰۷۲) کتاب الزکاة: باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقة، ابو داود (۲۹۸۵) کتاب

الخراج والإمارة والنفی: باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذی القربی، نسائی (۲۶۰۸) وفی

السنن الکبریٰ (۲۳۹۰) ابن حبان (۴۵۲۷) بیہقی (۳۱۷)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۴۰۵/۴)]

(۳) [فقہ السنہ (۳۵۳/۱)]

(۴) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۰۹/۳)]

مالداروں کو عامل بنایا جاسکتا ہے

(1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِلْغَنِيِّ إِلَّا لِخِمْسَةِ: لِعَاِزٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِعَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ حَارٌّ مُسْكِينٌ قُضِّدَقَ عَلَى الْمُسْكِينِ فَأَمْدَاهَا الْمُسْكِينُ لِلْغَنِيِّ﴾
 ”کسی مالدار آدمی کے لیے صدقہ جائز نہیں سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا یا زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل، یا مقروض، یا وہ مالدار آدمی جو صدقہ کو اپنے مال کے ساتھ خرید لے یا ایسا آدمی جس کا پڑوسی مسکین ہو پھر مسکین پر صدقہ کیا جائے اور وہ مسکین مالدار کو صدقہ کا مال ہدیہ کر دے۔“ (۱)

(2) گزشتہ عبد اللہ بن سعدی کی وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ صاحب حیثیت آدمی تھے اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر تھے لیکن تنخواہ نہیں لیتے تھے جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے عبد اللہ بن سعدی کو سمجھایا کہ تمہیں جو مال بغیر خواہش کے ملے اسے لے لیا کرو۔

عامل کو زکوٰۃ کے مال سے صرف بقدر کفایت ہی اجرت دی جائے

جیسا کہ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيُكْتَسَبْ زَوْجَةٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيُكْتَسَبْ خَادِمًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مُسْكِنٌ فَلْيُكْتَسَبْ مَسْكَنًا،

قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ اتَّخَذَ غَيْرَ ذَلِكَ فَهُوَ غَالٍ أَوْ مَارِقٌ﴾
 ”جس شخص ہمارا (زکوٰۃ کی وصولی پر) عامل مقرر ہوا ہے چاہیے کہ (شادی کر کے) بیوی حاصل کر لے اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم حاصل کر لے اور اگر اس کے پاس رہائش نہ ہو تو رہائش حاصل کر لے۔

راوی کا بیان ہے کہ ابو بکر نے کہا، مجھے خبر دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے اس کے علاوہ کچھ اور لیا تو وہ خائن یا چور ہے۔“

مسند احمد کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۴۱) کتاب الزکوٰۃ: باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني، أبو داود

(۱۶۳۶) ابن ماجہ (۱۸۴۱) کتاب الزکوٰۃ: باب من تحل له الصدقة، حاکم (۴۰۷/۱) أحمد (۵۶/۳)

دارقطنی (۱۲۱/۲) بیہقی (۱۵۱۷) ابن خزیمہ (۲۳۷۴) إرواء الغلیل (۸۷۰)

﴿مَنْ وَلِيَ لَنَا عَمَلًا وَ لَيْسَ لَهُ مَنَزَلٌ فَلْيَتَّخِذْ مَنَزَلًا أَوْ لَيْسَتْ لَهُ زَوْجَةٌ فَلْيَتَزَوَّجْ أَوْ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَتَّخِذْ خَادِمًا أَوْ لَيْسَتْ لَهُ ذَابَّةٌ فَلْيَتَّخِذْ ذَابَّةً ۚ وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِثْلَ هَؤُلَاءِ فَهُوَ غَالٍ﴾

”جو شخص ہمارے لیے کسی کا والی بنے (یعنی صدقات کی وصولی کے لیے مقرر کیا جائے) اور اس کا کوئی گھرنہ نہ ہو تو وہ گھر حاصل کر لے یا اس کی بیوی نہ ہو تو وہ شادی کر لے یا اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ خادم حاصل کر لے یا اس کے پاس (سواری کے لیے) جانور نہ ہو تو جانور حاصل کر لے اور جس نے ان اشیاء کے علاوہ کچھ بھی (صدقات کے مال سے) لیا تو وہ خائن ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ”تو وہ شخص چور متصور ہوگا۔“ (۱)

(ملاطی قاری) رقمطراز ہیں کہ مظہر نے کہا: (حدیث کا) مطلب یہ ہے کہ عامل کے لیے اُس مال سے جو بیت المال سے اس کے تصرف میں ہے اُس قدر لینا جائز ہے جو اس کی بیوی کے مہر خرچہ اور لہاس کے برابر ہو اور اسی طرح جس کے بغیر اس کا گزارہ ممکن نہ ہو وہ نہ تو اس میں فضول خرچی کرے اور نہ ہی ناز و نعمت اختیار کرے۔ اگر اس نے (بیت المال کی رقم سے) ضرورت سے زیادہ لے لیا تو وہ اس پر حرام ہے۔

(طیبی) بلاشبہ تنخواہ و اجرت کی جگہ ان اشیاء کا حصول مقرر کرنا اس (عامل) کے طمع و لالچ کو مٹانے کے لیے ہے۔ (۲)

(خطابی) اس حدیث کی دو طرح سے تاویل کی جاسکتی ہے:

- (۱) یا تو آپ ﷺ نے خادم اور رہائش کا حصول صرف اس کی اُسی تنخواہ سے جائز قرار دیا ہے جو اس جیسے کاموں کی ہی اجرت ہے اور اُس کے لیے اس (تنخواہ) کے علاوہ اور کسی چیز سے بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔
- (۲) یا پھر مراد یہ ہے کہ عامل کے لیے رہائش اور خدمت (کا حصول) مباح ہے۔ لہذا اگر اس کے پاس رہائش یا خادم نہیں تو اس کے لیے ایسا شخص اجرت پر مقرر کیا جائے گا جو اس کی خدمت کرے اور جس طرح کے آدمی کا کام اسے کافی ہو جائے اور (اسی طرح) جب تک عامل اپنی اُس ذمہ داری پر ہے اس کے لیے کرائے پر رہائش کا انتظام کیا جائے گا کہ جس میں وہ رہ سکے۔ (۳)

(سید سابق) مناسب یہ ہے کہ عامل کو بقدر کفایت ہی اجرت دی جائے۔ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۰۵۲) کتاب الخراج والإمارة والفقہ: باب فی أَرْزَاقِ الْعَمَالِ، ابو داود (۲۹۴۵) احمد (۱۷۳۲۹)]

(۲) [المرقاة (۳۲۰/۷)]

(۳) [کما فی عون المعبود (تحت الحديث ۲۹۴۵)]

(۴) [فقہ السنة (۳۵۴/۱)]

□ (ابن قدامہؒ) فرماتے ہیں کہ اور اسی مال سے (زکوٰۃ کا) حساب کرنے والے لکھنے والے جمع کرنے والے خازن اور اس کے محافظ وغیرہ کی تنخواہ بھی دی جائے گی اور ان سب کو صدقات کے عاملین میں سے ہی شاریا جائے گا اور صدقات کے عاملین کا حصہ ان کے سپرد کیا جائے گا۔ (۱)

④ مولفۃ قلوبہم

تالیف قلب کی کئی اقسام ہیں مثلاً:

① اس سے مراد ایک تو وہ کافر ہے جو کچھ کچھ اسلام کی طرف مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر امید ہو کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائے گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے صفوان بن امیہ کو جنگ حنین کے مال غنیمت میں سے اس لیے عطا کیا تا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ پس ابن شہابؒ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿عَزَّارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَزْوَةَ الْفَتْحِ - فَتَحَ مَكَّةَ - ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَاقْتُلُوا بِحُنَيْنٍ فَصَرَّ اللَّهُ دِينَهُ وَالْمُسْلِمِينَ، وَأَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةٍ مِائَةَ مِّنَ النَّعَمِ ثُمَّ مِائَةَ ثُمَّ مِائَةً﴾

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ صَفْوَانَ قَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَعْطَانِي وَإِنَّهُ لَأَنْبَغُ النَّاسِ إِلَيَّ فَمَا بَرَحَ يُعْطِينِي حَتَّى إِنَّهُ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ﴿

”رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کا غزوہ کیا پھر آپ ﷺ اور جو آپ کے ساتھ مسلمان تھے، نکلے اور انہوں نے حنین کے مقام پر لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور مسلمانوں کی نصرت فرمائی۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو (100) اونٹ عطا فرمائے پھر سو (100) اور پھر سو (100) اونٹ عطا فرمائے۔

ابن شہابؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سعید بن مسیبؒ نے بیان کیا کہ صفوان بن امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ مجھے عطا کیا سو کیا اور بلاشبہ آپ ﷺ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت تھے پھر آپ ﷺ مجھے عطا کرتے گئے حتیٰ کہ آپ ﷺ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔“ (۲)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [المغنی لابن قدامة (۵۱۸/۲)]

(۲) [مسلم (۲۳۱۳) کتاب الفضائل: باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شیئاً قط فقال لا وکثرة عطائه، ترمذی

(۶۶۶) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی إعطاء المؤلفۃ قلوبہم، احمد (۴۰۱/۳)]

﴿ مَا سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا إِلَّا أُعْطَاهُ ۖ قَالَ : فَحَاجَّاهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ عَنْمَا بَيْنَ حَبْلَيْنِ ۖ فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ ۖ فَقَالَ : يَا قَوْمُ ! أَسْلِمُوا ۚ فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءَ لَا يَخْشَى الْفَقْرَ ۖ ﴾

”رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ نے وہ چیز عطا فرمادی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اسے اتنی زیادہ بکریاں دی کہ دو پہاڑوں کے درمیانی حصے کو بھر سکتی تھیں۔ وہ اپنی قوم کی طرف واپس پلٹا تو اس نے کہا اے میری قوم (کے لوگو)! مسلمان ہو جاؤ بلاشبہ محمد ﷺ اس قدر عطا کرتا ہے کہ فاقے سے بالکل بھی ڈرتا۔“ (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَنْ رَحَلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْمَا بَيْنَ حَبْلَيْنِ ۖ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ۖ فَأَتَى قَوْمَهُ ۖ فَقَالَ : أَيُّ قَوْمٍ ! قَوْلَ اللَّهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءَ مَا يَخَافُ الْفَقْرَ ۖ فَقَالَ أَنَسٌ : إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسَلِّمُ مَا يُرِيدُ إِلَّا الدُّنْيَا ۖ فَمَا يُسَلِّمُ حَتَّى يَكُونَ الْإِسْلَامَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا ۖ ﴾

”بلاشبہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اتنی (زیادہ) بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیانی حصے میں سما جائیں تو آپ ﷺ نے اسے وہ عطا فرمادیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا کرتا ہے کہ فخر و فاقہ سے خائف نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس طرح مالی عنایات دیکھ کر) اگر کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو صرف دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے ہوتا۔ لیکن جب مسلمان ہو جاتا تو اسلام اس کے نزدیک دنیا اور اس پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔“ (۲)

② دوسرے اس میں وہ نو مسلم افراد شامل ہیں جن کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی ضرورت ہو۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے جنگِ حنین کے روز ہی آزاد ہونے والے لوگوں کے زعماد شرفا کو سوساؤنٹ عطا فرمائے اور آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿ يَا سَعْدُ ! إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكْبَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ ۖ ﴾

(۱) [مسلم (۲۳۱۲) کتاب الفضائل: باب ما سئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا وكثرة عطائه] احمد

(۱۲۰۵۱) ابن حبان (۴۵۰۲) أبو يعلى (۳۳۰۲) شرح السنة للبخاري (۳۶۹۱) بهقي (۱۹/۷)

(۲) [أيضا]

”اے سعد! اس کے باوجود کہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے پھر بھی میں کسی دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دے دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے اور) اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اوندھا کر کے ڈال دے۔“ (۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿بَعَثَ عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ بِالْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِي تَرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرِ الْفَزَارِيُّ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاكَةَ الْعَامِرِيُّ، ثُمَّ أَخَذَ بَنِي كِلَابٍ وَزَيْدُ الْخَيْرِ الطَّائِيُّ، ثُمَّ أَخَذَ بَنِي نَهْأَنَ، قَالَ فَقَضَيْتُ قُرَيْشَ، فَقَالُوا: أَتُعْطِي صَنَادِيْدَ نَحْدٍ وَتَدْعُنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِأَنَّا لَفْهَمُ﴾

”حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تھے اور انہوں نے سونے کے (چند) ڈالے کان کی مٹی سمیت (ایک تھیلے میں ڈال کر) رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجے۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چار آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دیا: اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاشہ عامری پھر بنو کلاب کا ایک اور زید الخیر طائی پھر بنو نہان کا ایک۔ راوی کا بیان ہے کہ قریش غصہ میں آگئے اور انہوں نے کہا کیا آپ نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میں نے تو یہ اس لیے کیا ہے تاکہ ان کی تالیفِ قلب ہو جائے۔“ (۲)

③ تیسرے وہ افراد بھی اس میں شامل ہیں جن کو امداد دینے کی صورت میں یہ امید ہو کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر صورتیں تالیفِ قلب کی ہیں جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے چاہے مذکورہ افراد

(۱) [بخاری (۲۷) کتاب الایمان: باب إذا لم یکن الإسلام علی الحقیقة، مسلم (۱۵۰) کتاب الایمان:

باب تألف قلب من یخاف علی إیمانه لضعفه والنهی عن القطع بالایمان من غیر دلیل قاطع، ابو داود

(۴۶۸۳) کتاب السنۃ: باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، نسائی (۵۰۰۷) احمد (۱۵۲۲) ابن

منندہ (۲۶۱) حمیدی (۶۸) ابن حبان (۱۵۲۲) ابو نعیم فی الحلیۃ (۱۹۱/۶) ابو یعلیٰ (۷۱۴) بزار

(۱۰۸۷) طرابلسی (۱۹۸)]

(۲) [مسلم (۱۰۶۴) کتاب الزکاة: باب ذکر الخوارج وصفاتهم، بخاری (۴۳۵۷) کتاب المغازی: باب

غزوة ذی الخلفة، ابو داود (۴۷۶۴) کتاب السنۃ: باب فی قتال الخوارج، ابن ماجہ (۱۶۹) نہ ای

(۲۵۷۷) و فی السنن الکبریٰ (۸۰۸۹/۵) ابن حبان (۶۷۳۵) بیہقی فی دلائل النبوة (۴۲۷/۶) طرابلسی

(۲۱۶۵) ابو یعلیٰ (۱۲۴۶) احمد (۱۰۳۷)]

مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

(شافعی) کا فرکو تالیفِ قلب کے لیے زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جاسکتا۔

(ابو حنیفہ) یہ مصرف ہی ختم ہو چکا ہے۔

(احمد) یہ حکم آج بھی باقی ہے۔ (۲)

(شوکانی) ظاہر یہی ہے کہ جب بھی تالیفِ قلب کے لیے خرچ کی ضرورت پیش آئے تو زکوٰۃ کے مال سے خرچ کرنا جائز ہے۔ (۳)

(البانی) اسی کے قائل ہیں جیسا کہ شیخ حسین بن عودہ نے بیان فرمایا ہے۔ (۴)

(سید سابق) ضرورت کے وقت تالیفِ قلب کا جواز ہی ظاہر ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ تالیفِ قلب کے لیے جن افراد پر زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے فقہانے ان کی دو قسمیں بنائی ہیں: ایک، مسلمان اور دوسرے، کافر۔ مسلمانوں کی چار قسمیں ہیں:

1- مسلمانوں کے ایسے سردار جنہیں اپنی قوم میں مقام و مرتبہ حاصل ہو۔

2- ایسے مسلمانوں کے سردار جو ضعیف الایمان ہوں۔

3- وہ مسلمان جو دشمنوں کے شہروں کے بالمقابل سرحدات میں مقیم ہوں، تاکہ وہ بوقتِ ضرورت مسلمانوں کا دفاع کریں۔

4- ایسے مسلمان جن کی زکوٰۃ وصول کرنے یا ان لوگوں سے زکوٰۃ نکلوانے کے لیے ضرورت پڑتی ہو جو (بخوشی زکوٰۃ) ادا نہیں کرتے۔

اور کافر و قسم کے ہیں:

1- جن سے توقع ہو کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے۔

2- جن کے شر سے خطرہ ہو اور امید ہو کہ انہیں عطا کرنے سے ان کا شر رک جائے گا۔ (۵)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۶۵/۲) تفسیر أحسن البیان (ص ۵۲۹/۱) تفسیر طبری (۳۱۳/۱) فقہ الزکاة

للقرضاوی (۵۹۵/۲)]

(۲) [المغنی (۶۶۶/۲) المجموع (۱۹۷/۶) تفسیر قرطبی (۱۷۹/۸) الأم (۶۱/۲) البحر الزخار (۱۷۹/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۲۸/۳)]

(۴) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۱۴/۳)]

(۵) [ملخصاً، فقہ السنة (۳۵۴/۱)]

۵ فی الرقاب

مطلب یہ ہے کہ گردنیں آزاد کرنے میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے۔

(۱) امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

﴿يُعْتَقُ مِنْ زَكَاةٍ مَالِهِ﴾

”(آدمی) اپنی زکوٰۃ (کے مال) سے غلام آزاد کر سکتا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمْ: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَ النَّاسِكُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَاةَ﴾

”اللہ تعالیٰ پر تین بندوں کی مدد کرنا حق ہے: ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا مجاہد، دوسرا ایسا مکتب“

غلام جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے اور تیسرا وہ نکاح کا خواہش مند جو پاک دامن کا ارادہ رکھتا ہے۔“ (۲)

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذُلِّي عَلَى عَمَلٍ يَقَرَّبُنِي مِنَ الْحَنَةِ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، فَقَالَ: اُعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفَكَ الرِّقْبَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ لَيْسَا وَاحِدًا؟ قَالَ: عَتَقَ النَّسَمَةَ أَنْ تُفَرَّدَ بِعَتَقِهَا، وَفَكَ الرِّقْبَةَ أَنْ تُعِينَ فِي ثَمَنِهَا﴾

”ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے کام کی رہنمائی کیجئے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور (جہنم کی) آگ سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کسی جان کو آزاد کرو اور گردن چھڑاؤ۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا یہ دونوں کام ایک ہی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کسی جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تم اکیلے اسے آزاد کرو اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تم اس کی قیمت میں تعاون کرو۔“ (۳)

(۱) [بخاری تعلیقاً قبل الحديث ۱/ ۴۶۸] أبو عبيد في كتاب الأموال (۱۷۸۲) الدر المنثور للسيوطي (۴۵۱/۳)

(۲) [حسن: غايه السرام (۲۱۰) صحيح نسائي (۳۲۱۸) ترمذی (۱۶۵۵) كتاب فضائل الجهاد: باب ما

جاء في المجاهد والناسك والمكاتب، ابن ماجه (۲۵۱۸) كتاب الأحكام: باب المكاتب، احمد

(۲۵۱/۲) نسائي (۶۱/۶) ابن حبان (۴۰۳۰) حاكم (۱۶۰/۲) امام حاكم نے اس روایت کو مسلم کی شرط پہنچ

کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔]

(۳) [احمد (۲۹۹/۴) طبرانی (۷۳۹) بیہقی (۲۷۲/۱۰) امام ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن

حبان (۳۷۴) امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۴۰/۴)]

فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا صرف مکاتب غلام آزاد کرائے جاسکتے ہیں یا غیر مکاتب بھی؟ (احناف، شافعیہ) اس سے صرف مکاتب غلام ہی مراد ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مقاتل بن حیانؒ، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، امام غنیؒ، امام زہریؒ، امام شافعیؒ، امام لیثؒ، اور ابن زیدؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔

(مالکؒ، احمدؒ، بخاریؒ) یہ آیت مکاتب وغیرہ مکاتب تمام قسم کے غلاموں کو شامل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(راجع) دوسرے قول رائج ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

⑥ والغارمین

مقروض ان میں ایک تو ایسا شخص شامل ہے جو اپنے اہل و عیال کا خرچ پورا کرنے کے لیے قرض لے کر مقروض ہو گیا ہو۔ دوسرا ایسا شخص جس نے کسی کی ضمانت دی ہو پھر وہ اس کا ذمہ دار قرار پایا ہو یا ایسا شخص جس کا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا ہو اور اس وجہ سے وہ مقروض ہو گیا ہو۔ ان تمام افراد کی مال زکوٰۃ سے امداد کی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام قسم کے مقروضوں کو سوال کا مستحق قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قبیسہ بن عمارؓ کی روایت میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

(۱) ﴿تَحَمَّلْتُ حِمْلًا، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا، فَقَالَ: أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: يَا قُبَيْصَةُ! إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدٍ ثَلَاثَةً: رَجُلٍ تَحْمِلُ حِمْلًا فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُمْسِكَ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَنَحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمٌ مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: سَدَادًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةً مِنْ ذَوِي الْجَحَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فَلَانًا فَاقَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: سَدَادًا مِنْ عَيْشٍ، فَمَا يَسْوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قُبَيْصَةُ! سَحْنًا، يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سَحْنًا﴾

”میں نے (دیت دینے کی) ذمہ داری قبول کی چنانچہ اس وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

(۱) [نبیل الأوطار (۱۲۹/۳)]

(۲) [أيضا، السبل الحرار (۵۸/۲)]

(۳) [فقه السنة (۳۵۶/۱)]

حاضر ہوا۔ میں آپ ﷺ سے دیت کے بارے میں تعاون کا طلب گار ہوں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تم ہمارے ہاں قیام کرو جب ہمیں صدقات ملیں گے تو ہم ان میں سے تمہارے بارے میں بھی حکم دیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین افراد کے لیے درست ہے۔ ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اٹھائی، اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ ضمانت حاصل کر لے اس کے بعد (سوال کرنے سے) رُک جائے۔ دوسرا وہ شخص جسے آفت پہنچ جائے آفت نے اس کے مال کو ہلاک کر دیا، اس کے لیے اُس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک کہ اس کی ضرورت نہ پوری ہو جائے اور تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہے اس کے قبیلہ کے تین ہوش مند انسان کھڑے ہوں اور (گواہی دیں کہ) فلاں انسان فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک اس کا فاقہ دور نہ ہو جائے۔ اے قبیصہ! ان کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے سوال کرنے والا حرام مال کھائے گا۔“ (۱)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سُحَّارٍ ابْتِاعَهَا فَكُتِرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَغَرْمَائِهِ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ﴾

”عہد رسالت میں ایک آدمی پر اس کے سحلوں کی وجہ سے مصیبت آن پہنچی جنہیں اُس نے خریدا تھا۔ پس اس کا قرض زیادہ ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے (لوگوں سے) کہا کہ اس پر صدقہ کرو۔ چنانچہ لوگوں نے اُس پر صدقہ کیا۔ لیکن یہ (صدقہ) بھی اُس مقدار کو نہ پہنچا کہ جس سے اس کا قرض ادا ہو جاتا تو آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا کہ جو تمہیں مل جائے وہی لے لو اور تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۱۰۴۴) کتاب الزکاة: باب من تحل له المسألة، أبو داود (۱۶۴۰) کتاب الزکاة: باب ما تحوز فيه المسألة، نسائی (۸۹/۵) أحمد (۶۰/۵) دارمی (۳۹۶/۱) طیب السی (۸۳۴) ابن ابی شیبہ (۵۸/۴) حمیدی (۳۵۹/۲) شرح معانی الآثار (۱۷/۲) مشکل الآثار (۲۰۶/۱) دارقطنی (۱۲۰/۲) بیہقی (۷۳/۶)]

(۲) [مسلم (۱۵۵۶) کتاب المساقاة: باب استحباب الوضع من الدين، أبو داود (۳۴۶۹) کتاب البيوع: باب في وضع الحائجة، ترمذی (۶۵۵) کتاب الزکاة: باب ما جاء من تحل له الصلقة من الغارمين وغيرهم، ابن ماجہ (۲۳۵۶) کتاب الأحکام: باب تغليس المعلم والبيع عليه لغرمائه، نسائی (۷۶۵/۷) احمد (۵۸-۳۶/۳)]

(سید سابق) ”کسی ذمہ داری کی وجہ سے زکوٰۃ لینے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ شخص اس ذمہ داری کو پورا کرنے سے عاجز ہو بلکہ وہ زکوٰۃ کا مال لے سکتا ہے اگرچہ اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے وہ ذمہ داری پوری کر لے۔ (۱)

کیا مال زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے؟

(ابو حنیفہؒ، احمدؒ، غنیؒ) مال زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ مقروض میت ہے اور یہ ممکن نہیں کہ زکوٰۃ کا مال اس کے سپرد کیا جاسکے اور اگر کوئی زکوٰۃ کا مال قرض خواہ کے حوالے کر دے گا تو یہ غریم کے سپرد ہوگا غارم کے سپرد نہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(مالکؒ، ابو ثورؒ) زکوٰۃ کے مال سے میت کا قرض بھی ادا کیا جاسکتا ہے کیونکہ آیت عام ہے اور اس میں ہر مقروض شامل ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ اور اس لیے بھی یہ جائز ہے کیونکہ میت کے قرض کی ادائیگی بھی زعمہ (کے قرض) کی طرح کامل طور پر صحیح ہو جاتی ہے۔ (۲)

(راجع) ہمارے علم کے مطابق دوسرا موقف رائج ہے۔ (واللہ اعلم)

اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَ اُنَا اَوَّلٰى بِهٖ فِى الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ اَقْرَءُ وَاِنْ شِئْتُمْ ”النَّبِیُّ اَوَّلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ“ فَایْمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَ تَرَكَ مَالًا فَلِیْهِ عَصْبَتُهُ مِّنْ کَانَوْا وَ مَن تَرَكَ دِیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَلِیْآئِنِیْ، فَاَنَا مَوْلَاهُ﴾

”میں ہر مومن کے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔“ نبی مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔“ اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہیے کہ ورثاء اس کے مالک ہوں وہ جو بھی ہوں اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائے کہ ان کا ولی میں ہوں۔“ (۳)

(۱) [فقہ السنۃ (۱/۳۵۸)]

(۲) [المجموع للنووی (۲۱۱/۶) المعنی لابن قدامة (۲/۶۶۷)]

(۳) [بحاری (۲۳۹۹) کتاب فی الاستقراض و أداء الدیون : باب الصلاة علی من ترک دینا مسلم (۱۶۱۹)]

کتاب الفرائض : باب من ترک مالا فلورثته ابو داود (۲۹۵۵) کتاب الخراج و الإمارة و الفی : باب فی

أرزاق الذریۃ ترمذی (۱۰۷۰) کتاب الحناظر : باب ما جاء فی الصلاة علی المدیون ابن ماجہ (۲۴۱۵)

کتاب الأحکام : باب من ترک دینا أو ضیاعا فعلى الله وعلی رسوله احمد (۷۸۶۶) بیہقی (۲۰۱/۶)

طیالسی (۳۳۳۸) عبد الرزاق (۱۵۲۶۱)

مراد یہ ہے کہ جو شخص مقرض فوت ہو اور وہ پیچھے اتنا مال نہ چھوڑے جس سے قرض کی ادائیگی ممکن ہو تو اس کے اہل و عیال میرے (یعنی محمد ﷺ کے) پاس آئیں، میں بیت المال سے اُس کا قرض ادا کر دوں گا اور یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ بیت المال میں غنائم و خراج کے ساتھ ساتھ اموالِ زکوٰۃ بھی شامل ہوتے تھے۔

بعض حضرات نے یہ رائے بھی پیش کی ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے خاص تھا لیکن برحق بات یہ ہے کہ یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا کیونکہ خصوصیت صرف دلیل سے ہی ثابت ہوتی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ اس عمل کے اختصاص کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

(ابن تیمیہؒ) زکوٰۃ کے مال سے میت کا قرض ادا کیا جائے گا۔ (۱)

(قرطبیؒ) ہمارے علماء اور ان کے علاوہ دیگر علماء کا یہ کہنا ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے میت کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ بھی ”غارمین“ میں شامل ہے۔ (۲)

(خرشیؒ) اس میں کوئی فرق نہیں کہ قرض دار زندہ ہو یا مردہ۔ پس حاکم وقت زکوٰۃ کے مال سے رقم لے کر میت کا قرض ادا کر سکتا ہے بلکہ بعض اہل علم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ میت کا قرض زندہ آدمی کے قرض سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے زکوٰۃ کے مال سے ادا کیا جائے کیونکہ اس بات کی تو امید ہی نہیں کہ میت کا قرض ادا کیا جائے گا جبکہ برعکس اس کے زندہ کے قرض کی یہ کیفیت نہیں۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) جس بات کو ہم ترجیح دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ شریعت کے دلائل اور اس کی روح مالِ زکوٰۃ سے میت کا قرض ادا کرنے سے نہیں روکتی۔ (۴)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۵)

۷ فی سبیل اللہ

اس مصرف میں صرف ایسے تمام افراد شامل ہیں جو دنیا میں غلبہٴ اسلام کے لیے کسی بھی طریقے سے جہاد و قتال کے عمل میں مصروف ہیں۔

(۱) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۱/۲۹۹)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۱۸۵/۸)]

(۳) [العرشی علی مختصر تحلیل (۲/۲۱۸)]

(۴) [فقہ الزکاة (۲/۱۲)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۳۳۳)]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لَغْنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِعَاذٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾

”کسی مالدار آدمی کے لیے صدقہ جائز نہیں سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے: اللہ کے راستے میں

جہاد کرنے والا.....“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین ہیں کیونکہ حدیث میں لفظ ”عاذی“ کے ساتھ قرآن کے عموم ”فی سبیل اللہ“ کی تخصیص کر دی گئی ہے اور جمہور علمائے اُصولیین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے۔

(عمر رضی اللہ عنہ) فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور مجاہد ہیں۔ (۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) اس ضمن میں مجاہدین کو دیا جائے۔ (۳)

(شوکانیؒ) اس سے مراد اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے والے ہیں۔ (۴)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ سنت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس صنف (یعنی فی سبیل اللہ) میں صرف کیا جاسکتا ہے خواہ وہ (مجاہد) غنی ہی ہو۔ (۵)

(قرطبیؒ) فی سبیل اللہ سے مراد ایسے لوگوں کے لیے صرف کرنا ہے جو کفار سے لڑنے والے ہیں۔ (۶)

(طبریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(ابن کثیرؒ) فی سبیل اللہ میں وہ عاذی بھی شامل ہیں جن کا حکومتی وظائف میں حصہ نہیں۔ (۸)

(ابن حزمؒ) یقیناً فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد ہے۔ (۹)

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۴۱) کتاب الزکاة: باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني، أبو داود

(۱۶۳۶) ابن ماجہ (۱۸۴۱)]

(۲) [موطا (ص ۱۷۴)]

(۳) [کما فی نیل الأوطار (۱۳۱/۳)]

(۴) [أيضا]

(۵) [السبل الحرار (۸۰۳/۱)]

(۶) [تفسیر قرطبی (۱۸۵/۸)]

(۷) [تفسیر طبری (۱۶۵/۶)]

(۸) [تفسیر ابن کثیر (۴۰۳/۳)]

(۹) [الدعوى بالآثار (۲۷۵/۴)]

- (ابن قدامہؒ) فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی ہیں جن کے حکومتی وظائف نہ ہوں۔ (۱)
- (مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اس سے مراد جہاد اور رباط کی جگہیں ہیں (البتہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مجاہد فقیر ہو تب زکوٰۃ کا مستحق ہے بصورت دیگر نہیں)۔ (۲)
- (شافعیہ، حنابلہؒ) اس سے مراد ایسے قتال کرنے والے لوگ ہیں جن کے پاس اس قدر مال نہ ہو جو انہیں کافی ہو سکے نیز سرحدوں میں مورچہ زن ہونا بھی اس میں شامل ہے۔ (۳)
- (ابوحنیفہؒ) فی سبیل اللہ کی تفسیر غازی و مجاہد ہے۔ (۴)
- (ڈاکٹر یوسف قرضاوی) آیت مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ (۵)
- (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)
- (ڈاکٹر وہبہ زحیلی) فی سبیل اللہ سے مراد ایسے مجاہدین ہیں جن کا فوج کے وظائف میں حق مقرر نہیں۔ (۷)
- (سعودی مجلس افتاء) فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ (۸)

کیا حج و عمرہ فی سبیل اللہ میں شامل ہے؟

(۱) حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿لَمَّا حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَجَّةَ الْوِدَاعِ وَكَانَ لَنَا حَمَلٌ فَحَمَلَهُ أَبُو مُعْقِلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ أَصَابَنَا مَرَضٌ وَ هَلَكَ أَبُو مُعْقِلٍ وَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَجِّهِ جِئْتُهُ فَقَالَ: يَا أُمُّ مُعْقِلٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَخْرُجِي مَعَنَا؟ قَالَتْ: لَقَدْ تَهَيَّأْنَا فَهَلَكَ أَبُو مُعْقِلٍ وَ كَانَ لَنَا حَمَلٌ هُوَ الَّذِي نَحْمِلُ عَلَيْهِ فَأَوْصَى بِهِ أَبُو مُعْقِلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ: فَهَلَّا خَرَجْتَ عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ الْحَجَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.....﴾

”جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جسے ابو معقل رضی اللہ عنہ نے اللہ کی

(۱) [العمدة (ص/۱۱۳)]

(۲) [بداية المجتهد (۳۲۵/۱)]

(۳) [فقه الزكاة (۶۴۱/۱)]

(۴) [كتاب الأموال (۶۱۱/۱)]

(۵) [فقه الزكاة (۶۵۷/۲)]

(۶) [أيضاً]

(۷) [الفقه الإسلامي وأدلته (۸۷۴/۲)]

(۸) [أبحاث هيئة كبار العلماء (۶۱۱-۹۷)]

راہ میں وقف کر دیا تھا، ہم (اس کے بعد) بیمار ہو گئے اور ابو معقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ حج کے لیے روانہ ہو گئے، پھر جب آپ اپنے حج سے فارغ ہو (کرواپس پلٹ) آئے تو میں آپ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام معقل! تجھے ہمارے ساتھ (حج کے لیے) نکلنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے تیاری کی تھی (لیکن میں نہ نکل سکی اور ابو معقل آپ کے ساتھ نکل گیا) اور پھر (حج سے واپسی پر) ابو معقل فوت ہو گیا۔ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا، اسی پر ہم حج کیا کرتے تھے لیکن ابو معقل نے اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس پر کیوں (حج کے لیے) نہ نکل بے شک حج اللہ کے راستے میں سے ہی ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

”حج اور عمرہ اللہ کی راہ میں سے ہی ہے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ امْرَأَةٍ أَوْصَتْ بِثَلَاثِينَ دِرْهَمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقِيلَ لَهَا: اتَّحِلُّ فِي الْحَجِّ؟ فَقَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

”اُن سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس نے تیس درہم اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں، دریافت یہ کیا گیا کہ کیا وہ انہیں حج میں صرف کر سکتی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، بلاشبہ حج اللہ کی راہ میں ہی ہے۔“ (۳)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يُعْطِيَ الرَّجُلُ مِنْ زَكَاةٍ مَالِهِ فِي الْحَجِّ وَأَنْ يُعْتَقَ مِنْهُ الرِّقَبَةُ ﴾

”وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ حج کے لیے دے یا اس سے غلام

(۱) [صحیح: صحیح ابوداؤد (۱۷۵۲) کتاب المناسک: باب العمرة، ابوداؤد (۱۹۸۹) ابن حزمہ (۲۳۷۶)]

(۲) [صحیح: إرواء الغلیل (۸۶۹) احمد (۲۲۱/۴)، حاکم (۴۰۵/۶)، طہالسی (۲۰۲/۱) شیخ البانی] فرماتے ہیں کہ یہ روایت عمرہ کے لفظ کے ساتھ شاذ ہے اس کے بغیر صحیح ہے۔ امام حاکم نے اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

(۳) [أبو عیید فی الأموال (۱۹۷۶) حافظ ابن حجر نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ [فتح الباری (۲۵۸/۳)]

آزاد کر دے۔“ (۱)

(5) حضرت ابوالاس خزامی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿حَمَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ﴾

”نبی کریم ﷺ نے ہمیں زکوٰۃ کے اُذنوں پر سوار کر کے حج کرایا۔“ (۲)

(6) امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ فِي الْحَجِّ لِأَنَّهُ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: الْحَجُّ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”حج کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے کیونکہ حج اللہ کی راہ میں سے ہی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے

فرمایا تھا کہ حج اللہ کی راہ میں سے ہی ہے۔“ (۳)

(شوکانیؒ) مذکورہ بالا ابتدائی احادیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ

”فی سبیل اللہ“ کی مد میں حج اور عمرہ بھی شامل ہے۔ جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کوئی مال وقف کر رکھا

ہے وہ اپنے اُس مال سے حاجی اور معتمر کا سامان تیار کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی سواری وقف کی ہو تو اس پر

حاجی اور معتمر کو سوار کر سکتا ہے۔ (۴)

انہوں نے اُن احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں حج کے ساتھ عمرہ کا بھی ذکر ہے لیکن چونکہ عمرہ والی

روایت شاذ ہے اس لیے صرف حج کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا، عمرہ کے لیے نہیں۔

(ابن کثیرؒ) ”فی سبیل اللہ“ میں وہ مجاہد شامل ہیں جن کا حکومت کی طرف سے کوئی وظیفہ مقرر نہیں اور امام احمدؒ،

امام حسنؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک حدیث (جو نمبر ایک پر بیان کی گئی ہے) کی وجہ سے حج بھی فی سبیل اللہ

میں شامل ہے۔ (۵)

(۱) [جہاد: إرواء الغلیل (۳۷۷/۳) ابن ابی شیبہ (۴۱/۴) أبو عیبد فی الأموال (۱۷۸۴) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں

کہ اس کی سند جید ہے اور اسے امام بخاریؒ نے تعلیقاً بھی ذکر فرمایا ہے۔]

(۲) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث ۱۴۶۸) کتاب الزکوٰۃ: باب قول اللہ تعالیٰ: وفی الرقاب والغارمین وفی

سبیل اللہ، صحیح ابن خزيمة، موصولاً (۲۳۷۷) شیخ البانیؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ [کما فی

الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۲۰/۳)]

(۳) [کما فی إرواء الغلیل (۳۷۶/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۱۳۳/۳)]

(۵) [تفسیر ابن کثیر، بتحقیق عبد الرزاق مہدی (۴۰۳/۳)]

- (ابن تیمیہ) جس نے فریضہ حج ادا نہیں کیا وہ فقیر ہے، اسے اتنی رقم دی جاسکتی ہے جس سے وہ حج کر لے۔ (۱)
 (البانی) ”مصارف زکوٰۃ کی آیت میں ”سبیل اللہ“ سے مراد جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (۲)
 کیا ہسپتال، مدارس یا مساجد وغیرہ کا خرچ فی سبیل اللہ میں شامل ہے؟

اگرچہ بعض علماء اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ ”فی سبیل اللہ“ کی مد میں تمام امور خیر شامل ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن خانؒ نے ”فی سبیل اللہ“ کی تفسیر میں کہا ہے کہ

”یہاں سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا بہت بڑا راستہ ہے۔ لیکن اس بات کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ سبیل اللہ صرف اسی عمل کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ ہر وہ نیک جگہ مراد ہے جو طریق الی اللہ کے متعلق ہو۔ آیت کے لغوی معانی بھی یہی ہیں، جن کی واقفیت ضروری ہے اور سبیل اللہ میں ان علماء پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جو مسلمانوں کے دینی مصلحتوں کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ یقیناً اللہ کے مال میں ان کے لیے حصہ ہے بلکہ یہ جہت سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور دین کو سنبھالے ہوئے ہیں اور ان ہی کی مساعی جہیلہ کی بدولت شریعت اسلامیہ محفوظ و مامون ہے اور بے شک علماء صحابہ کرام بھی اس مال سے اپنی حاجات کے مطابق عطایا لیا کرتے تھے۔“ (۳)

اسی طرح امام شوکانیؒ نے اپنی ایک کتاب ”وہب الغمام“ میں فرمایا ہے کہ

”فی سبیل اللہ کی مد میں علمائے دین کے مصارف میں خرچ کرنا بھی شامل ہے کیونکہ ان کے لیے اللہ کے مال میں حصہ ہے خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر بلکہ اس جہت میں خرچ کرنا اہم امور میں سے ہے اور بلاشبہ علمائے صحابہ بھی اپنی ضروریات کے لیے زکوٰۃ کے اموال سے عطایا لیا کرتے تھے۔“ (۴)

لیکن برحق موقف یہ ہے کہ ”فی سبیل اللہ“ کی مد میں صرف جہاد اور حج ہی شامل ہے جیسا کہ گزشتہ عنوانات کے تحت اس موقف کی مدلل وضاحت کر دی گئی ہے۔

(البانی) جہاں تک مجھے علم ہے آیت مصارف کی تفسیر اس معنی میں کہ اس میں جملہ اعمال خیر شامل ہوں سلف میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں۔ اگرچہ نواب صدیق حسن خانؒ ”الروضۃ الندیۃ“ میں اس کی طرف مائل ہوئے ہیں لیکن ان کی بات مردود ہے اور اگر معاملہ اسی طرح ہوتا تو پھر آیت کریمہ میں زکوٰۃ کو صرف آٹھ

(۱) [الاختیارات الفقہیۃ لابن تیمیہ، و فی تمام العنة (ص / ۳۸۱)]

(۲) [السلسلة الصحيحة (تحت الحديث / ۲۶۸۱)]

(۳) [الروضۃ الندیۃ (۱/ ۵۰۱)]

(۴) [کما فی دلیل الطالب (ص / ۴۳۲)]

مصارف میں محدود کرنے کا کوئی فائدہ ہی باقی نہیں رہتا۔ (۱)

(ابوعبیدؓ) میت کا قرض ادا کرنا (یہ ثابت ہے۔ راقم) اس کے کفن کے لیے خرچ مہیا کرنا، مساجد کی تعمیر، نہروں کی کھدائی اور ان کے مشابہ نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا، امام سفیانؒ اور اہل عراق و دیگر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کفایت نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ امور آٹھ مصارف میں شامل نہیں۔ (۲)

لہذا ثابت ہوا کہ مدارس و یتیم خانوں کی تعمیر یا دیگر امور خیر مثلاً مساجد و مدارس کی کھدائی، پلوں کی تعمیر، ہسپتالوں کا قیام، علماء کے اخراجات وغیرہ وغیرہ کے لیے زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(شیخ صالح بن فوزان) آیت میں مذکور آٹھوں مصارف کے علاوہ دیگر امور خیر مثلاً مساجد و مدارس کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔ (۴)

(سعودی مجلس افتاء) مساجد، ہسپتال اور دینی اداروں کی تعمیر کے لیے زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں۔ (۵)

(ابن بازؒ) تمام علماء کے ہاں یہ بات معروف ہے اور جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے اور اولین سلف صالحین سے یہ بات اجماع کی مانند ثابت ہے کہ زکوٰۃ کا مال مساجد کی تعمیر اور کتب کی خرید وغیرہ جیسے کاموں میں صرف نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یہ مال صرف ان آٹھ مصارف میں ہی صرف کیا جائے گا جن کا ذکر سورہ توبہ کی آیت میں ہے۔ (۶)

(شیخ ابن عثیمینؒ) مساجد کی تعمیر وغیرہ جیسے کاموں کے لیے زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں۔ (۷)

تاہم اگر مدارس کے طلباء یا مدرسین فقرا و مساکین میں شمار ہوتے ہوں تو پھر ان کے لیے زکوٰۃ کے مال سے بھی عطایا نکالے جاسکتے ہیں، اسی طرح اگر تعلیم کا مقصد کسی نہ کسی طریقے سے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت ہو تو بھی یہ لوگ زکوٰۃ کے مستحق قرار پائیں گے۔ ایک مقام پر سعودی مجلس افتاء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ (۸)

(۱) [تمام المنة (ص ۳۸۲)]

(۲) [الأموال (فقرة: ۱۹۷۹)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۱۲۵/۴)]

(۴) [الملخص الفقہی للدكتور صالح بن فوزان (۳۶۰/۱)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۹/۱۰)]

(۶) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۲۹۴/۱۴)]

(۷) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۳۴۹/۱۸)]

(۸) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۱/۱۰)]

۵ ابن سبیل

ابن سبیل کا مطلب ہے راستے کا بیٹا، اس سے مراد مسافر ہے۔ یعنی اگر کوئی مسافر دورانِ سفر امداد کا مستحق ہو گیا ہو تو خواہ وہ اپنے گھریلو وطن میں صاحبِ حیثیت ہی کیوں نہ ہو، زکوٰۃ کی رقم سے اس کی امداد کی جائے گی۔ (۱)

(قرطبی) ابن سبیل سے مراد ایسا مسافر ہے جس سے دورانِ سفر اپنے شہر، اپنے مقام اور اپنے مال تک پہنچنے کے ذرائع و اسباب منقطع ہو گئے ہوں تو اسے زکوٰۃ کے مال سے دیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے شہر میں غنی ہی کیوں نہ ہو۔ (۲)

(ابن کثیر) ابن سبیل وہ مسافر ہے جو کسی شہر میں راستہ عبور کرنے والا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کے ذریعہ وہ اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہو تو اسے صدقات سے اتنا مال دیا جائے گا جو اسے اس کے شہر تک پہنچنے کے لیے کافی ہو اگرچہ وہ مالدار ہی ہو۔

یہی حکم اُس شخص کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو لیکن اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اسے زکوٰۃ کے مال سے اتنا دیا جائے گا جو اس کی آمد و رفت کے لیے کافی ہو۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے اور وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”صدقہ کسی غنی کے لیے جائز نہیں سوائے پانچ کے.....“ (۳)

(جمہور، مالک، احمد) جو مسافر زکوٰۃ کا مستحق ہے اس سے مراد وہ مسافر ہے جو کسی شہر میں راستہ عبور کرنے والا ہو، وہ مراد نہیں ہے جو اپنے شہر سے سفر شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

(شافعی) فرماتے ہیں کہ سفر شروع کرنے والا بھی ابن سبیل میں شامل ہے۔ (۴)

(راجح) امام مالک وغیرہ کا موقف رائج ہے کیونکہ ابن سبیل سے تو یہی مراد ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی ضروری حاجت کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے تو اسے فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(۱) [نبیل الأوطار (۱۳۱/۳-۱۳۲) السیل الحرار (۶۰/۲) فقہ الزکاة (۶۷۰/۲)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۱۷۲/۸)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۴۰۳/۳)]

(۴) [الشرح الكبير مع المغنی (۷۰۲/۲) المجموع (۲۱۴/۶) نہایة المحتاج (۱۵۶/۶) فقہ السنة

مسافر ہونے کی وجہ سے نہیں۔

(شیخ حسین بن عودہ) انہوں نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔ (۱)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

ابن سبیل کو عطا کرنے کے قرآنی متعدد احکامات

(۱) ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَ

الْمَسَاكِينِ وَأَبْنَى السَّبِيلِ﴾ [البقرة: ۲۱۵]

”آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔“

(۲) ﴿وَأَتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَأَبْنَى السَّبِيلِ وَالسَّالِفِينَ﴾

[البقرة: ۱۷۷]

”(نیک وہ ہے) جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو عطا کرے۔“

(۳) ﴿وَاغْلِظُوا لِلَّهِ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ

الْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَأَبْنَى السَّبِيلِ﴾

[النساء: ۳۶]

”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار ہمسایہ، اجنبی ہمسایہ، پہلو کے ساتھی اور راہ کے مسافر سے بھی حسن سلوک سے پیش آؤ۔“

(۴) ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ

الْمَسَاكِينِ وَأَبْنَى السَّبِيلِ﴾ [الأنفال: ۴۱]

”جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔“

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/۲۱۳)]

(۲) [فقه الزكاة (۶/۶۶۲)]

(5) ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ تَبْلِيغًا﴾ [الإسراء: ۲۶]

”رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔“

(6) ﴿قَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ﴾ [الروم: ۳۸]

”قربت دار، مسکین اور مسافر (ہر ایک) کو اس کا حق ادا کرو۔“

(7) ﴿مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ

الْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ [الحشر: ۷]

”بیتوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے، وہ اللہ کا ہے اور

رسول کا اور قربت داروں کا اور یتیموں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔“

کیا مسافر کی بات بلا حجت تسلیم کر لی جائے گی؟

مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آئے اور وہ کہے کہ میں مسافر ہوں اور مجھے اپنے سفر کی تکمیل کے لیے اخراجات کی

ضرورت ہے تو کیا اس کی یہ بات تسلیم کر لی جائے گی یا اس سے اس کا کوئی ثبوت بھی طلب کیا جائے گا؟

(قرطبی) دین کے متعلق تو ضروری ہے کہ وہ اسے ثابت کرے البتہ دیگر صفات کے متعلق اس کا ظاہری حال ہی

گواہ اور کافی ہے۔ (۱)

اس کی دلیل حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي صَدْرِ النَّهَارِ، قَالَ: فَحَافَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُحْتَابِي النَّمَارِ أَوْ

الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَتُهُمْ مِنْ مُضَرٍّ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرٍّ، فْتَمَعَرَوْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِمَا رَأَى

بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِأَلَا فَاذَنْ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا

رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَىٰ آخِرِ الْآيَةِ "إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَحِيمًا" وَالآيَةُ الَّتِي فِي

الْحُسْبِ "اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْتَرْقِ نَفْسٌ مَا قَلَّمَتْ لِغَيْدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ" تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ

مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعٍ بُرٍّ مِنْ صَاعٍ تَمْرِهِ حَتَّىٰ قَالَ وَلَوْ يَشِقُّ تَمْرُهُ قَالَ: فَحَافَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ

كَادَتْ كَفَّهُ تَمَعَّرَتْ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَحَزَتْ قَالَ: ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّىٰ رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَتِيَابَ

جَنِّي رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُدْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ ﴿١﴾

”دن کے ابتدائی حصے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ کچھ لوگ آئے جو ننگے پیر، ننگے بدن، گلے میں چمڑے کی چادریں پہنے ہوئے اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے، اکثر بلکہ سب ان میں قبیلہ معمر کے لوگ تھے۔ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تبدیل ہو گیا۔ آپ ﷺ اندر گئے پھر باہر آئے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اذان کہو۔ پھر تکبیر کہی اور نماز پڑھی اور خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی ”اے لوگو! اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے بنایا..... آخر آیت تک۔“ پھر سورہ حشر کی یہ آیت پڑھی ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور غور کرو کہ تم نے اپنی جانوں کے لیے آگے کیا بھیجا ہے جو کل کام آئے گا۔“

(پھر لوگ صدقات لانا شروع ہو گئے) کسی نے دینار صدقہ کیا، کسی نے درہم دیا، کسی نے کپڑے کسی نے ایک صاع گندم اور کسی نے ایک صاع کھجور دی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا، کھجور کی ایک گٹھلی بھی ہو (وہ بھی دو)۔ پھر انصار میں سے ایک شخص قحطی لایا کہ اس کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا۔ پھر تو لوگوں نے تانا باندا لیا حتیٰ کہ میں نے خوراک اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے (اتنے صدقات جمع ہو گئے) حتیٰ کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا تھا گویا کہ سونے کا ہو گیا ہو جیسے کندن۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اسلام میں نیک کام کی ابتداء کرے اس کے لیے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب کم ہو اور جس نے اسلام میں آ کر برا کام شروع کیا تو اس پر اس کے اپنے عمل کا بھی بوجھ ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب کم ہو۔“ (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دین کے علاوہ باقی صفات میں ظاہری حال پر ہی استغناء کرنا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی صرف ظاہری حال پر ہی استغناء کیا اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ ﷺ نے ان سے نہ تو کوئی دلیل طلب کی اور نہ ہی ان سے یہ پوچھا کہ ان کے پاس مال ہے یا نہیں۔

اس کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کی

(۱) [مسلم (۱۰۱۷) کتاب الزکوٰۃ: باب الحث علی الصلقة ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ، نسائی (۷۵/۵)]

آزمائش کرنے کا ارادہ فرمایا..... (اس کے آخر میں ہے کہ) پھر فرشتہ اندھے کے پاس اپنی پہلی صورت میں آیا اور اس نے کہا:

﴿رَجُلٌ مُسْكِينٌ وَابْنٌ سَبِيلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِهِ الْجَبَالُ فِي سَفَرِهِ، فَلَا بَلَاعَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْئَلُكَ بِاللَّهِ رِزْقَ عَلَيْكَ بَصْرَكَ شَاءَ أَتَبْلُغَ بِهَا فِي سَفَرِي﴾

”میں مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان و اسباب ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں۔ میں تم سے اس ذات کے واسطے سے جس نے تمہیں تمہاری بصارت واپس دی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے اپنا سفر پورا کر سکوں۔“

اندھے نے جواب میں کہا کہ یقیناً میں ایک اندھا آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بصارت عطا فرمائی اور واقعتاً میں فقیر و مسکین تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہتے ہو لے سکتے ہو اللہ کی قسم! آج میں تمہیں اس چیز سے نہیں روکوں گا جسے تم اللہ کے لیے لینا چاہو گے۔ (۱)

اس حدیث میں محل استنباد یہ ہے کہ جب فرشتہ اس کی پہلی صورت میں آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں اور ایک بکری چاہتا ہوں تو اندھے نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ تم مسافر ہو پھر میں تمہیں عطا کروں گا۔

کیا زکوٰۃ آٹھوں مصارف میں صرف کرنا ضروری ہے؟

یہ ضروری نہیں بلکہ ان مصارف میں سے کسی ایک مصرف میں بھی (جس میں زیادہ ضرورت ہو) زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے حتیٰ کہ کسی ایک انسان کو دینا بھی جائز و درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیر، امام حسن، امام خمینی، امام عطاء، امام ثورنی، امام ابو عبیدہ وغیرہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۲)

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ قُرْدٌ عَلَى فَقَرَائِهِمْ﴾

(۱) [بخاری (۳۴۶۴) کتب احادیث الانبیاء: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، مسلم (۲۹۶۴) کتاب الزہد والرفاق: باب 'ابن حبان (۳۱۴) بیہقی (۲۱۹/۷) تحفة الأشراف (۱۳۶۰۲)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۱۲۸/۴)]

”زکوٰۃ ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔“ (۱)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے منجملہ فقراء کو ہی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور وہ صرف ایک ہی

مصرف و صنف ہیں۔

(ابن قدامہؒ) آٹھ اصناف میں سے کسی ایک صنف میں بلکہ صرف ایک شخص کو عطا کرنا بھی کافی ہے۔ (۲)
(شیخ حسین بن عودہ) تمام مصارف میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا واجب نہیں کیونکہ آیت میں (مختلف) اصناف کا ذکر (محض ہر) مصرف کے بیان کے لیے ہے اس لیے نہیں کہ ان تمام میں صرف کرنا واجب ہے۔ (۳)
(سعودی مجلس افتاء) آٹھوں مصارف میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ کا مال دے دینا جائز ہے۔ (۴)
تاہم فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(شافعیؒ) مال زکوٰۃ تمام مصارف میں صرف کرنا لازم ہے۔
(مالکؒ) اسی پر صرف کیا جائے جو ان میں زیادہ محتاج و ضرورت مند ہو۔
(احمدؒ، ابو حنیفہؒ) کسی ایک مصرف میں صرف کرنا بھی جائز ہے۔ (۵)

اگر کسی آدمی میں استحقاق زکوٰۃ کے ایک سے زیادہ سبب ہوں

(ابن قدامہؒ) اگر ایک آدمی میں زکوٰۃ لینے کے کئی اسباب موجود ہوں تو ان اسباب کی وجہ سے اسے عطا کرنا جائز ہے۔ پس فقیر عامل کے لیے درست ہے کہ وہ اپنی تنخواہ وصول کرے اور اگر وہ اسے کفایت نہ کرتی ہو تو وہ اتنا مال (مزید) وصول کر لے جتنا اُسے کفایت کرتا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی مجاہد ہو تو اس کے لیے اتنا مال لینا جائز ہے جو اس کے غزوے کے لیے کافی ہو اور اگر وہ مقروض بھی ہو تو اپنے قرض کے برابر (مزید بھی) لے سکتا ہے کیونکہ ان اسباب میں سے ہر ایک سبب اپنا الگ حکم ثابت کرتا ہے اور کسی دوسرے سبب کا وجود اس (پہلے سبب) کے حکم

(۱) [بخاری (۱۳۹۵) کتاب الزکاة : باب وجوب الزکاة ، مسلم (۱۹) أبو داود (۱۵۴۸) ترمذی

(۶۲۱)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۱۲۷/۴)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۲۲/۳)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۵۱/۱۰)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۳۴/۳) المغنی (۱۲۸/۴) الأم (۷۱/۲) نہایۃ المحتاج (۱۶۴/۶) حلیۃ العلماء فی معرفۃ

مذاهب الفقہاء (۱۶۲/۳) بدائع الصنائع (۴۵/۲) الأصل (۱۷۲/۲) الإنصاف فی معرفۃ الراجع من

الخلافا (۲۴۸/۳)]

کے ثبوت کے لیے رکاوٹ نہیں جیسے اس کے وجود کے لیے رکاوٹ نہیں۔ (۱)

ہر جگہ کے اغنیاء کی زکوٰۃ وہیں کے فقراء پر صرف کی جائے

(۱) جس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ

﴿تَوَخَّذْ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتَرُدَّ عَلَىٰ فَقَرَائِهِمْ﴾

”(زکوٰۃ) ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿قَدِمَ عَلَيْنَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَائِنَا فَحَمَلَهَا فِي فَقَرَائِنَا، وَكُنْتُ عَلَامًا يَبِينًا فَأَعْطَانِي مِنْهَا قَلْوَصًا﴾

”ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص آیا تو اس نے ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے فقراء میں تقسیم کر دی۔ میں ایک یتیم بچہ تھا تو اس نے زکوٰۃ کے مال سے مجھے ایک جوان اُونٹنی دے دی۔“ (۳)

(۳) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّهُ اسْتُعْجِلَ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ: أَيْنَ الْمَالُ؟ قَالَ: وَلِلْمَالِ أُرْسَلْتَنِي؟ أَخَذَنَاهُ مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَأْخُذُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَوَضَعْنَاهُ حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهُ﴾

”انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا گیا۔ جب وہ واپس آئے تو انہیں کہا گیا مال کہاں ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا، کیا مال کے لیے آپ نے مجھے روانہ کیا تھا؟ ہم نے وہاں سے مال وصول کیا جہاں سے عہد رسالت میں وصول کیا کرتے تھے اور وہیں تقسیم کر دیا جہاں پر اسے (عہد رسالت میں) تقسیم کیا کرتے تھے۔“ (۴)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۵۱۸/۲)]

(۲) [بخاری (۱۴۵۸) کتاب الزکوٰۃ: باب لا توخذ کرائم أموال الناس فی الصدقة، مسلم (۱۹) أبو داود

(۱۵۸۴) ترمذی (۲۶۵) نسائی (۲۴۳۵) ابن ماجہ (۱۷۸۳)]

(۳) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۹۹) کتاب الزکوٰۃ: باب ما جاء أن الصدقة تؤخذ من الأغنياء فتد على الفقراء، ترمذی

(۶۴۹) ابن خزيمة (۲۶۳۲)] شیخ محمد صبیح حسن حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی الروضة الندية (۴۹۱/۱)]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۶۷) کتاب الزکوٰۃ: باب ما جاء فی عمال الصدقة، صحیح أبو داود

(۱۴۳۱) کتاب الزکوٰۃ: باب فی الزکوٰۃ تحمل من بلد إلى بلد، أبو داود (۱۶۲۵) ابن ماجہ (۱۸۱۱)]

(جمہور، مالک، شافعی، ثوری) جس شہر سے زکوٰۃ وصول کی گئی ہے اس کے علاوہ کسی اور شہر میں اسے صرف کرنا جائز نہیں۔

(احناف) ایسا کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ (۱)

(راجع) ضرورت اور مصلحت کے وقت کسی دوسرے شہر میں بھی مالی زکوٰۃ صرف کیا جاسکتا ہے (البتہ عام حالات میں بہتر یہی ہے کہ جس علاقے سے زکوٰۃ وصول کی جائے اسی علاقے کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے جیسا کہ گذشتہ دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے)۔ (۲)

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ

((بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتَرْدُ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا))

”باب“ اس بیان میں کہ مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے اور فقراء پر خرچ کر دی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔“

اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے ”تُؤْخَذُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ فَتُرَدُّ عَلَى الْفُقَرَاءِ“ (۳)

غالباً امام بخاریؒ نے ”فقراء“ کی ضمیر کو تمام مسلمانوں کی طرف لٹایا ہے۔

(ابن مزیر) امام بخاریؒ نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ جس شہر سے زکوٰۃ وصول کی گئی ہے اس سے (کسی اور شہر کی طرف) زکوٰۃ کے مال کو منتقل کرنا جائز ہے۔ (ان کے نزدیک) اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ”زکوٰۃ کو ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا“ کا عموم ہے۔ کیونکہ اس میں ضمیر (تمام) مسلمانوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔ لہذا ان میں سے جو بھی فقیر ہوگا اسے زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ (۴)

علاوہ ازیں اس موقف کی دلیل وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن سے اہل مدینہ کے لیے زکوٰۃ وصول کی جیسا کہ اس میں یہ لفظ ہیں:

”طاؤس“ نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ

(۱) [الأم (۹۱/۲) المغنی (۱۳/۱۴) المبسوط (۱۸/۳) الاختیار (۱۲۲/۱) نیل الأوطار (۱۱۰/۳) تحفة

الأحوذی (۳۵۴/۳)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳۵۵/۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۹۶) کتاب الزکاة]

(۴) [فتح الباری (۳۵۷/۳)]

سامان واسباب یعنی دھاری دار چادریں یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لیے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے لیے بھی بہتری ہوگی۔“ (۱)

(ابن تیمیہ) کسی شرعی مصلحت کی وجہ سے زکوٰۃ کو منتقل کرنا بھی جائز ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کو آٹھوں مصارف میں صرف کرنا واجب ہے اگر وہ موجود ہوں اور اگر (سب موجود) نہ ہوں تو ان میں سے جو بھی موجود ہو اسی میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جائے اور جہاں کہیں بھی یہ مصارف ہوں وہیں زکوٰۃ کو منتقل کرنا واجب ہے۔ (۲)

(ابن قدامہ) اگر کوئی زکوٰۃ کو (کسی دوسرے شہر) منتقل کر دے تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اسے کفایت کر جائے گی۔ (۳)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ”البانیؒ“ سے (زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے) جواز کی دلیل دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جس میں زکوٰۃ منتقل کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ (۴)

(ابن جریرؒ) کسی مصلحت کے تحت زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھی منتقل کی جاسکتی ہے۔ (۵)

(شیخ صالح بن فوزان) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(ڈاکٹر عائض القرنی) اصل تو یہ ہے کہ اسی شہر کے فقراء پر زکوٰۃ کا مال تقسیم کیا جائے لیکن بوقت ضرورت کسی دوسرے شہر منتقل کرنا بھی جائز ہے۔ (۷)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۸)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۹)

(۱) [بخاری (قبل الحديث / ۱۴۴۸) کتاب الزکاة : باب العرض فی الزکاة]

(۲) [الاحتیارات الفقہیہ (ص / ۹۹-۱۰۴) مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۸۵/۲۵)]

(۳) [المغنی لابن قدامہ (۵۳۱/۲)]

(۴) [الموسوعة الفقہیة المیسرة (۱/۳۱۱)]

(۵) [فتاوی اسلامیة (۶۵/۲)]

(۶) [الملخص الفقہی للدکتور صالح بن فوزان (۳۵۷/۱)]

(۷) [فقہ الدلیل للدکتور عائض القرنی (ص / ۲۰۶)]

(۸) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۴۱۷/۹)]

(۹) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۳۱۴/۱۸)]

کیا کسی کو شادی کے لیے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) یہ جائز ہے جبکہ وہ شخص جو شادی کا خواہش مند ہے اتنا مال نہ رکھتا ہو جتنا عرف عام میں بغیر کسی اسراف کے شادی کے اخراجات کے لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ (۱)
(شیخ ابن عثیمینؒ) انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ (۲)

کیا قرآن کی طباعت کے لیے زکوٰۃ کا مال صرف کیا جاسکتا ہے؟

(ابن بازؒ) قرآن کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ کا مال اس مشروع کام کے لیے صرف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فرمان میں مذکور مصارف میں سے نہیں ہے۔ (۳)



(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۷/۱۰)]

(۲) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۳۵۱/۱۸)]

(۳) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۲۹۹/۱۴)]

جن پر زکوٰۃ حرام ہے

باب من تحرم علیہ الزکاة

کافر و مرتد پر زکوٰۃ حرام ہے

کیونکہ جس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ ﴿تَوَحَّدُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ فَتَرُدُّ عَلَىٰ فَقَرَائِهِمْ﴾

”(زکوٰۃ) ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔“ (۱)

یعنی مسلمانوں کے اغنیاء سے وصول کر کے مسلمانوں کے ہی فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔

(ابن قدامہؒ) ہمیں اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ زکوٰۃ کافر کو نہیں دی جائے گی اور نہ ہی غلام کو۔ (۲)

(ابن منذرؒ) اہل علم میں سے وہ تمام حضرات جن کے متعلق ہمیں یاد ہے اُن کا اجماع ہے کہ بلاشبہ ذمی کو اموال زکوٰۃ سے کچھ نہیں دیا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”انہیں بتانا کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے جو ان کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔“ پس آپ ﷺ نے ان (مسلمانوں) کے فقراء کو زکوٰۃ صرف کرنے کے لیے خاص کیا ہے جیسے ان کے اغنیاء کو وجوب زکوٰۃ کے لیے خاص کیا ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) وہ آیت جو مصارف زکوٰۃ پر مشتمل ہے مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے اُس میں کوئی کافر داخل نہیں۔ (۴)

(سعودی مجلس افتاء) تالیف قلب کے علاوہ غیر مسلموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں۔ (۵)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ

کفار کو اموال اور پھلوں کی زکوٰۃ سے اور صدقہ فطر سے عطا کرنا جائز نہیں خواہ وہ فقراء، مسافرا اور مقروض ہی

(۱) [بخاری (۱۴۵۸) کتاب الزکاة : باب لا توخذ کرائم أموال الناس فی الصدقة، مسلم (۱۹) أبو داود

(۱۵۸۴) ترمذی (۲۶۵) نسائی (۲۴۳۵) ابن ماجہ (۱۷۸۳)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۵۱۷/۲)]

(۳) [ایضاً]

(۴) [السیل الحرار (۸۱۰/۱)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۸/۱۰)]

کیوں نہ ہوں اور جو انہیں عطا کرے گا اسے زکوٰۃ کفایت نہیں کرے گی۔ (۱)

(شیخ ابن باز) جمہور علماء کے قول کے مطابق زکوٰۃ نہ تو کسی ذی کو دی جائے گی اور ہی اس کے علاوہ دیگر کفار کو۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ ایسا کافر جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والا ہے

اسے زکوٰۃ سے کچھ نہیں دیا جائے گا اور اس اجماع کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا بِغَيْرِكُمْ ۖ وَأَخْرَجُكُمْ أَن تَوَلَّوهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [الممتحنة : ۹]

”اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں

کیں اور تمہیں دیس نکالے دیئے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ

(قطعاً) ظالم ہیں۔“

..... اس کی مثل ہی ملد ہے جو جو دِ باری تعالیٰ کا منکر ہے اور نبوت و آخرت کا انکار ہے..... اسے بھی اہل

دین کے اموال سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح مرتد اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکل جانے والے کا حکم ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں تو

وہ زندہ رہنے کا ہی مستحق نہیں اور یقیناً اس نے دین سے مرتد ہو کر خیانتِ عظمیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ (۴)

□ واضح رہے کہ وہ کفار جنہیں تالیفِ قلب کے لیے دیا جاتا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ باب

میں اس کا تفصیلی ذکر مکرر چکا ہے۔

کفار کے لیے نفلی صدقات کا حکم

ایسے کافر جو مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچاتے اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کا تعاون کرتے ہیں

ان پر نفلی صدقات سے خرچ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی تعریف میں یہ

کلمات ارشاد فرمائے ہیں:

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۹/۱۰)]

(۲) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۳۱۷/۱۴)]

(۳) [مجموع الفتاویٰ لابن عثیمین (۴۳۳/۱۸)]

(۴) [فقہ الزکاة (۷۰۲/۲)]

﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ [الإنسان : ۸]

”وہ لوگ اس (اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔“

اور اس وقت قیدی مشرک تھے جیسا کہ حضرت حسنؓ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ (۱)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے (مشرک) قیدیوں کے متعلق صحابہ کرام کو تاکید فرمائی تھی کہ وہ ان کی تکریم کریں تو پھر صحابہ کی یہ حالت تھی کہ وہ قیدیوں کو پہلے کھانا کھلاتے تھے اور خود بعد میں کھاتے تھے۔ (۲)

تفسیر اضواء البیان میں ہے کہ ”اسیر“ یعنی قیدی سے مراد (کفار ہی ہیں کیونکہ اس وقت) مسلمانوں کے پاس کفار کے علاوہ اور کوئی قیدی نہیں تھے۔ (۳)

(ابن عربیؒ) قیدی کو کھانا کھلانے میں بہت بڑا اجر ہے خواہ وہ کافر ہی ہو..... لیکن یہ نفلی صدقے کی بات ہے فرض زکوٰۃ کی نہیں۔ (۴)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنة : ۸]

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بدلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

یہ آیت اس لیے نازل ہوئی تاکہ ان بعض مسلمانوں کے دلوں سے حرج ختم ہو جائے جو اپنے مشرک رشتہ داروں سے نیکی و حسن سلوک کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم ان سے قطع تعلق رہیں گے شاید یہ راہِ راست پر آجائیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ هَذَا هُمُ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُنْفِسْكُمْ، وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ، وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ [البقرة : ۲۷۷]

(۱) [ابن ابی شیبہ (۳۹/۴-۴۰)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۵۸۵/۴)]

(۳) [أضواء البیان (۶۷۵/۸)]

(۴) [تفسیر أحكام القرآن (۲۶۶/۴)]

”انہیں ہدایت پر لاکھڑا کرنا تیرے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور تم جو پہلی چیز اللہ کی راہ میں دو گے اس کا فائدہ خود پاؤ گے۔ تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب کے لیے ہی خرچ کرنا چاہیے، تم جو کچھ مال خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا، اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿قَدِمْتُ عَلَى أُمِّی وَ هِیَ مُشْرِکَةٌ فِی عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ:

إِن أُمِّی قَدِمَتْ وَ هِیَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّی؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِی أُمَّتُکَ﴾

”عہد رسالت میں میری والدہ (قیلہ بنت عبد العزیٰ) جو مشرکہ تھیں، میرے ہاں آئیں۔ میں نے آپ

ﷺ سے دریافت کیا، میری والدہ آئی ہیں اور وہ میرے ساتھ ملاقات کی بہت خواہش مند ہیں، تو کیا میں اپنی

والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔“ (۱)

ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ

﴿تَصَدَّقُوا عَلٰی أَهْلِ الْأَذْيَانِ﴾

”(مختلف) ادیان کے حامل لوگوں پر صدقہ کیا کرو۔“ (۲)

(البانیؒ) فرماتے ہیں کہ امام بیہقیؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ”باب‘ مشرک پر اور ایسے شخص پر جس کا فعل قابل

تعریف نہیں، نفلی صدقہ کرنا (جائز ہے)۔“ یہ نفلی صدقہ کی ہی بات ہے جبکہ فرض زکوٰۃ غیر مسلم کے لیے جائز نہیں

کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث میں ہے کہ ”زکوٰۃ ان (مسلمانوں) کے اغنیاء سے وصول کی جائے

گی اور ان کے فقراء میں ہی تقسیم کر دی جائے گی۔“ (۳)

(سید سابقؒ) کفار کو نفلی صدقات سے عطا کرنا جائز ہے۔ (۴)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۵)

(۱) [بخاری (۲۶۲۰) کتاب الہیۃ: باب الہدیۃ للمشرکین، مسلم (۱۰۰۳) کتاب الزکاة: باب فضل النفقة

والصدقة علی الأقربین والزواج والأولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین، ابو داود (۱۶۶۸) کتاب الزکاة:

باب الصلقة علی أهل الذمة، ابن حبان (۴۵۲) طیالسی (۱۶۴۳) احمد (۲۶۹۸۱)]

(۲) [صحیح: الصحیحۃ (۲۷۶۶) رواہ ابن أبی شیبۃ فی المصنف]

(۳) [کما فی الموسوعة الفقہیۃ المیسرة (۱۲۶/۳)]

(۴) [فقہ السنۃ (۳۶۲/۱)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیۃ والإفتاء (۲۹/۱۰)]

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) مسلمان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اہل ذمہ کے غیر مسلم کو نفلی صدقات سے عطا کرے۔ (۱)
کیا فاسق و فاجر اور بے نماز کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

فاسق و فاجر شخص جب تک دائرۃ اسلام میں داخل ہے اور مسلمانوں کے لیے باعثِ اذیت نہیں، اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کیونکہ جب نافرمانوں اور گناہگاروں سے زکوٰۃ وصول کر لی جاتی ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہونا چاہیے کہ ان پر تقسیم بھی کر دی جائے۔ مزید برآں فاسق اس حدیث کے عموم میں بھی شامل ہے کہ ”زکوٰۃ مسلمانوں کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔“

تاہم یہ یاد رہے کہ کسی ایسے فاسق کو زکوٰۃ نہ دی جائے جس کے متعلق یہ ظن غالب ہو کہ وہ اس مال کے ذریعے کوئی گناہ کا کام ہی کرے گا مثلاً یہ کہ وہ شراب پیتا ہو تو اسے زکوٰۃ دے دی جائے اور وہ زکوٰۃ کے مال سے مزید شراب پی لے اسی طرح جو اکیلنے والے یا نشہ کے عادی کی مثال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اللہ کے مال کے ساتھ گناہ کے کام میں تعاون ہو جائے گا اور یہ شرعاً جائز نہیں۔

(شوکانیؒ) فاسق جملہ مسلمانوں میں سے ہی ہے لہذا اگر وہ آیت میں مذکور اصناف میں سے ایک ہو تو اس سے اس کا حصہ روکنا اس پر ظلم ہے اور کتاب و سنت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو اس سے زکوٰۃ روکنے پر استدلال کے لیے صحیح ہو۔ (۲)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) میرے نزدیک رائج موقف یہ ہے کہ ایسا فاسق جو اپنے فسق و فجور کے ذریعے مسلمانوں کو اذیت نہیں دیتا اسے زکوٰۃ کا مال دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ صالح و مستقیم بھی ہو تو بالا جماع اسے دینا درست ہے۔ لیکن اگر وہ شخص اپنے فسق و فجور کو ظاہر کرنے والا ہو اور اپنی اباحت پر فخر کرنے والا ہو تو اسے اُس وقت تک زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں جب تک وہ سرکشی نہ چھوڑ دے اور اپنی توبہ کا اعلان نہ کر دے۔ بلاشبہ ایمان کے کڑے کو سب سے زیادہ مضبوط کرنے والی چیز ”الحب فی اللہ والبنی فی اللہ“ ہے۔ (۳)
 علاوہ ازیں علماء کے زیادہ صحیح قول کے مطابق بے نماز چونکہ دائرۃ اسلام سے ہی خارج ہے اس لیے اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں حتیٰ کہ وہ توبہ کر کے نماز کی پابندی نہ شروع کر دے۔

(ابن تیمیہؒ) ان سے بدعتی اور بے نماز کو زکوٰۃ دینے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ”انسان کے لیے

(۱) [فقہ الزکاة (۲/۲۰۷)]

(۲) [المسئل الحرار (۱/۸۱)]

(۳) [فقہ الزکاة (۲/۲۰۷)]

زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ فقراء، مساکین اور مقروض وغیرہ جیسے مستحق افراد کو زکوٰۃ دینے کی کوشش کرے جو اہل دین ہوں اور شریعت کے پیروکار ہوں۔ پس جو بدعات اور فسق و فجور کو ظاہر کرے وہ تو سزا کا مستحق ہے کہ اس سے قطع تعلقی برتی جائے اور اس سے توبہ کرائی جائے تو اس کے برخلاف اس کا تعاون کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور بے نماز کے متعلق فرمایا:

جو نماز نہ پڑھتا ہو اسے نماز کا حکم دیا جائے گا، اگر تو وہ کہے کہ میں نماز کی پابندی کروں گا (اور اس کی حفاظت کا وعدہ کرے) تو اسے زکوٰۃ عطا کر دی جائے گی اور اگر وہ ایسا نہ کہے تو اسے نہیں دی جائے گی۔ (۱)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

جو ضرورت مند نماز نہ پڑھتا ہو اسے اُس وقت تک کچھ نہیں دیا جائے گا جب تک وہ توبہ کر کے نماز کی ادائیگی کا پابند نہ ہو جائے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ زکوٰۃ سے کچھ بھی تارک نماز کو عطا کریں۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین) مسلمانوں میں سے جو فاسق و نافرمان ہو اسے زکوٰۃ دینا جائز تو ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جائے جو دین کے اعتبار سے اس سے مضبوط ہو۔

اور جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو تو بلاشبہ تارک نماز کا فرد مرتد ہے اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (۴)

بنو ہاشم اور بنو مطلب پر زکوٰۃ حرام ہے

(۱) حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِأَلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ﴾

”صدقہ (یعنی زکوٰۃ) آل محمد کے لیے جائز ہی نہیں، یہ تو لوگوں کے مال کی میل پچیل ہے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ﴾

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۸۷/۲۵)]

(۲) [الاختیارات الفقہیہ (ص ۶۱)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۱/۱۰)]

(۴) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۴۳۳/۱۸)]

”یہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَمْرَةً مِنْ ثَمَرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: كَيْفَ كَيْفَ، لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا شَعَرْتُ أَنَا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ﴾

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور پکڑ لی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیف کیف“ تاکہ وہ اسے پھینک دیں اور مزید فرمایا: ”کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔“

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ

﴿أَنَا لَا تَجِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ﴾ ”بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔“ (۲)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِنَمْرَةٍ مَسْفُوطَةٍ فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونُ مِنْ صَدَقَةٍ لَا كُلُّهَا﴾

”نبی کریم ﷺ ایک گری پڑی کھجور کے قریب سے گزرے تو فرمایا ”اگر یہ شہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے کی ہو سکتی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔“ (۳)

(4) بھرم بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَى بَشِيءَ سَأَلَ عَنْهُ أَهْدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ، فَإِنْ قِيلَ: صَدَقَةٌ لَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ بَسَطَ يَدَهُ﴾

(۱) [مسلم (۱۶۷، ۱۶۸، ۱۰۷۲) کتاب الزکاة: باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة، أبو داود

(۲۹۸۵) کتاب العراج والإمارة والفسى: باب فى بيان مواضع قسم الخمس وسهم ذى القربى، شرح

معانى الآثار (۷/۲) بیہقی (۳/۷) احمد (۱۶۶/۴) ابن حبان (۴۵۲۷)]

(۲) [بخاری (۱۴۹۱) کتاب الزکاة: باب ما يذکر فی الصدقة للنبي وآله، مسلم (۱۶۱، ۱۰۶۹) کتاب

الزکاة: باب تحريم الزکاة على رسول الله ﷺ وعلى آله وهم بنو هاشم وبنو مطلب، دارمی (۱۶۴۲)

احمد (۹۳۱۹) عبد الرزاق (۶۹۴۰) طيالسی (۲۴۸۲) نسائی فی السنن الکبری (۸۶۴۵/۵) بیہقی

(۲۹۱۷) شرح السنة للبخاری (۱۶۰۵) ابن حبان (۳۲۹۴) ابن أبی شیبہ (۲۱۴/۳)]

(۳) [بخاری (۲۰۵۵) کتاب البيوع: باب ما ينزه من الشبهات، مسلم (۱۰۷۱) کتاب الزکاة: باب تحريم

الزکاة على رسول الله ﷺ وعلى آله وهم بنو هاشم وبنو مطلب، أبو داود (۱۶۵۱) کتاب الزکاة: باب

الصدقة على بنی هاشم، احمد (۱۲۹۱۲) أبو یعلی (۲۹۷۵) ابن حبان (۳۲۹۶) ابن أبی شیبہ

(۲۱۴/۲) بیہقی (۱۹۵/۶)]

”نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تو آپ ﷺ دریافت فرماتے، کیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو پھر اپنا ہاتھ (اسے پکڑنے کے لیے) آگے بڑھاتے۔“ (۱)

(شوکانیؒ) آل محمد پر زکوٰۃ حرام ہے یہ بات متواتر (تواتر معنوی) دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔ (۲)

(ابن بازؒ) ہر وہ شخص جو بنو ہاشم سے ہوزکوٰۃ کا مال اُس کے سپرد کرنا جائز نہیں۔ (۳)

(ڈاکٹر عائشہ القرنی) بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے۔ (۴)

(ابن قدامہؒ) اس مسئلے میں اختلاف کے متعلق کوئی بات ہمارے علم میں نہیں۔ (۵)

تاہم اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آل محمد سے کیا مراد ہے؟

(شافعیؒ) آل محمد میں بنو ہاشم اور بنو مطلب شامل ہیں۔

(جمہور، مالکؒ، ابو حنیفہؒ) آل محمد سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ (۶)

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔ (واللہ اعلم) (۷)

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُو هَاشِمٍ شَيْءٌ وَاحِدٌ﴾

”بنو مطلب اور بنو ہاشم دونوں ایک ہی چیز ہیں۔“ (۸)

(ابن حزمؒ) پس ثابت ہوا کہ کسی چیز میں بھی ان (بنو مطلب اور بنو ہاشم) کے حکم کے درمیان فرق کرنا جائز

(۱) [حسن صحیح: صحیح نسائی (۲۴۵۰) ترمذی (۶۵۶) کتاب الزکاة: باب ما جاء في كراهية الصدقة

للنبي..... نسائی (۲۶۱۳)]

(۲) [السیل الحرار (۸۱۰/۱)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۱۱/۱۴)]

(۴) [فقہ الدلیل للدکتور عائشہ القرنی (ص ۲۰۸)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۱۰۹/۴)]

(۶) [المجموع (۲۲۶/۶-۲۲۷) الفقہ الاسلامی وأدلته (۸۸۳/۲-۸۸۴) نیل الأوطار (۱۳۵/۳)]

(۷) [مزید دیکھئے: سبل السلام (۸۵۵/۲)]

(۸) [بخاری (۳۱۴۰، ۳۵۰۲) کتاب فرض الخمس: باب ومن الدلیل علی أن الخمس للإمام، أحمد

(۸۱/۴) أبو داود (۲۹۷۸) کتاب الخراج والإمارة والفتی: باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذی

القربی، نسائی (۴۱۳۶) کتاب قسم الفتی: باب، ابن ماجہ (۶۸۸۱) بیہقی (۳۴۱/۶)]

نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے یہ ایک ہی چیز ہیں۔ لہذا یقیناً یہ آل محمد ہیں اور جب یہ آل محمد ہیں تو ان پر صدقہ حرام ہے۔ (۱)

□ بنو ہاشم سے مراد اولادِ علی، اولادِ عقیل، اولادِ جعفر، اولادِ عباس اور اولادِ حارث ہے۔ (۲)

بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر زکوٰۃ حرام ہے

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ اصْحَبْنِي فَإِنَّكَ تُصِيبُ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّى آتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلُهُ، فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ﴾

نبی کریم ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک آدمی کو زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر فرمایا۔ اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو تمہیں بھی اس میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔ انہوں نے کہا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت نہ کر لوں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، قوم کا غلام بھی انہیں میں شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ (۳)

(شوکانی) یہ حدیث دلالت کرتا ہے کہ اولادِ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ حرام ہے۔ (۴)

(قرطبی) مسلمانوں کے علماء کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ..... بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کے لیے فرض زکوٰۃ حلال نہیں۔ (۵)

(۱) [المحلی لابن حزم (۶/۲۱۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۳/۱۳۵) فقہ السنۃ (۱/۳۶۲)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۵۲) کتاب الزکاة: باب الصدقة علی بن ہاشم، أبو داود (۱۶۵۰) نسائی (۱۰۷/۱۵) ترمذی (۶۵۷) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی کراهیة الصدقة للنبی وأهل بیتہ وموالیہ، أحمد (۱۲۱/۶) حاکم (۴۰۴/۱) شرح السنۃ (۳۸۰/۱۳) شیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور اسی لیے امام حاکم نے شیخین کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ جبکہ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [تفسیر قرطبی بتحقیق عبد الرزاق مہدی (۱۷۶/۸)]

(۴) [نیل الأوطار (۳/۱۳۷)]

(۵) [تفسیر قرطبی (۱۷۶/۸)]

(شیخ عبداللہ بن مسعود) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کو نہیں دی جائے گی اور بلاشبہ ان کا حکم زکوٰۃ سے ممانعت میں وہی ہے جو ان کے سرداروں کا ہے۔ (۱)

(سید سابقؒ) جیسے رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم پر صدقہ حرام کیا ہے اسی طرح ان کے آزاد کردہ غلاموں پر بھی حرام کیا ہے۔ (۲)

• (شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

□ (احمد، ابو حنیفہ) بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر زکوٰۃ کا مال حرام ہے اگرچہ وہ اسے بطور تنخواہ ہی وصول کریں۔ شافعیہ اور بعض مالکیہ جیسے ابن ماثون وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(جمہور) بطور تنخواہ ان کے لیے صدقہ لینا جائز ہے۔ (۴)

(عبدالرحمن مبارکپوری) ظاہر موقوفہ ہے جسے امام احمد اور امام ابو حنیفہ وغیرہ نے اپنایا ہے۔ (۵)

کیا ہاشمی ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

جن لوگوں کا خیال ہے کہ ہاشمی (یعنی سید) ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے ان کی دلیل یہ روایت ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ

﴿هَلْ تَجِلُّ لَنَا صَدَقَاتُ بَعْضِنَا لِبَعْضٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ﴾

”کیا ہم ایک دوسرے کو صدقے دے سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔“ (۶)

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض راوی متہم ہیں اور صاحب ”میزان“ نے اس پر طویل کلام کیا ہے لہذا یہ روایت ان صحیح عموماً کی تخصیص کے لیے درست نہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ

حاصل یہ ہے کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت معلوم ہے بغیر اس فرق کے کہ زکوٰۃ دینے والا ہاشمی ہو یا کوئی اور۔ (۷)

(۱) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۴/۴۳۰)]

(۲) [فقہ السنۃ (۱/۳۶۳)]

(۳) [الموسوعة الفقہیۃ المیسرة (۳/۱۲۷)]

(۴) [فتح الباری (۳/۴۱۶-۴۱۷)]

(۵) [تحفة الأحوذی (۳/۳۶۷)]

(۶) [حاکم فی علوم الحدیث (ص/۱۷۵)]

(۷) [نیل الأوطار (۳/۱۳۰)]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

دلائل کے عموم کی وجہ سے ہاشمی پر زکوٰۃ حرام ہے خواہ زکوٰۃ دینے والا ہاشمی ہی ہو۔ (۱)

کیا بنو ہاشم اور بنو مطلب پر نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟

(شوکانیؒ) حدیث ”ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں“ کا ظاہر یہ ہے کہ (آل محمد کے لیے) نہ فرضی صدقہ جائز ہے اور نہ ہی نفلی۔ (۲)

(خطابیؒ) آپ ﷺ پر دونوں قسم (یعنی فرضی اور نفلی) کے صدقے کی حرمت پر اجماع ہے۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) ظاہر بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر فرضی اور نفلی ہر قسم کا صدقہ حرام تھا کیونکہ ان سے اجتناب دلائل و علامات نبوت میں سے تھا اس لیے آپ اس میں کوئی خلل اندازی نہیں کر سکتے تھے۔ جس حدیث میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے اُس میں ہے کہ جس نے انہیں نبی کریم ﷺ کے متعلق خبر دی تھی اُس نے آپ ﷺ کا یہ وصف بیان کیا تھا کہ وہ ہدیہ کی چیز تو کھائیں گے لیکن صدقہ کی چیز نہیں کھائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کے متعلق دریافت کرتے؟ اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ اسے کھا لو اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو خود بھی ان کے ساتھ کھاتے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ پر دونوں قسم کا صدقہ حرام کیا گیا تھا۔ اور (آل محمد کے متعلق) صحیح بات یہ ہے کہ اُن پر بھی ہر دو قسم (فرضی اور نفلی) کا صدقہ حرام تھا۔ (۴)

(ابن ماثونؒ، مطرفؒ، صبیحؒ) بنو ہاشم کو نہ فرض صدقہ دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی نفلی۔ (۵)

تاہم بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ آل محمد ﷺ پر صرف فرضی صدقہ حلال نہیں جبکہ نفلی صدقہ حلال ہے۔ انہوں نے اُس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کو لوگوں کے مال کی میل پکیل قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مال کی میل پکیل صرف فرضی صدقہ ہے، نفلی نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت علی، حضرت عباس اور

(۱) [السبل الجرار (۱/۸۱۶)]

(۲) [نبیل الأوطار (۳/۱۳۶)]

(۳) [معالم السنن (۲/۷۱)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۴/۱۱۶)]

(۵) [تفسیر قرطبی (۸/۱۷۶)]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بنو ہاشم کی ایک جماعت پر صدقہ کیا اور ان کے لیے اموال وقف کیے۔

(جمہور) بنو ہاشم اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے لیے نفلی صدقہ میں کوئی حرج نہیں۔

(قرطبی) یہی بات صحیح ہے۔

(ابن قاسم) اسی کے قائل ہیں۔

(ابویوسف، محمد) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۱)

(شیخ عبد اللہ بن مبارک) آل محمد پر نفلی صدقہ وقف وصیت اور نذر جو فقراء کے لیے خاص ہے، کے حلال ہونے پر

اجماع نقل کیا گیا ہے کیونکہ انہیں صرف زکوٰۃ سے روکا گیا ہے اور وہ اس لیے کہ زکوٰۃ اغنیاء کے اموال اور نفسوں کی

طہر ہے جبکہ نفلی صدقہ نذر وصیت اور وقف اس طرح نہیں ہے۔ (۲)

(ابن ہاز) بنو ہاشم کو نفلی صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۴)

مالدار اور کمانے کے قابل افراد پر زکوٰۃ حرام ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَجِلُّ الصَّدَقَةُ لَغْنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ﴾

”کسی مالدار قوی الجسم اور صحیح و سلامت اعضاء والے شخص کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں۔“ (۵)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿وَلَا حَظٌّ فِيهَا لِغْنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ﴾

(۱) [تفسیر قرطبی (۱/۷۶۸)]

(۲) [توضیح الأحكام شرح بلوغ المرام (۴۳۰/۳)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۱۴/۱۴)]

(۴) [مجموع الفتاوی لابن عثیمین (۴۲۹/۱۸)]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داود (۱۴۳۹) کتاب الزکاة: باب من يعطى من الصدقة؟ وحده الغني، أبو داود

(۱۶۳۴) ترمذی (۶۵۲) حاکم (۴۰۷/۱) أحمد (۱۶۴/۲) بیہقی (۱۳/۷) نسائی (۹۹/۵) ابی ماجہ

(۱۸۳۹) ابن ابی شیبہ (۲۷۰/۳) دارقطنی (۱۱۸/۲) أبو یعلیٰ (۶۴۰/۱) طحاوی (۱۴/۲) الحلبي لأبی

نعیم (۳۰۸/۸) بیہقی (۱۴/۷) حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [تلخیص الحیر (۲۳۲/۳)]

”مالدار، صحت مند اور کمانے والے آدمی کے لیے اس (یعنی زکوٰۃ) میں کوئی حصہ نہیں۔“ (۱)

(شوکانی) صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مالدار کے لیے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں۔ (۲)

(ابن قدامہ) غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور وہ ایسا شخص ہے جو پچاس درہم یا اتنی قیمت کے سونے کا مالک ہو۔ (۳)

(شیخ سلیم الہلالی) اغنیاء اور کمائی کے قابل افراد پر صدقہ حلال نہیں۔ (۴)

پانچ قسم کے مالدار افراد کے لیے صدقہ جائز ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخُمُسَةٍ: لِغَايِرِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِعَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ

اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ حَارٌّ مَسْكِينٌ فَتُصَدَّقَ عَلَى الْمَسْكِينِ فَأَهْدَاهَا الْمَسْكِينُ لِلْغَنِيِّ﴾

”مالدار شخص کے لیے پانچ صورتوں کے علاوہ صدقہ حلال نہیں:

(۱) زکوٰۃ کا مال اکٹھا کرنے کی صورت میں۔

(۲) وہ شخص جو اپنے مال سے صدقے کی کوئی چیز خرید لے۔

(۳) مقروض ہو۔

(۴) فی سبیل اللہ جہاد کرنے والا۔

(۵) مسکین پر جو چیز صدقہ کی گئی ہو وہ اس سے کچھ مالدار کے لیے بطور تحفہ بھیج دے۔“ (۵)

والدین اور اولاد پر زکوٰۃ حرام ہے

والدین خواہ کتنے ہی اوپر چلے جائیں (یعنی دادا، پردادا وغیرہ) اور اولاد خواہ کتنی ہی نیچے چلی جائے (یعنی

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۳۹) أبضا، أبو داود (۱۶۳۳) نسائی (۹۹/۵) أحمد (۲۲۴/۴) ترمذی

المسند للشافعی (۶۶۳) عبد الرزاق (۷۱۵۴) دارقطنی (۱۱۹/۲) ابن أبی شیبہ (۵۶/۴) شرح معانی

الآثار (۳۰۳/۱) بیہقی (۱۴/۷) شرح السنة (۳۶۶/۳)]

(۲) [السیل الحرار (۸۱۰/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۱۱۷/۴)]

(۴) [موسوعة المناهی الشرعیة (۷۹/۲)]

(۵) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۴۴۱) کتاب الزکوة: باب من یعوز له أخذ الصدقة وهو غنی، أبو داود

(۱۶۳۳) أحمد (۵۶/۳) ابن ماجہ (۱۸۴۱) حاکم (۴۰۷/۱) عبد الرزاق (۷۱۵۱) ابن الجارود (۳۶۵)

دارقطنی (۱۲۱/۲) بیہقی (۱۵/۷) ابن خزيمة (۲۳۷۴) التمهید لابن عبد البر (۹۶/۵) إرواء الغلیل (۸۷۰)]

بیٹا، پوتا اور پوتے کا بیٹا وغیرہ) فرض زکوٰۃ کے مستحق نہیں کیونکہ ان سب کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

(ابن منذرؒ) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۱)

صاحب بحر الزخار نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۲)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں جو تمہارے اہل و عیال نہ ہوں۔ (۳)

(ابن باڑ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(سید سابقؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۵)

اولاد کو اس لیے بھی زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ فی الحقیقت اولاد کا مال بھی والد کا مال ہی ہے یعنی اولاد کو زکوٰۃ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اپنے نفس کو زکوٰۃ دے دی۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا وَإِنْ أَبِي يُرِيدُ أَنْ يُحْتَاجَ مَالِي فَقَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ﴾

”ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ میرے پاس مال اور اولاد (دونوں) ہیں اور میرا والد چاہتا ہے کہ وہ میرا مال اپنی ضروریات میں خرچ کر لے (اور میرے لیے کچھ نہ چھوڑے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے والد کی ملکیت ہیں۔“ (۶)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنْ أَطِيبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ، وَإِنْ أَوْلَادُكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ﴾

”بلاشبہ سب سے پاکیزہ چیز جسے تم کھاؤ وہ ہے جو تمہاری کمائی کی ہو اور یقیناً تمہاری اولاد تمہاری

(۱) [الإجماع لابن المنذر (۱۱۸) (ص ۵۱۱) المعنى (۹۸/۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۴۱/۳)]

(۳) [ابن أبی شیبہ (۱۰۵۳۱)]

(۴) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۱۷/۱)]

(۵) [فقه السنة (۳۶۳/۱)]

(۶) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۵۵، ۱۸۵۶) کتاب التَّحَارَاتِ: باب ما للرجل من مال ولده، إرواء

الغلیل (۸۳۸) ابن ماجہ (۲۲۹۱، ۲۲۹۲)]

کمانی میں سے ہی ہے۔“ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ یزید رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے معن رضی اللہ عنہ کو لاشعوری طور پر صدقہ دے بیٹھے پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑتے ہوئے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ! وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ!﴾

”اے یزید! تمہیں اس چیز کا اجر مل جائے گا جس کی تم نے نیت کی اور اے معن! جو تم نے حاصل کر لیا

وہ تمہارا ہی ہے۔“ (۲)

امام شوکانیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نقلی صدقہ کے بارے میں ہے۔ (۳)

والدین کو زکوٰۃ دینے کی جائز صورت

(ابن تیمیہؒ) والدین اور اولاد کو زکوٰۃ کا مال دینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ فقیر ہوں اور یہ شخص ان کے نفقہ سے عاجز ہو۔ (۴)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

والدین اگر مقروض ہوں یا مکاتب ہوں تو اس صورت میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور اگر والدین فقیر ہوں اور یہ ان کے نفقہ سے عاجز ہو تو زیادہ قوی بات یہی ہے کہ وہ اس حال میں انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ (۵)

کیا خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن رائج بات یہی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

(ابن منذرؒ) اہل علم کا اجماع ہے کہ آدمی زکوٰۃ کے مال سے اپنی بیوی کو کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ اس کا نفقہ و خرچہ

(۱) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۸۵۴) كتاب التجارات: باب ما للرجل من مال ولده، ابن ماجة

(۲۲۹۰) أبو داود (۳۵۲۸) كتاب البيوع: باب في الرجل يأكل من مال ولده، ترمذی (۱۳۵۸) كتاب

الأحكام: باب ما جاء أن الوالد يأخذ من مال ولده]

(۲) [بخاری (۱۴۲۲) كتاب الزكاة: باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر، أحمد (۴۷۰/۳)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۴۲/۳)]

(۴) [الاحتیارات الفقہیة (ص ۶۱/۶۲)]

(۵) [مجموع الفتاوى لابن تیمیة (۹۰/۲۵)]

اس پر واجب ہے۔ (۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(امیر صنعانیؒ) علماء نے اتفاق کیا ہے کہ فرض زکوٰۃ اپنی بیوی کو دینا جائز نہیں۔ (۳)

(سید سابقؒ) امام ابن منذرؒ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس (بیوی کے لیے زکوٰۃ کے عدم جواز)

کا سبب یہ ہے کہ اس کا خرچہ شوہر پر واجب ہے جس وجہ سے وہ زکوٰۃ لینے سے مستغنیٰ ہے جیسا کہ والدین کا حکم ہے

البتہ اگر بیوی مقروض ہو تو اسے ”غارمین“ کے حصے سے عطا کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر لے۔ (۴)

(شیخ حسین بن عوہدہ) بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے..... الا کہ وہ مقروض

ہو تو اسے ”غارمین“ کے حصے سے عطا کیا جاسکتا ہے۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ زکوٰۃ کا مال اپنی بیوی پر صرف کریں کیونکہ اس کا خرچہ اس

کا لباس اور اس کی رہائش آپ پر واجب ہے۔ (۶)

بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي أَصْحَىٰ أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعِظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ
بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! تَصَدَّقُوا، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي
أُرِيْتُكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ، فَقُلْنَ: وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: تُكْفِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا
رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! ثُمَّ انْصَرَفَ
، فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذِهِ زَيْنَبُ
، فَقَالَ: أَيُّ الرِّيَاسِ؟ فَقِيلَ: امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: نَعَمْ، ائْذِنُوا لَهَا، فَأَذِنَ لَهَا، قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ،
إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ لِي حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَرَعِمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَ

(۱) [نبیل الأوطار (۱/۳۷۱)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۵/۱۳۲)]

(۳) [سبل السلام (۸۴۱/۲)]

(۴) [فقه السنة (۳۶۴/۱)]

(۵) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۳۱/۳)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۶۳/۱۰)]

وَلَذَہٗ اَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَلَیْہِمُ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ، زَوْجُکَ وَوَلَدُکَ اَحَقُّ مِنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَلَیْہِمُ ﴿۱﴾

”رسول اللہ ﷺ عید النبی یا عید الفطر کے روز عید گاہ تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، لوگو! صدقہ کرو۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اس لیے کہ تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو ہوشیار مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ ہاں اے عورتو! پھر آپ ﷺ واپس گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کون سی زینب؟ کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اچھا انہیں اجازت دے دو چنانچہ اجازت دے دی گئی۔

انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آج آپ نے صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا تھا اور میرے پاس بھی کچھ زور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ مگر (میرے شوہر) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ خیال ہے کہ وہ اور ان کی اولاد اس صدقہ کے ان (مساکین) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابن مسعود نے ٹھیک کہا ہے، تیرا شوہر اور اس کی اولاد تیرے صدقے کے زیادہ مستحق ہیں۔“ (۱)

(جمہور، شافعی) بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام ثوریؒ، ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(ابو حنیفہؒ) بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) بیوی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ اپنے شوہر کو دے دے۔ یہی امام شافعیؒ، امام ابن منذرؒ اور اہل علم کے ایک گروہ کا مذہب ہے۔ (۳)

(۱) [بخاری (۱۴۶۲) کتاب الزکاة: باب الزکاة علی الأقارب]

(۲) [نبیل الأوطار (۱۴۰۳) شرح المہذب (۱۳۸/۶) الأم (۶۹/۲) المغنی (۱۰۰/۴) المبسوط (۱۱/۳)]

[الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (۲۶۱/۳) نصب الراية مع الہدایة (۴۱۹/۲)]

(۳) [الموسوعة الفقہیة المیسرة (۱۳۲/۳)]

(سعودی مجلس افتاء) عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے شوہر پر صرف کرے جبکہ وہ فقیر ہو۔ (۱)

□ واضح رہے کہ خاوند کو بھی صرف اسی صورت میں بیوی زکوٰۃ دے سکتی ہے جب وہ آٹھوں مصارف میں سے کسی مصارف میں شامل ہو ورنہ نہیں۔

فقیر یا مقروض بھائی، بہن کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(ابن باز) اگر وہ مقروض یا فقیر ہوں تو انہیں زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں شامل ہیں ”صدقات صرف فقراء و مساکین کے لیے ہیں.....“ (۲)

(شیخ ابن شمیم) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۳)

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿الْصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ نِتَانٌ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ﴾

”مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں شامل ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی۔“ (۴)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اس کا مطلب یہ ہے کہ اقرباء پر صدقہ کرنا افضل ہے۔ (۵)

(ابن قدامہ) جب کسی انسان پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اپنے اُن قریبی رشتہ داروں سے ابتدا کرے جنہیں زکوٰۃ دینا (اس کے لیے) جائز ہے۔ (۶)

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۶۲/۱۰)]

(۲) [ملخصاً، فتاویٰ اسلامیة (۸۹/۲-۹۰)]

(۳) [فتاویٰ منار الإسلام (۳۰۸/۱)]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۹۴) المشکاة (۱۹۳۹) ترمذی (۶۵۸) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی

الصدقة على ذی القرابة، ابن ماجہ (۱۸۴۴) کتاب الزکاة: باب فضل الصدقة، نسائی (۲۵۸۲) أحمد

(۱۷/۴) حمیدی (۲۶۳/۲) ابن حبان (۸۳۳-الموارد) دارمی (۳۹۷/۱) ابن أبی شیبہ (۴۷/۴) حاکم

(۴۰۷/۱) بیہقی (۲۷/۷)

(۵) [تحفة الأحمدي (۳۶۸/۳)]

(۶) [المغنی لابن قدامة (۱۵۱/۴)]

(شیخ سلیم الہمالی) افضل صدقہ وہ ہے جو رشتہ داروں پر کیا جائے۔ (۱)

(شیخ صالح بن فوزان) محتاج قریبی رشتہ دار زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (۲)

لا علمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دینا کفایت کر جاتا ہے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَجُلٌ لَا تُصَدِّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ عَلَى سَارِقٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا تُصَدِّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِي زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَا تُصَدِّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِي غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ عَلَى غَنِيٍّ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ، وَعَلَى زَانِيَةٍ، وَعَلَى غَنِيٍّ، فَأَتَيْتُ فَقِيلَ لَهُ: اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ اَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرَفَتِهِ وَ اَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَ اَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَنْتَعِبُ فَيَنْفِقُ مِمَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ ﴾

” (بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص نے کہا آج رات میں ضرور صدقہ دوں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (لا علمی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہا شروع کر دیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیے ہی ہے آج رات میں پھر ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیے ہی ہے میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے میں اپنا صدقہ (لا علمی سے) چور فاحشہ اور مالدار کو دے آیا ہوں۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے تو اس میں یہ امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے سے یہ امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا

(۱) [موسوعة المناهي الشرعية (۷۸/۲)]

(۲) [الملخص الفقهي للدكتور صالح بن فوزان (۳۲۰/۱)]

ہے وہ اسے خرچ کرے۔“ (۱)

(۲) وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں مذکور ہے کہ والد نے لاعلمی میں اپنے ہی بیٹے کو صدقہ دے دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے یزید! تمہیں اس چیز کا اجر مل جائے گا جس کی تم نے نیت کی اور اے معن! جو تم نے حاصل کر لیا وہ تمہارا ہی ہے۔ (۲)

(ابو حنیفہ، محمد، ابو سعید) جس نے لاعلمی کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دی تو وہ اسے کافی ہو جائے گی اور اس سے دوبارہ زکوٰۃ نکالنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(شافعی) جس نے غلطی سے کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دی اور پھر اسے اپنی غلطی کا علم ہو گیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ کسی مستحق کو زکوٰۃ ادا کرے۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسے قرض اصل مالک کے علاوہ کسی اور کو ادا کر دیا جائے تو لامحالہ دوبارہ اس کی اصل مالک کو ادائیگی ضروری ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی اصل مستحق تک پہنچانا ضروری ہے۔

(احمد) ان سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں۔ (۳)

اگر علم ہو کہ یہ مستحق نہیں تو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی

(شوکانی) اگر زکوٰۃ دینے والے کو علم تھا کہ جسے وہ زکوٰۃ دے رہا ہے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں تو اس نے اپنا مال ضائع کر دیا اور ہر حال اس پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے۔ (۴)



(۱) [بخاری (۱۴۲۱) کتاب الزکاة: باب إذا تصدق علی غنی وهو لا یعلم، مسلم (۱۰۲۲) کتاب الزکاة:

باب ثبوت أجر المتصدق، وإن وقعت الصدقة فی بد غیر أهلها، احمد (۸۲۸۹) نسائی (۲۵۲۲) وفی

المنن الکبری (۲۳۰۲/۲) ابن حبان (۳۳۵۶) بیہقی (۱۹۱/۴)]

(۲) [بخاری (۱۴۲۲) کتاب الزکاة: باب إذا تصدق علی ابنه وهو لا یسعر]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۶۶۷/۲) روضة الطالبین (۳۲۸/۲)]

(۴) [السبل الحرار (۸۱۶/۱)]

صدقہ فطر کا بیان

باب صدقۃ الفطر

صدقہ فطر کا معنی و مفہوم

صدقہ کا مطلب تو معروف ہے البتہ فطر (فاء کے کسرہ کے ساتھ یعنی ”فِطْر“) کا معنی ہے ”چھوڑنا، پھاڑنا، روزہ افطار کرنا وغیرہ“۔ (۱)

اس سے مراد وہ صدقہ ہے جس کا سبب رمضان کے روزوں کو چھوڑنا ہے اور یہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔ نیز اسے فطرانہ بھی کہا جاتا ہے۔

صدقہ فطر کب فرض ہوا؟

(املاعی قاریؒ) صدقہ فطر ۲ ہجری میں فرض کیا گیا اور یہ وہی سال ہے جس میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ (۲)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) ۲ ہجری ماہ رمضان میں عید سے دو روز قبل صدقہ فطر فرض ہوا۔ امام قسطلانیؒ نے یہ بات ذکر فرمائی ہے۔ (۳)

(سید سابقؒ) صدقہ فطر ہجرت کے دوسرے سال ماہ شعبان میں مشروع کیا گیا۔ (۴)

(ڈاکٹر وہبہ زحلی) صدقہ فطر ۲ ہجری میں روزوں کی فرضیت کے سال زکوٰۃ سے پہلے مشروع کیا گیا۔ (۵)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(شیخ عبداللہ بام) صدقہ فطر اُس سال فرض کیا گیا جس سال رمضان کے روزے فرض کیے گئے اور وہ ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ (۷)

(۱) [النهاية لابن الأثير (۳۸۰/۱) مصباح اللغات (ص ۶۳۸)]

(۲) [المرقاۃ (۱۰۹/۴)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۳۹۱/۳)]

(۴) [فقه السنة (۳۷۲/۱)]

(۵) [الفقه الإسلامي وأدلته (۹۰۰/۲)]

(۶) [فقه الزکاة (۹۱۸/۲)]

(۷) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۷۱/۳)]

صدقہ فطر کی فریضت کی حکمت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ﴾
 ”رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو اس لیے فرض کیا ہے تاکہ روزہ دار (دوران روزہ کی ہوئی) لغو اور فحش حرکات سے پاک ہو جائے اور مساکین کو کھانے کا سامان مل سکے۔“ (۱)

صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے

حضرت سلمان عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكْرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ﴾
 ”رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے غلام آزاد مرد و عورت بچے بوڑھے سب پر صدقہ فطر فرض کیا ہے۔ ایک صاع (یعنی تقریباً اڑھائی کو) کھجور و روں سے اور ایک صاع جو سے۔ اور اس کے متعلق حکم دیا ہے کہ یہ فطرانہ نماز (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔“ (۲)
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر فرض ہے۔
 (ابن منذرؒ) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)
 (امیر صنعانیؒ) یہ حدیث صدقہ فطر کے وجوب (یعنی فریضت) کی دلیل ہے۔ (۴)

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۸۴۳) ھدایۃ الرواۃ (۲۶۵/۲) ابن ماجہ (۱۸۲۷) کتاب الزکاة: باب صدقۃ الفطر] ابو داود (۱۶۰۹) کتاب الزکاة: باب زکاة الفطر

(۲) [بخاری (۱۵۰۳) کتاب الزکاة: باب فرض صدقۃ الفطر] مسلم (۹۸۴) کتاب الزکاة: باب زکاة الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر، ابو داود (۱۶۱۱) کتاب الزکاة: باب کم یودی فی صدقۃ الفطر نسائی (۴۸/۵) ابن ماجہ (۱۸۲۶) کتاب الزکاة: باب صدقۃ الفطر، ترمذی (۶۷۶) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی صدقۃ الفطر، موطا (۲۸۴/۱) مسند شافعی (۲۵۰/۱) أحمد (۱۳۷/۲) دارمی (۳۹۲/۱) بیہقی (۱۵۹/۴) شرح معانی الآثار (۳۲۰/۱)

(۳) [الإجماع لابن المنذر (ص ۴۹/۱) (رقم ۱۰۵/۱) مزید دیکھئے: موسوعة الإجماع فی الفقہ الإسلامی (۴۹۲/۱) نیل الأوطار (۱۴۳/۳)]

(۴) [سبل السلام (۸۲۹/۲)]

(شافعی، مالک، احمد) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہ) صدقہ فطر واجب ہے فرض نہیں، کیونکہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں۔ (مزید امام ابوحنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ زکوٰۃ الفطر اس وقت واجب ہے کہ جب انسان اتنے مال کا مالک ہو جو نصاب کو پہنچ جائے حالانکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہذا جس کے پاس گھر کے خورد و نوش سے زائد غلہ موجود ہو وہ صدقہ فطر ادا کر دے)۔ (۱)

(سید سابق) صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر فرد پر واجب ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ (۲)

(عبداللہ بسام) مسلمانوں نے صدقہ فطر کے وجوب پر اجماع کیا ہے۔ (۳)

(شیخ ابن جبرین) صدقہ فطر مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسے مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے (سب) پر فرض کیا ہے۔ (۴)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت سے فرضیت کے نسخ کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں کہ جس سے نسخ کا دعویٰ کیا جاسکے جیسا کہ اُس روایت میں ہے کہ

﴿أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكَاةُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ (کا حکم) نازل ہونے سے پہلے ہمیں صدقہ فطر کا حکم دیا لیکن جب زکوٰۃ (کا حکم) نازل ہو گیا تو آپ ﷺ نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ (اس سے) ہمیں روکا اور ہم صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے۔“ (۵)

اس حدیث میں محض ایک زائد فرض کا ذکر ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا فرض منسوخ ہو گیا ہے۔

(امیر ضعافی) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [الحاوی (۳۸۴/۳) الأم (۸۴/۲) بدائع الصنائع (۷۴/۲) المبسوط (۱۰۸/۳) الکافی (ص ۱۱۱)]

[المغنی (۸۹/۳)]

(۲) [فقہ السنۃ (۳۷۱/۱)]

(۳) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۷۱/۳)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیہ (۹۸/۲)]

(۵) [صحیح: صحیح نسائی (۲۳۵۰) ابن ماجہ (۱۸۲۸) کتاب الزکاة: باب صدقۃ الفطر نسائی (۴۹/۵)]

حاکم (۴۱۰/۱) بیہقی (۱۵۹/۴)]

(۶) [سبل السلام (۸۲۹/۲)]

صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے

گذشتہ پہلی حدیث کے یہ الفاظ ﴿مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ اس بات کا ثبوت ہیں کہ صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ہی ادا کیا جائے گا۔ اگر کسی کا والد والدہ یا غلام وغیرہ کافر ہوں تو ان کی طرف سے ادا نہیں کیا جائے گا۔

(ابن قدامہؒ) کافر پر صدقہ فطر فرض نہیں خواہ وہ آزاد ہو یا غلام۔ (۱)

(شوکانیؒ) کافر پر (صدقہ فطر) واجب نہیں ہے۔ (۲)

(ابن حجرؒ) یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (۳)

(نوویؒ) حدیث کے ان الفاظ ”مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ اس مسئلے میں واضح ہیں کہ صدقہ فطر صرف مسلمان کی طرف سے ہی نکالا جائے گا اور بندے پر اپنے ایسے غلام بیوی اولاد اور والدین جو کافر ہوں کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی لازم نہیں۔

(احمد، مالک، شافعی، جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوضیفہ، ثوری، ابن مبارک، اسحاق) کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالنا واجب ہے۔ انہوں نے ان الفاظ ”مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ کی تاویل یوں کی ہے کہ اس سے مراد مالک ہیں غلام نہیں۔ نیز انہوں نے اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ

﴿لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفَطْرِ﴾

”غلام میں کوئی صدقہ نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔“ (۴)

جمہور نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے اور یہاں لفظ ”الْعَبْدُ“ (یعنی

غلام) کے عموم کی ”مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (یعنی مسلمانوں سے) کے ساتھ تخصیص کر دی گئی ہے۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) صدقہ فطر کافر خادموں کی طرف سے نہیں نکالا جائے گا۔ (۶)

(۱) [المغنی (۲۸۳/۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۴۵۰/۳)]

(۳) [فتح الباری (۱۴۲/۴)]

(۴) [مسلم (۹۸۲) کتاب الزکوٰۃ: باب لا زکوٰۃ علی مسلم فی عبده و فرسہ]

(۵) [مزید دیکھیے: شرح مسلم للنووی (۶۹/۴) تحفة الأحوذی (۳۹۷/۳) فتح الباری (۴۳۶/۳)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۷۵/۹)]

کیا حمل کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے گا؟

(جمہور فقہاء) حمل کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب نہیں۔

(ابن حزمؒ) اگر جنین (یعنی پیٹ کا بچہ) اپنی ماں کے پیٹ میں عید الفطر کی رات فجر پھوٹنے سے پہلے ایک سو بیس (120) دن پورے کر لے تو اس کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس وقت اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ لہذا اب اس پر لفظ صغیر کا اطلاق درست ہے اور صغیر کی طرف سے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر فرض کیا ہے۔ (۱)

(راجع) برحق بات یہ ہے کہ حمل کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی فرض نہیں اور اس پر لفظ صغیر کا اطلاق بھی درست نہیں۔ علاوہ ازیں کوئی ایسی صریح و صحیح دلیل بھی موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حمل کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(شوکانیؒ) رقمطراز ہیں کہ امام ابن منذرؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ پیٹ کے بچے کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

(احمدؒ) امام شوکانیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام احمدؒ پیٹ کے بچے کی طرف سے صدقہ فطر کو واجب نہیں بلکہ مستحب قرار دیتے تھے۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) پیٹ کے بچے پر صدقہ فطر واجب نہیں اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

(ابن منذرؒ) جن علماء کے متعلق ہمیں یاد ہے وہ آدی پر جنین جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہے کی طرف سے صدقہ فطر واجب قرار نہیں دیتے۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) امام ابن حزمؒ کی ذکر کردہ کسی بھی بات میں حمل کی طرف سے صدقہ فطر کے وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ بات بغیر سوچے سمجھے کہی گئی ہے کہ حدیث میں موجود کلمہ ”صغیر“ میں حمل بھی شامل ہے۔ (۴)

(شیخ عبداللہ بن ہمام) صدقہ فطر پیٹ کے بچے کی طرف سے واجب نہیں۔ (۵)

(۱) [المحلی (۱۳۲/۶) فقہ الزکاة (۹۲۷/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۴۴/۳)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳۱۷/۴)]

(۴) [فقہ الزکاة (۹۲۷/۲)]

(۵) [توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳۷۰/۳)]

صدقہ فطر کی مقدار اور اشیاء

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ

أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ﴾

”ہم گندم سے ایک صاع، یا جو سے ایک صاع، یا کھجور سے ایک صاع، یا پیپر سے ایک صاع، یا مٹی سے

ایک صاع صدقہ فطر نکالتے تھے۔“

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ زائد ہیں:

﴿فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ﴾ ”یعنی ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔“ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام اشیاء سے ایک صاع فطرانہ نکالا جائے گا۔ البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حج

یا عمرے سے لوٹے تو منبر پر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

﴿إِنِّي أَرَى مُدَّيْنٍ مِنْ سَمَرِ الشَّامِ تُعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ﴾

”میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مد (یعنی نصف صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

﴿لَا أُخْرِجُ فِيهَا إِلَّا الَّذِي كُنْتُ أُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ

زَبِيبٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ﴾

”میں تو (میں ہمیشہ اسی طرح صدقہ فطر) نکالوں گا جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نکالتا تھا (یعنی) ایک

صاع کھجور سے یا ایک صاع مٹی سے یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع پیپر سے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ گندم سے نصف صاع فطرانہ دینا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت

ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ تمام اجناس سے ایک صاع فطرانہ نکالنے کے ہی قائل رہے۔

(۱) [بخاری (۱۵۰۸، ۱۵۰۶) کتاب الزکاة: باب صدقة الفطر صاع من طعام، مسلم (۹۸۵) کتاب الزکاة:

باب زکوة الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر، أبو داود (۱۶۱۶) کتاب الزکاة: باب کم یودی فی

صدقة الفطر، ترمذی (۶۶۸) نسائی (۵۱۰) ابن ماجہ (۱۸۲۹) کتاب الزکاة: باب صدقة الفطر، ابن

الحارود (۳۵۷) مؤطا (۲۸۴/۱) ابن ابی شیبہ (۱۷۲/۳) أحمد (۲۳/۳) دارمی (۳۹۲/۱) شرح معنی

الآثار (۴۱/۲) دارقطنی (۱۴۶/۲) التمهید لابن عبد البر (۱۲۸/۴) شرح السنة (۳۶۲/۳)

(۲) [مسلم (۹۸۴) کتاب الزکاة: باب زکوة الفطر علی المسلمین، بیہقی (۱۶۵/۴)]

مزید برآں جن روایات میں ایک آدمی کی طرف سے نصف صاع کے بھی کافی ہو جانے کا ذکر ہے وہ یا تو مرفوع ثابت نہیں ہیں یا ضعیف ہیں جیسا کہ امام بیہقیؒ اور دیگر ائمہ نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (۱)

بہر حال محل اختلاف دو ہی چیزیں ہیں ”گندم اور مٹی“ کہ کیا ان سے نصف صاع دیا جائے گا یا مکمل صاع۔ (۲)

(جمہور، مالک، احمد، شافعی) ان دونوں اشیاء سے بھی مکمل صاع فطرانہ دیا جائے گا۔ ان کی دلیل گزشتہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(احناف) ان سے نصف صاع دیا جائے گا۔ انہوں نے اُن روایات سے استدلال کیا ہے جن میں گندم سے دو مد صدقہ فطر نکالنے کا ذکر ہے مثلاً:

(۱) ﴿صَدَقَةُ الْفِطْرِ مِثْلَانِ مِنْ قَمْحٍ﴾ ”صدقہ فطر گندم سے دو مد ہے۔“

لیکن اس روایت کی سند میں ابن جریجؒ راوی کا عمرو بن شعیب سے سماع ثابت نہیں۔ جیسا کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے فرمایا ابن جریجؒ نے عمرو بن شعیب سے کچھ نہیں سنا۔ (۳)

(۲) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ﴿صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَنْ شُكْلِ الثَّيْنِ﴾ ”صدقہ فطر میں گندم کا ایک صاع دو افراد کی جانب سے ہے۔“

یہ روایت بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ”نعمان بن راشد“ ہے۔ امام یحییٰ قطانؒ، امام ابن معینؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی مضطرب الحدیث ہے اور منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ امام منذریؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ امام بخاریؒ اور امام ابوحاتمؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں وہم ہے۔ (۴)

امام ابو حنیفہؒ نے اُن آثار و روایات سے بھی استشہاد کیا ہے جن میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہی رائے مذکور ہے۔ (۵)

(۱) [بیہقی فی السنن الکبریٰ (۱۷۰/۴) مرعاة المفاتیح (۱۸۳۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۴۷/۳)]

(۳) [تہذیب التہذیب لابن حجر (۴۰۵/۶) مرعاة المفاتیح (۲۰۹/۶)]

(۴) [مرعاة المفاتیح (۲۱۱/۶) التاريخ الصغير (۶۸/۲) الحرج والتعديل (۴۴۸/۸) الضعفاء (۵۸۷) الثقات (۵۳۲/۷) الكامل (۱۳/۷)]

(۵) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الام (۹۰/۲) المغنی (۲۸۷/۴) حاشیۃ الدموقی علی الشرح الکبیر (۵۰۶/۱)]

الکافی لابن عبدالبر (ص ۱۱۲) المبسوط (۱۱۳/۳) الہدایۃ (۱۱۷/۱) الإختیار (۱۲۳/۱)

(البانیؒ) گندم سے نصف صاع کفایت کر جاتا ہے۔ (۱)

(راجح) جمہور کا موقف رائج ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) تمام اجناس سے ایک صاع دیا جائے گا۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) صدقہ فطر کی مقدار کھجور، جو، تفتی، پنیر یا غلے سے ایک صاع ہے۔ (۴)

(شیخ ابن جبرین) ان کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام ایسی اجناس جو لوگوں کا طعام (یعنی خوراک) ہیں جیسا کہ روایت میں ہے

”صاعاً من طعام“ ان سب سے ایک صاع صدقہ فطر نکالا جائے گا۔

یاد رہے کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں صاع کی مقدار پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ بھی

بیان ہوئی ہے۔ (۶)

جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلو گرام کے قریب ہوتا ہے۔

کیا مقررہ مقدار سے زیادہ صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے؟

(ابن تیمیہؒ) ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس پر صدقہ فطر واجب ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کی

مقدار ایک صاع ہے لیکن پھر بھی وہ اس سے زیادہ صدقہ کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ (میں) نفلی طور پر زیادہ ادا کر رہا

ہوں کیا یہ مکروہ ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: ہاں یہ عمل جائز ہے اور اکثر علماء مثلاً امام شافعیؒ اور امام

احمدؒ وغیرہ کے نزدیک بلا کراہت یہ جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ سے اس کی کراہت منقول ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ

واجب مقدار سے کم ادا کرنا علماء کے اتفاق کے ساتھ جائز نہیں۔ (۷)

(شیخ حسین بن عودہ) مقررہ مقدار سے زیادہ صدقہ دینا جائز ہے اس لیے نہیں کہ دلیل کو چھوڑا گیا ہے بلکہ نفلی طور

(۱) [نظم الفرائد مما فی سلسلتی الألبانی من فوائد (۱/۵۰۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۳/۱۴۷)]

(۳) [المغنی (۴/۲۸۵)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۹/۳۶۹)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۹۸)]

(۶) [المغنی (۴/۲۸۵) روضة الطالبین (۲/۳۰۱)]

(۷) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۲۰/۷۰)]

پراپنی خوشی سے (زائد) خرچ کرتے ہوئے۔ (۱)

(سودی مجلس افتاء) صدقہ فطر میں (مقررہ مقدار سے زیادہ) صدقہ نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲)

کیا خوراک کے بدلے قیمت بھی دی جاسکتی ہے؟

بہتر یہی ہے جو اجناس حدیث میں مذکور ہیں انہی سے ادائیگی کی جائے۔ اگر یہ نہ ہوں تو جو کچھ بھی بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہے وہ صدقہ کے طور پر دیا جائے لیکن اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے قیمت دینا چاہے تو بعض علماء اسے بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں صدقہ فطر کا جو مقصد بیان ہوا ہے وہ مساکین کو کھلانا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّقَبِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ﴾
 ”رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزہ دار کی لغوبات اور قنص گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا ہے۔“ (۳)

چونکہ مساکین کو کھانا مقصود ہے اور وہ قیمت کی ادائیگی سے بھی ممکن ہے لہذا ایسا کرنا بھی جائز و درست معلوم ہوتا ہے نیز کسی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے قیمت کی ادائیگی کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔ تاہم فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔

(مالک، شافعی، احمد) اجناس کے عوض قیمت دینا جائز نہیں۔

(ابوحنیفہ) قیمت دینا جائز ہے۔ (۴)

(شوکانی) کسی عذر کی وجہ سے قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ (۵)

(ابن حزم) قیمت کفایت نہیں کرتی۔ (۶)

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱/۳۶۴)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۷۰/۹)]

(۳) [حسن: إرواء الغلیل (۸۴۳) أبو داود (۱۶۰۹) كتاب الزكاة: باب زكاة الفطر، ابن ماجه (۱۸۲۷) حاکم

(۴۰۹/۱) دارقطنی (۱۳۸/۲) بیہقی (۱۶۳/۴) امام نووی نے اسے حسن کہا ہے۔ [المجموع (۱۲۶/۶)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۲۹۵/۴) روضة الندية (۵۱۷/۱)]

(۵) [السبل الحرار (۸۶/۲)]

(۶) [المحلی بالآثار (۲۵۹/۴)]

(ابن تیمیہ) صدقہ فطر روزمرہ کی خوراک سے ادا کیا جائے۔ (۱)

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

صدقہ فطر ہر آزاد مسلمان پر اپنی طرف سے اور اُن افراد کی طرف سے نکالنا واجب ہے جن کی کفالت اس کے ذمہ ہے مثلاً بیوی، اولاد، غلام وغیرہ۔

(۱) جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُونُونَ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام (ہر اُس شخص) کی طرف سے صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا

ہے جس کی خوراک کے تم ذمہ دار ہو۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ﴾

”غلام میں کوئی صدقہ نہیں سوائے صدقہ فطر کے۔“ (۳)

(۳) نافعؒ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّهُ كَانَ يُعْطَى صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ صَغِيرِهِمْ وَكَبِيرِهِمْ عَمَّنْ يَعُولُ وَعَنْ رَقِيقِهِ وَرَقِيقِ نِسَائِهِ﴾

”وہ اپنے چھوٹے بڑے، اُن تمام گھر والوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے جن کی کفالت کے

ذمہ دار تھے اور اپنے اور اپنی بیویوں کے غلاموں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتے تھے۔“ (۴)

□ (ابن قدامہؒ) غلام کی بیوی کے متعلق ہمارے متاخر اصحاب نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر وہ آزاد ہو تو اس کا

فطرانہ اُسی پر واجب ہے اور اگر لونڈی ہو تو اس کے مالک پر واجب ہے۔ (۵)

□ جس کے پاس ایک دن اور رات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اتناج نہ ہو تو اس پر صدقہ فطر

واجب نہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ شخص خود فقراء و مساکین کے زمرے میں آتا ہے اور خود صدقہ فطر کا

(۱) [مجموع الفتاویٰ (۳۵/۲۵-۳۶)]

(۲) [حسین: إرواء الغلیل (۸۳۵) دارقطنی (۲۲۰) بیہقی (۱/۶۱۱)]

(۳) [مسلم (۹۸۲) کتاب الزکاة: باب لا زکاة علی مسلم فی عبده وفسره]

(۴) [صحیح موقوف: إرواء الغلیل (۳۲۰/۳) ابن أبی شیبہ (۳۷/۴)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۳۰۵/۴)]

مستحق ہے نہ کہ اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

□ مذکورہ مسئلے کے اثبات کے لیے پیش کی جانے والی وہ روایت ضعیف ہے جس میں یہ لفظ ہیں:

﴿أَغْنَوْهُمْ عَنِ الطَّوَافِ فِي هَذَا الْيَوْمِ﴾

”اس دن میں غرباء کو در بدر پھرنے سے بے نیاز کر دو۔“ (۳)

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿فَمَنْ أَذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنْ صَدَقَاتٍ﴾

”جس نے اسے نماز (عید) سے پہلے ادا کر دیا تو یہ قابل قبول زکوٰۃ ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا

کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے (یعنی صدقہ فطر نہیں ہوگا)۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ یہ فطرانہ نماز (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔“ (۵)

(۱) [الروضة الندية (۵۱۹/۱-۵۲۰)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳۰۷/۴)]

(۳) [ضعيف: إرواء الغلیل (۸۴۴) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۵۵۳/۱) التعليق على سبل السلام

للشيخ محمد صبيحي حسن حلاق (۶۳/۴) بيهقي (۱۷۵/۴) دارقطني (۱۵۲/۲) حافظ ابن حجرؒ نے اسے

ضعیف کہا ہے۔ [بلوغ المرام (۵۸۶)] امیر صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس لیے ضعیف ہے کیونکہ اس (کی سند)

میں محمد بن عمرو اقدی راوی ہے۔ [سبل السلام (۸۳۱/۲)] واقدی راوی کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ متروک

ہے۔ امام بخاریؒ، امام ابودرداء رازیؒ، امام عقیلیؒ اور امام دولابیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ امام دارقطنیؒ

نے کہا ہے کہ اس کی حدیث پر ضعف واضح ہوتا ہے۔ [تقریب التہذیب (۶۹۵۱) التاریخ الصغیر (۳۱۱/۲)]

الضعفاء للعقيلي (۱۶۶۶/۴) الکامل (۲۴۱/۶) أحوال الرجال (۲۲۸) الحرح والتعديل (۲۰۱/۸)

(۴) [حسن: إرواء الغلیل (۸۴۳)] أبو داود (۳۳۲/۳) کتاب الزکاة: باب زکاة الفطر، ابن ماجہ

(۱۸۲۷) کتاب الزکاة: باب صدقة الفطر، دارقطني (۱۳۸/۲) حاکم (۴۰۹/۱)

(۵) [بخاری (۱۵۰۳) کتاب الزکاة: باب فرض صدقة

معلوم ہوا کہ یہ صدقہ نماز عید کے لیے روانگی سے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے ادا کر دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (۱)

جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

﴿وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا وَكَانُوا يُعْطَوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمَ أَوْ يَوْمَيْنِ﴾

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا دے دیا کرتے تھے اور لوگ صدقہ فطر عید الفطر

سے ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔“ (۲)

(جمہور) نماز عید سے پہلے صدقہ دینا صرف مستحب ہے علاوہ ازیں عید الفطر کے دن کے آخر تک کفایت کر جاتا ہے۔

(شوکانی) ”گذشتہ حدیث ان کا رد کرتی ہے۔ (۳)

(ابن حزم) ”صدقہ فطر کو نماز عید سے مؤخر کرنا حرام ہے اور ایسا صدقہ کفایت نہیں کرتا۔ (۴)

(شیخ ابن جریر) ”صدقہ فطر کے متعلق آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اسے لوگوں کے نماز عید کی طرف سے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ (۵)

اگر کوئی نماز عید سے پہلے صدقہ فطر کی ادائیگی بھول جائے

(شیخ ابن باز) ”کسی نے ان سے دریافت کیا کہ میں نے نماز عید سے پہلے صدقہ فطر تیار کر لیا تا کہ میں اسے اپنے ایک جاننے والے فقیر کو دے دوں لیکن میں اسے دینا بھول گیا اور پھر مجھے نماز عید میں یاد آیا اور میں نے نماز کے بعد اسے ادا کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ بلاشبہ سنت یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ لیکن آپ نے جو کیا ہے اس وجہ سے آپ پر کوئی گناہ نہیں اور نماز کے بعد صدقہ فطر کی ادائیگی (آپ کو) کفایت کر جائے گی (والحمد للہ)۔ اگرچہ حدیث میں آیا ہے کہ یہ (نماز کے بعد ادائیگی) عام

(۱) [المغنی (۳۰۰/۴) فتاویٰ ابن باز مترجم (۱/۲۷۱)]

(۲) [بخاری (۱۰۱۱) کتاب الزکوٰۃ : باب صدقہ الفطر علی الحر والمملوک]

(۳) [نبیل الاوطار (۱/۴۹۳)]

(۴) [کما فی توضیح الأحکام شرح بلوغ المرام (۳/۳۸۲)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیہ (۲/۹۸۷)]

صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے (صدقہ فطر نہیں) لیکن یہ حدیث اس قسم کے صدقہ کو کفایت کرنے سے نہیں روکتی کیونکہ یہ صدقہ اپنے نفل میں واقع ہوا ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ قبول کیا جائے گا اور یہ مکمل زکوٰۃ ہوگی کیونکہ آپ نے عمر اُسے مؤخر نہیں کیا بلکہ بھول کر تاخیر کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ ”اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہم سے (اس کا) مواخذہ نہ کرنا۔“ اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کر دیا۔“ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول فرمائی کہ وہ بھول کر کیے ہوئے گناہ کا مواخذہ نہیں کرے گا۔ (۱)

صدقہ فطر کا مصرف

(شوکانیؒ) اس کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف ہی ہے۔ (۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

امام شوکانیؒ اور دیگر جن علماء نے زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف کو ہی صدقہ فطر کا مصرف قرار دیا ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حدیث نبوی ہے کہ

﴿فَمَنْ أَذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ﴾

”جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ مقبول زکوٰۃ ہوگی۔“ (۴)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ.....﴾

”رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر کا حکم دیا ہے۔“ (۵)

چونکہ ان احادیث میں صدقہ فطر کو زکوٰۃ کہا گیا ہے لہذا اس کا مصرف بھی وہی ہوگا جو زکوٰۃ کا ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۹۹/۲)]

(۲) [الدرر البہیہ : کتاب الزکاة : باب صدقة الفطر]

(۳) [فقه السنة (۳۷۴/۱)]

(۴) [حسن : إرواء الغلیل (۸۴۳) أبو داود (۱۶۰۹) کتاب الزکاة : باب زكاة الفطر]

(۵) [بخاری (۱۰۰۴) کتاب الزکاة : باب صدقة الفطر علی العبد و غیرہ من المسلمین ، مسلم (۹۸۴)]

(۶) [المغنی (۳۱۴/۴)]

لیکن بعض علماء کا یہ خیال ہے (اور یہی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے) کہ صدقہ فطر صرف مساکین اور فقراء و حاجت مند لوگوں میں ہی تقسیم کیا جائے گا کیونکہ اس کے متعلق حدیث میں واضح الفاظ موجود ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿طُعْمَةٌ لِّلْمَسَاكِينِ﴾ ”صدقہ فطر کو رسول اللہ ﷺ نے مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا ہے۔“ (۱)

(ابن تیمیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن قیم) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

(شوکانی) انہوں نے بھی اپنی دوسری کتاب ”السیل الحرار“ میں یہی موقف اپنایا ہے۔ (۴)

(البانی) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۵)

(شیخ حسین بن عودہ) صدقہ فطر مساکین کو دیا جائے گا۔ (۶)

(ذاکٹر عائض القرنی) صدقہ فطر کا مصرف مساکین ہیں۔ (۷)

ذمی کو صدقہ فطر دینے کا حکم

ذمی کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کے مساکین کا حق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿طُعْمَةٌ لِّلْمَسَاكِينِ﴾ ”صدقہ فطر مساکین کو کھلانے کے لیے واجب کیا گیا ہے“ اور اس سے مراد صرف مسلمانوں کے مساکین ہیں، تمام ملتوں کے نہیں۔ اسی طرح جن آیات و احادیث میں کفار کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم یا ترغیب ہے ان سے مراد کفار کو نفلی صدقات سے نوازنا ہے، فرضی صدقات سے عطا کرنا نہیں۔

(ابن رشد) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ صدقہ فطر مسلمانوں کے فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ مزید فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ اموال کی زکوٰۃ اہل ذمہ کے لیے جائز نہیں کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ﴿صَدَقَةٌ تَوْحَدُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ وَ تُرَدُّ إِلَىٰ فَقَرَائِهِمْ﴾ ”زکوٰۃ ان (مسلمانوں) کے اغنیاء سے

(۱) [حسن: إرواء الغلیل (۸۴۳) ابن ماجہ (۱۸۲۷) کتاب الزکاة: باب صدقة الفطر]

(۲) [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ (۳۸۱/۲۵)]

(۳) [کما فی تمام المنة (ص/۳۸۸)]

(۴) [السیل الحرار (۸۶/۲)]

(۵) [تمام المنة (ص/۳۸۷)]

(۶) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۶۸/۳)]

(۷) [فقه الدلیل للدکتور عائض القرنی (ص/۲۱۱)]

وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے گی۔“ (۱)

(البانی) ”صدقہ فطر کسی ذی کو عطا کرنا جائز نہیں۔“ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی) انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ بالاجماع مسلمانوں کے فقراء پر ہی (صدقہ فطر) صرف کیا جائے گا۔ (۴)

تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(جمہور) اہل ذمہ کے لیے صدقہ فطر کی ادائیگی جائز نہیں۔

(ابوحنیفہ) جائز ہے۔ انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَ تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الممتحنة: ۸]

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (لیکن اس آیت میں جس نیکی کی ترغیب دلائی گئی ہے وہ نقلی صدقات سے ہے فرض زکوٰۃ سے نہیں)۔

اس مسئلے میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا صدقہ فطر کے جواز کا سبب صرف فقر ہے یا فقر اور اسلام دونوں؟ پس جنہوں نے فقر و اسلام دونوں کی شرط لگائی ہے وہ اہل ذمہ کے لیے صدقہ فطر کو ناجائز کہتے ہیں اور جنہوں نے صرف فقر کی شرط لگائی ہے ان کے نزدیک یہ صدقہ اہل ذمہ کے لیے بھی جائز ہے۔ (۵)

(سید سابق) انہوں نے اس مسئلے میں صرف اتنا ہی نقل کیا ہے کہ امام زہری، امام ابوحنیفہ، امام محمد، اور ابن شبرمہ نے صدقہ فطر سے ذی کو عطا کرنا جائز قرار دیا ہے۔ (۶)

(۱) [بدایۃ المجتہد (۱/۵۲۲)]

(۲) [تمام المنۃ (ص ۱۶۹)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۶۹)]

(۴) [فقه الزکاة (۲/۹۵۶)]

(۵) [کما فی بدایۃ المجتہد (۱/۵۲۳)]

(۶) [فقه السنة (۱/۳۷۴)]

نفلی صدقہ کا بیان

باب صدقہ التطوع

نفلی صدقہ کا معنی و مفہوم

”تطوع“ کا معنی ہے اپنی خوشی سے کوئی (ایسا نیکی کا) کام بجالانا (جو فرض نہ ہو)۔ (۱)
 لہذا نفلی صدقہ سے مراد وہ صدقہ ہو جو انسان پر واجب نہیں، انسان اپنی خوشی سے محض رضائے الہی کے حصول کے لیے اسے ادا کرے۔ اس صدقہ کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم اجر رکھا ہے اس لیے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لینا چاہیے۔

نفلی صدقہ کی ترغیب

- (۱) ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يقرضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً﴾ [البقرة: ۲۴۵]
 ”ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔“
- (۲) ﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَآثَرَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾ [البقرة: ۱۷۷]
 ”ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر فرشتوں پر کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھے والا ہو جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قربت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے اور غلاموں کو آزاد کرے۔“
- (۳) ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۶۱]
 ”جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کسادگی والا اور علم والا ہے۔“

- (۴) ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَبْيِئًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ حَبَّةٍ بِرَبْوَةٍ

أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أَكْثَلَهَا ضِعْفَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ﴿البقرة: ۲۶۵﴾

”ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس بارغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہوا اور اس پر زوردار بارش برے اور وہ اپنا پھل دگنٹا لائے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برے تو پھوار ہی کافی ہے۔“

(5) ﴿آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَعْلِفِينَ فِيهِ، فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ [الحديد: ۷]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے (یعنی یہ مال پہلے کسی اور کے پاس تھا) پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔“

(6) ﴿وَمَالَكُمْ أَلَّا تَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الحديد: ۱۰]

”تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (اکیلا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔“

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ! أَنْفِقْ عَلَيْكَ﴾

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اولادِ آدم! خرچ کرو (اس کے بدلے) میں تم پر خرچ کروں گا۔“ (۱)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اأَلْهَمُ أُعْطِيَ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَ يَقُولُ الْآخَرُ: اأَلْهَمُ أُعْطِيَ مُمَسِّكًا تَلَفًا﴾

”کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۵۳۵۲) کتاب النفقات: باب فضل النفقة على الأهل، مسلم (۹۹۳) کتاب الزکاة: باب الحث

على النفقة وتشير المنفق بالخلف، ترمذی (۳۰۴۵) ابن ماجہ (۱۹۷) ابن حبان (۷۲۵) احمد (۷۳۰۲)

(۲) [بخاری (۱۴۴۲) کتاب الزکاة: باب قول الله عز وجل: فاما من أعطى واتقى، مسلم (۱۰۱۰) کتاب

الزکاة: باب في المنفق والممسك، شرح السنة للبغوی (۱۶۵۷) احمد (۸۰۶۰) ابن حبان (۳۳۳۳)

(۹) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا ابْنَ آدَمَ! أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَأَنْ تُمَسِّكَهُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ﴾

”اولادِ آدم! اگر تو (ضرورت سے) زائد خرچ کرے تو تیرے لیے (دنیا و آخرت میں) بہتر ہے اور اگر تو اسے روک لے تو تیرے لیے برا ہے اور بقدر ضرورت مال پر تجھے ملامت نہیں کی جاسکتی اور مال خرچ کرتے وقت اپنے اہل و عیال سے ابتدا کر۔“ (۱)

رسول اللہ ﷺ کی خواہش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ لِيْ وَمِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا لَّسَرَّيْنِيْ أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَ عِنْدِيْ مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَزْصِدُّهُ لِذَيْنِ﴾

”اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کوئی چیز موجود ہو البتہ اس قدر مال کا کچھ خرچ نہیں جسے میں قرض (کی ادائیگی) کے لیے محفوظ کر لوں۔“ (۲)

بغیر شمار کیے خرچ کرنے کی نصیحت

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

﴿أَنْفَقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَلَا تُوعِيْ فَيُوعِيْ اللَّهُ عَلَيْكَ، أَرْضَحِيْ مَا اسْتَطَعْتَ﴾

”تم خرچ کرو اور شمار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں شمار کر کے دے گا اور بخل نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔ حسب استطاعت خرچ کرتی رہو۔“ (۳)

(۱) [مسلم (۱۰۳۶) کتاب الزکاة : باب بیان أن اليد العليا خير من اليد السفلى وأن اليد العليا هي المنفقة وأن

السفلى هي الآخذة، ترمذی (۲۳۴۳) کتاب الزهد : باب منه ' احمد (۲۲۳۲۸)

(۲) [بخاری (۷۲۲۸) کتاب التمني : باب تمنى الخير، مسلم (۹۹۱) کتاب الزکاة : باب تغليظ عقوبة من

لا يؤدى الزکاة، احمد (۷۴۸۹) ابن حبان (۳۲۱۴)

(۳) [بخاری (۱۴۳۴) کتاب الزکاة : باب الصدقة فيما استطاع، مسلم (۱۰۲۹) کتاب الزکاة : باب الحث في

الإتفاق وكراهة الإحصاء، نسائي في السنن الكبرى (۲۳۳۲/۲) احمد (۲۶۹۷۸) ابن حبان (۳۲۰۹) عبد

الرزاق (۲۰۰۵۶) طبرانی كبير (۳۳۷/۲۴) شرح السنة للبخوي (۱۶۵۵) بیہقی (۱۸۶/۴)

اپنا سب سے پسندیدہ مال خرچ کرنے کی ترغیب

(1) ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

[آل عمران: ۹۲]

”جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔“

(2) صحیح بخاری میں روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَحْلٍ وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُ حَاءَ ۚ وَكَانَتْ مُسْتَقْلَةً الْمَسْجِدِ ۚ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٌ ۚ قَالَ أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ آيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنْ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَى بَيْرِ حَاءَ ۚ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بَرَّهَا وَدُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ فَضَعُهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ ۚ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سَخِ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ ۚ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ ۚ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ ۚ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَحْعَلَها فِي الْأَقْرَبِينَ ۚ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَخَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنَى عَمَهُ﴾

”حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اور انہیں اپنے باغات میں سب سے زیادہ بیر حاء کا باغ پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا بیٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ”جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔“ تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔“ اور مجھے بیر حاء کا باغ سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ مناسب سمجھیں اسے استعمال کریں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خوب! یہ تو بڑا ہی آدمی کا مال ہے یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے اور جو بات تم نے کہی ہے میں نے وہ سن لی ہے اور میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے ڈالو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - وَكَانَ يُقَالُ لَهُ تَمْعٌ - وَكَانَ نَحْلًا - فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي اسْتَفْذْتُ مَالًا وَهُوَ عِنْدِي نَفِيسٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تَصْلُقَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَصْلُقُ بِأَصْلِهِ، لَا يَتَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ - تَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ﴾

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک جائیداد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وقف کر دی اس جائیداد کا نام تمغ تھا اور یہ ایک کھجور کا باغ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے ایک جائیداد ملی ہے اور میرے خیال میں وہ نہایت عمدہ ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اسے صدقہ کر دوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اصل مال کو یوں صدقہ کر دو کہ نہ اسے بیچا جاسکے نہ ہبہ کیا جاسکے اور نہ اس کا کوئی وارث بن سکے، صرف اس کا پھل استعمال ہو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا۔“

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

﴿أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا أَحَبَّ إِلَيَّ وَلَا أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهَا﴾

”مجھے ایسی زمین حاصل ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ پسندیدہ اور نفیس مال مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا۔“ (۲)

(4) حمزہ بن عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب یہ آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿ میرے سامنے آئی تو میں نے اُن (تمام) اشیاء کو یاد کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر رکھی تھیں:

(۱) [بخاری (۱۴۶۱) کتاب الزکوٰۃ: باب الزکوٰۃ علی الأقارب، مسلم (۹۹۸) کتاب الزکوٰۃ: باب فضل

النفقة والصدقة علی الأقربین والزوج والأولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین، ابو داود (۱۶۸۹) کتاب

الزکوٰۃ: باب فی صلة الرحم، موطا (۵۹۵/۲) احمد (۱۴۱/۳) دارمی (۱۶۵۵) ابن خزیمہ (۲۴۵۵):

شرح السنة للبغوی (۱۶۸۳) نسائی فی السنن الکبریٰ (۱۱۰۶۶/۶) بیہقی (۱۶۴/۶) شرح السنة

للبنیوی (۱۶۸۳) ابن حبان (۳۳۴۰)]

(۲) [بخاری (۲۷۶۴) کتاب الوصایا: باب وما للوصی أن يعمل فی مال الیتیم، مسلم (۱۶۳۳) کتاب

الوصیة: باب الوقف، ابن ماجہ (۲۳۹۷) کتاب الأحکام: باب من وقف، احمد (۱۱۴/۲) ابن حبان

(۴۸۹۹) نسائی فی السنن الکبریٰ (۶۴۲۴/۴) دارقطنی (۱۹۰/۴) بیہقی (۱۹۵/۶)]

﴿فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ حَارِيَّةٍ لِي رُومِيَّةٌ فَقُلْتُ: هِيَ حُرَّةٌ لَوْ جِئَهُ اللَّهُ﴾

”تو میں نے کوئی ایسی چیز نہیں پائی جو مجھے اپنی رومی لونڈی سے زیادہ پسند ہو۔ لہذا میں نے کہا‘ یہ

اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد ہے۔“ (۱)

معمولی چیز کے صدقہ کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے

(۱) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ﴾

”(جہنم کی) آگ سے بچو خواہ کھجور کی ایک گٹھلی ہی صدقہ کر دو۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿”مَنْ تَصَدَّقَ بِعَذْلِ تَمْرَةٍ“ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ - وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ - فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا

بِإِيمَانِهِ ثُمَّ يُرِيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَى أَحَدُكُمْ فَلَوْهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْحَبْلِ﴾

”جس نے پاکیزہ (یعنی حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی کے

صدقے کو ہی قبول کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دانے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے

فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے حتیٰ

کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“ (۳)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِحَارَتِهَا وَلَوْ فَرَسَيْنِ شَاةٍ﴾

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۶۵/۲)]

(۲) [بخاری (۱۴۱۷) کتاب الزکاة: باب اتقوا النار ولو بشق تمرة والقليل من الصدقة، مسلم (۱۰۱۶) کتاب

الزکاة: باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة وأنها حجاب من النار، ترمذی (۲۴۱۵)

کتاب صفة القيامة والرقائق والورع: باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص، ابن ماجہ (۱۸۵) مقلعة:

باب فيما أنكرت الجهمية، احمد (۱۸۲۷۶) نسائی (۲۵۵۲) نسائی فی السنن الکبری (۲۳۳۳) ابن حبان

(۳۳۱۱) طيالسی (۱۰۳۶) ابن أبی شیبہ (۱۱۰/۳) طبرانی کبیر (۲۰۷/۱۷) بیہقی (۱۷۶/۴)]

(۳) [بخاری (۱۴۱۰) کتاب الزکاة: باب الصدقة من كسب طيب، مسلم (۵۰۱۴) کتاب الزکاة: باب

قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، ترمذی (۶۶۱) کتاب الزکاة: باب ما جاء فی فضل الصدقة،

ابن ماجہ (۱۸۴۲) کتاب الزکاة: باب فضل الصدقة، نسائی فی السنن الکبری (۲۳۰۴/۲) دارمی

(۱۶۷۵) ابن حبان (۲۷۰) شرح السنة للمبغوی (۱۶۳۲)]

”اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوس اپنی پڑوس کو بدیدہ دینا حقیر نہ سمجھو اگرچہ بکری کے کھر ہی کیوں نہ ہوں۔“ (۱)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے ماگتی ہوئی آئی:

﴿فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا﴾

”میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہ تھا میں نے وہی اسے دے دی۔“ (۲)

(۵) حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ أَنْطَلِقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيَحْمِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ وَ

إِنْ لِيَعْضِيهِمُ الْيَوْمَ لِمِائَةِ أَلْفٍ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی

مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (کھجور یا جو وغیرہ) حاصل کرتے (اور اسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم

میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم و دینار) موجود ہیں۔“ (۳)

صرف حلال و پاکیزہ رزق سے ہی صدقہ کرنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ

الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اْعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ

عَلِيمٌ﴾ [المؤمنون: ۵۱] وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾

[البقرة: ۱۷۲] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبَّ! يَا رَبَّ! يَا

(۱) [بخاری (۲۵۶۶) کتابہ الہیہ وفضلہا والتحریر علیہا: باب 'مسلم' (۱۰۳۰) کتاب الزکوٰۃ: باب

الحث علی الصدقہ ولو بالقلیل ولا تمتنع من القلیل لاحتراره، ترمذی (۲۱۳۰) کتاب الولاء والہبہ: باب

فی حث النبی علی التہادی، احمد (۸۰۷۲)]

(۲) [بخاری (۱۴۱۸) کتاب الزکوٰۃ: باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ، مسلم (۲۶۲۹) کتاب البر والصلۃ

والآداب: باب فضل الإحسان إلی البنات، احمد (۲۴۶۲۶) ترمذی (۱۹۱۳) شرح السنۃ للبقوی

(۱۶۸۱) بیہقی (۴۷۸/۷)]

(۳) [بخاری (۱۴۱۶) کتاب الزکوٰۃ: باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقلیل من الصدقۃ، مسلم (۱۰۱۸)

کتاب الزکوٰۃ: باب الحمل أجرۃ یتصدق بہا والنہی الشدید عن تنقیص المتصدق بقلیل، ابن ماجہ

(۴۱۵۵) کتاب الزہد: باب معیشۃ أصحاب النبی، نسائی فی السنن الکبری (۱۱۲۲۳/۶) ابن حبان

(۳۳۳۸) طرابلسی (۶۰۹) ابن خزیمہ (۲۴۵۳) طبرانی کبیر (۵۳۳/۱۷) بیہقی (۱۱۷/۴)]

رَبِّ! وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ غَذَى بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَحَابَ لِذَلِكَ ﴿

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اے رسولو! پاکیزہ اشیاء سے کھاؤ اور نیک عمل کرو یقیناً میں جانتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔“ اور (ایک دوسرے مقام پر) فرمایا کہ ”اے ایمان والو! پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے اس کے بال پراگندہ ہے (جسم) غبار آلود ہے وہ آسمان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے کہ) اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا بھی حرام کا ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے اور اسے غذا بھی حرام کی دی جاتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔“ (۱)

صدقہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۖ فَأَصَّدَّقَ ۚ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [المنافقون: ۱۰]

”جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے اے پروردگار! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔“

(۲) ﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةَ وَلَا شَفَاعَةً﴾ [البقرة: ۲۵۴]

”اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت (کام آئے) گی نہ دوستی اور نہ شفاعت۔“

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَىٰ بِلَالٍ وَعِنْدَهُ صَبْرَةٌ مِنْ نَعْرِ ۖ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا بِلَالُ ۖ قَالَ: شَيْءٌ ادَّخَرْتُهُ لِنَعْدٍ ۖ فَقَالَ: أَمَّا تَخْشَىٰ أَنْ تَرَىٰ لَهُ عَذَابًا بُخَارًا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ أَنْفَقْ يَا بِلَالُ ۚ أَوْ

(۱) [مسلم (۱۰۱۵) کتاب الزکوٰۃ: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، ترمذی (۲۹۸۹) کتاب

تفسير القرآن: باب ومن سورة البقرة، احمد (۸۳۵۶)]

لَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِلَّا لَا ﴿

”نبی کریم ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (آپ ﷺ نے دیکھا کہ) اُن کے پاس مجبوروں کا ڈمیر ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے بلال! یہ کیا ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے میں نے کل کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے ڈرنے لگتا کہ قیامت کے دن تجھے جہنم کی آگ میں اس کا بخار پہنچے۔ اے بلال! اخراج کر اور عرش والے (رب) سے نہ ڈر کہ وہ تجھے فقیر بنا دے گا۔“ (۱)

اُس وقت سے پہلے صدقہ کرنے کی ترغیب جب کوئی لینے والا نہ ہوگا

(۱) حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿تَصَدَّقُوا "فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَى كُمْ زَمَانٌ يَمُشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا" يَقُولُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتُ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا﴾
 ”صدقہ کرو ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ، فَيَفِضُ، حَتَّى يَهُمَّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَحَتَّى يَعْزِضَهُ يَقُولُ الَّذِي يَعْزِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرْبَ لِي﴾
 ”قیامت آنے سے پہلے مال و دولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس قدر مال دار ہو جائیں گے کہ اس وقت صاحب مال کو اس کی فکر ہوگی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہ جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں۔“ (۳)

(۱) [صحیح: هذاية الرواة (۲۸۶/۲)؛ (۱۸۲۶) الصحيحة (۲۶۶۱) الترغيب (۴۰/۲) يهتفي في شعب

الإيمان (۱۳۴۵)]

(۲) [بخاری (۱۴۱۱) كتاب الزكاة: باب الصدقة قبل الرد' مسلم (۱۰۱۱) كتاب الزكاة: باب الترغيب في

الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها' احمد (۱۸۷۵۱) نسائي في السنن الكبرى (۲۳۳۶/۲) ابن حبان

(۶۶۷۸) ابن أبي شيبة (۱۱۱/۳) أبو يعلى (۱۴۷۵) طبرانی كبير (۳۲۵۹) طيالسي (۱۲۳۹)]

(۳) [بخاری (۱۴۱۲) كتاب الزكاة: باب الصدقة قبل الرد' مسلم (۱۵۷) كتاب الزكاة: باب الترغيب في

الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها' احمد (۸۱۴۱) ابن حبان (۶۶۸۰) شرح السنة للبيهقي (۴۲۴۴)]

صدقہ کا سفارشی بھی اجر سے محروم نہیں رہتا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طَلَبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ: اشْفَعُوا تُوجَرُوا، وَيَقْضَى اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ﴾

”رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ ﷺ صحابہ کرام سے فرماتے کہ تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔“ (۱)

صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا

جیسا کہ صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ باب ”زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کے فوائد کا بیان“ کا مطالعہ کیجئے۔

صدقہ دے کر نہ تو واپس لینا چاہیے اور نہ ہی اسے خریدنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَجَدَهُ يَتَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى لَبِيًّا ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فَقَالَ: لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، فَبَدَّلَكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَتْرُكُ أَنْ يَتَنَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً﴾

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں صدقہ کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں اور اجازت لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ اسی وجہ سے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دیا ہوا کوئی صدقہ خرید لیتے تو پھر اسے صدقہ کر دیتے تھے۔“

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

(۱) [بخاری (۱۴۳۲) کتاب الزکوٰۃ: باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها، مسلم (۲۶۲۷) کتاب البر والصلة والآداب: باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام، ابو داود (۵۱۳۱) کتاب الأدب: باب في الشفاعة، ترمذی (۲۶۷۲) کتاب العلم: باب ما جاء الدال على الخير كفعله، احمد (۱۹۶۰۱) نسائی فی السنن الكبرى (۲۳۳۷/۲) ابن حبان (۵۳۱)]

﴿حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَضَاعَهُ الدِّيُّ كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أُشْتَرِيَهُ - وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ - فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِي وَلَا تَعْزِي فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَ بِدْرَهُمْ فَإِنَّ الْعَالِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَالِدِ فِي قَبِيلِهِ﴾

”میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں سواری کے لیے ایک شخص کو دے دیا۔ لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی طرح ہے۔“ (۱)

(شیخ سلیم الہمالی) صدقہ دے کر واپس لینا حرام ہے۔ (۲)

عورت اپنے شوہر کی رضامندی سے اس کے مال سے صدقہ کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا انْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا انْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَتْ، وَلِلْحَاظِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا﴾

”جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے صدقہ کرے (بشرطیکہ وہ صدقہ میں) اسراف نہ کرے تو اسے اس کے صدقہ کی وجہ سے اجر حاصل ہوگا اور اس کے شوہر کو بھی اجر ملے گا کیونکہ اس نے مال کمایا، نیز خزانچی کو بھی اجر ملے گا اور ایک کا اجر دوسرے کے اجر میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۴۸۹)، (۱۴۹۰) کتاب الزکاة: باب هل يشتري صدقته؟، مسلم (۱۶۲۰) کتاب الہیات: باب كراهة شراء الإنسان ما تصدق به ممن تصدق عليه، ابن ماجہ (۲۳۹۰) کتاب الأحکام: باب الرجوع في الصدقة، نسائي في السنن الكبرى (۲۳۹۷/۲) حمیدی (۱۵) ابن حبان (۵۱۲۵) شرح السنة للبغوی (۱۷۰۰) بیہقی (۱۵۱/۴)]

(۲) [موسوعة المناهي الشرعية (۶۷/۲)]

(۳) [بخاری (۱۴۳۷) کتاب الزکاة: باب أجر الخادم إذا تصدق بأمر صاحبه غير مفسد، مسلم (۱۰۲۴) کتاب الزکاة: باب أجر الحازن الأمين والمرأة إذا تصدقت من بيت زوجها غير مفسدة بإذنه الصريح أو العرفي، ابو داود (۱۶۸۵) کتاب الزکاة: باب المرأة تصدق من بيت زوجها، ترمذی (۶۷۲) کتاب الزکاة: باب في نفقة المرأة من بيت زوجها، ابن ماجہ (۲۲۹۴) کتاب التہارات: باب مال للمرأة من مال زوجها، نسائي في السنن الكبرى (۲۳۴۱/۲) ابن حبان (۳۳۵۸) بیہقی (۱۹۲/۴) احمد (۲۴۲۲۶)]

جس روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا انْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ﴾

”جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہے تو عورت کو نصف ثواب

ملے گا۔“ (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تفصیلی طور پر (یعنی خاص اُس چیز کے متعلق) تو شوہر نے اجازت نہ دی ہو البتہ اجمالی طور پر عورت کو اجازت حاصل ہو اور وہ کوئی ایسی معمولی چیز ہی صدقہ کرے کہ جس کے متعلق عموماً مالک کی رضامندی ہی ہوتی ہے تو وہ نصف اجر کی حقدار ہے (کیونکہ باقی نصف اجر تو کمانے کی وجہ سے شوہر کا ہی ہے) اور اگر وہ شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی ایسی چیز صدقہ کر دیتی ہے جو معمولی نہ ہو تو وہ صدقہ اس کے لیے باعث اجر نہیں بلکہ باعث وبال ہوگا جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ حجتہ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرما رہے تھے کہ

﴿لَا تَنْفِقِ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ:

ذَلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا﴾

”کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا

گیا کہ اے اللہ کے رسول! کھانا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو ہمارے عمدہ اموال میں سے ہے۔“ (۲)

(مجتبی السنہ) عام علماء کی یہی رائے ہے کہ عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا جائز نہیں اور یہی حکم خادم کا ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) دراصل کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے الا کہ جو بہت معمولی چیز ہو۔ (۴)

(۱) [بخاری (۵۳۶۰) کتاب النفقات : باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها ونفقة الولد، مسلم (۱۰۲۶) کتاب الزکاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه، ابو داود (۱۶۸۷) کتاب الزکاة : باب المرأة تصدق من بيت زوجها، احمد (۸۱۹۵) عبد الرزاق (۷۸۸۶) ابن حبان (۳۵۷۲) شرح السنة للبغوی (۱۶۹۴) بیہقی (۱۹۲/۴)]

(۲) [حسن : هداية الرواة (۳۰۸/۲) (۱۸۹۳) صحيح ترمذی، ترمذی (۶۷۰) کتاب الزکاة : باب فی نفقة المرأة من بيت زوجها، ابن ماجة (۲۲۹۵) کتاب التجارات : باب ما للمرأة من مال زوجها]

(۳) [شرح السنة (۴۴۱/۳)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸۱/۱۰)]

کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی مال صدقہ کر سکتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَخْزُرُ لِمَرْأَةٍ عَطِيَّةٌ فِي مَالِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا﴾

”کسی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے بھی عطیہ دینا جائز نہیں۔“ (۱)

(البانیؒ) اس روایت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ حدیث..... اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت اپنے خاص مال کو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتی اور یہ اُس حکمرانی کی تکمیل میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے عورت پر مقرر فرمایا ہے۔ لیکن شوہر کے لیے بھی جائز نہیں (جبکہ وہ سچا مسلمان ہو) کہ وہ اس حکم کا (ناجائز) فائدہ اٹھاتے ہوئے عورت پر کسی قسم کی زبردستی کرے یا اسے اس کے (ذاتی) مال میں بھی تصرف سے روکے۔ (۲)

(شیخ سلیم الہدالی) عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا (ذاتی) مال بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ (۳)

میت کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي أَفْطَلَتْ نَفْسُهَا، وَأَطْلَتْهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقْتُ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ﴾

”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ و خیرات کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔“ (۴)

(۱) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۸۲۵)]

(۲) [الصحيح (۴۰۶/۲)]

(۳) [موسوعة المناهي الشرعية (۷۶/۲)]

(۴) [بخاری (۱۳۸۸) کتاب الجنائز: باب موت الفحاة البغاة، مسلم (۱۰۰۴) کتاب الزکاة: باب وصول

ثواب الصدقة عن الميت إليه، ابن ماجہ (۲۷۱۷) کتاب الوصایا: باب من مات ولم یوص هل یتصدق

عنه، نسائی (۳۶۵۱) ابن حبان (۳۳۵۳) ابن خزیمہ (۲۴۹۹) بیہقی (۲۷۷/۶) مؤطا (۱۴۹۰)]

(2) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

﴿إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ﴾

”میری والدہ فوت ہو گئی ہے کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔“ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوری) علمائے اہل السنہ والجماعہ کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان دونوں (یعنی صدقہ اور دعا) کا نفع میت کو پہنچتا ہے۔ (۲)

افضل صدقہ

احادیث میں مختلف قسم کے صدقات کو افضل کہا گیا ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

① جس کے بعد بھی انسان غنی رہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿"خَيْرُ الصَّدَقَةِ" مَا كَانَ عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ﴾

”بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔“ (۳)

② جو تندرستی اور مال کے لالچ کے زمانہ میں دیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَكْثَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: أَنْ

تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَاحِبُ شَحِيحٍ تَحْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُمَهِّلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ الْحُلُقُومَ قُلْتُ:

لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ﴾

”ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کس طرح کے

صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود

کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیہ کی کاڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور اُمید ہو اور (اس صدقہ میں) ڈھیل

نہیں ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آجائے تو اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا

(۱) [حسن: صحيح نسائي (۳۴۲۵) كتاب الوصايا: باب فضل الصدقة عن الميت، نسائي (۳۶۹۴)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳۸۵/۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۲۶) كتاب الزكاة: باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى، ابو داود (۱۶۷۶) كتاب الزكاة: باب

الرجل يخرج من ماله، دارمی (۱۵۹۲) كتاب الزكاة، احمد (۱۰۳۹۸)]

حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔“ (۱)

③ جو اپنے اہل و عیال، جہادی سواری اور مجاہد ساتھیوں پر کیا جائے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿“أَفْضَلُ دِينَارٍ” يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارًا عَلَى عِيَالِهِ، وَدِينَارًا يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَدِينَارًا يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”زیادہ فضیلت والا دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے کوئی اپنے اُس جانور پر خرچ کرے جو اللہ کی راہ میں لڑائی کے لیے (باندھا ہوا ہے) اور وہ دینار ہے جسے کوئی اللہ کی راہ میں اپنے (مجاہد) ساتھیوں پر خرچ کرے۔“ (۲)

④ راہ جہاد میں خیمہ، خادم یا سواری دینا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿“أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ” ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمِنْبَحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”افضل صدقہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خیمے کا سایہ، خادم یا جفتی کے قابل اونٹنی مہیا کی جائے۔“ (۳)

⑤ پانی پلانا:

(۱) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿قُلْتُ: فَأَيُّ صَدَقَةٍ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقَى الْمَاءِ﴾

(۱) [بخاری (۱۴۱۹) کتاب الزکوٰۃ: باب أى الصدقة أفضل وصدقة الشحيح الصحيح، مسلم (۱۰۳۲)]

کتاب الزکوٰۃ: باب بیان أن أفضل الصدقة، صدقة الشحيح الصحيح، ابو داود (۲۸۶۵) کتاب الوصایا:

باب ما جاء فى كراهية الإضرار فى الوصية، ابن ماجه (۲۷۰۶) کتاب الوصایا: باب النهى عن الإمساك

فى الحياة والتبذير عند الموت، ابن خزيمة (۲۴۵۴) شرح السنة للبغوی (۱۶۷۱) احمد (۷۱۶۲)]

(۲) [مسلم (۹۹۴) کتاب الزکوٰۃ: باب فضل الصدقة على العیال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم

عنهم، ترمذی (۱۹۶۶) کتاب البر والصلة: باب ما جاء فى النفقة فى الأهل، ابن ماجه (۲۷۶۰) کتاب

الجهاد: باب فضل النفقة فى سبيل الله، بخاری فى الأدب المفرد (۷۴۸) احمد (۲۲۴۶۹) طيالسی

(۹۸۷) بیہقی (۱۷۸/۴) نسائی فى السنن الكبرى (۹۱۸۲/۵) ابن حبان (۴۲۴۲)]

(۳) [صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۱۶۲۷) کتاب فضائل الجهاد: باب ما جاء فى فضل الخدمة فى

سبيل الله]

”میں نے عرض کیا، کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پانی پلانا۔“ (۱)

⑥ کم مال والے کا صدقہ:

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

﴿أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟﴾ قَالَ: جَهْدُ الْمُقِلِّ ﴿﴾

”کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کم مال والے کا۔“ (۲)

افضل صدقہ کے متعلق چند ضعیف روایات:

(۱) جس روایت میں ہے کہ

﴿”أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ“ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمُهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ﴾

”افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم سیکھے پھر اسے اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۳)

(۲) حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿”أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ“ ؟ ابْنْتُكَ مَرْدُودَةً إِلَيْكَ، لَيْسَ لَهَا كَتَابٌ غَيْرُكَ﴾

”کیا میں تمہیں افضل صدقہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ (وہ یہ ہے کہ) تمہاری بہن تمہاری طرف (طلاق وغیرہ

کی وجہ سے) لوٹا دی جائے اور اس کے لیے تمہارے علاوہ کوئی کمانے والا نہ ہو۔“ (۴)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا:

﴿فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟﴾ قَالَ: الصَّدَقَةُ فِي رَمَضَانَ ﴿﴾

”کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں صدقہ کرنا۔“ (۵)

(۱) [حسن: صحيح نسائي (۳۴۲۵) كتاب الوصايا: باب فضل الصدقة عن الميت، نسائي (۳۶۹۴)]

(۲) [صحيح: هداية الرواة (۲۰۳/۲) إرواء الغليل (۸۳۴)، الصحيحة (۵۶۶) ابو داود (۱۶۷۷)]

كتاب الزكاة: باب في الرخصة في ذلك

(۳) [ضعيف: ضعيف ابن ماجة (۴۷) مقدمة: باب ثواب معلم الناس الخير، ابن ماجة (۲۴۳) إرواء الغليل

(۲۹/۶) التعليق الرغيب (۵۷/۱)]

(۴) [ضعيف: ضعيف ابن ماجة (۸۰۱) كتاب الأدب: باب بر الوالد والإحسان إلى البنات، ابن ماجة

(۳۶۶۷) السلسلة الضعيفة (۴۸۲۲)]

(۵) [ضعيف: ضعيف ترمذی (۱۰۴) كتاب الزكاة: باب ما جاء في فضل الصدقة، إرواء الغليل (۸۸۹)]

ترمذی (۶۶۳)]

کل آمدنی کا تیسرا حصہ صدقہ کرنے والے پر اللہ کا خصوصی فضل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿يَبْنَا رَجُلٌ بَقْلًا مِّنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ، اسْتَحْيَا حَدِيْقَةَ فُلَانٍ فَفَتَحَى ذَلِكَ السَّحَابَ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شُرْجَةٌ مِّنَ الشَّرَاجِ قَدْ اسْتَوْعَبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَبَعَ الْمَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيْقَتِهِ، يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمَسْحَاتِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! مَا اسْمُكَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْأَسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هَذَا مَاءُهُ، يَقُولُ اسْتَحْيَا حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِأَسْمِكَ، فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ قَالَ: أَمَّا إِذْ قُلْتُ هَذَا "لِنَانِي أَنْظُرَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَاتَّصَلْتُ بِثَلَاثَةٍ وَأَكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثَلَاثًا وَأُرَدُّ فِيْهَا ثَلَاثَةً"﴾

”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی چٹیل میدان میں تھا۔ اس نے ایک بادل سے آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلاؤ۔ چنانچہ بادل اس طرف چلا اور ایک سنگلاخ زمین میں بارش برسی تو سارا پانی ایک تالے میں اکٹھا ہو گیا۔ پھر وہ شخص تالے کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ (بالآخر) اس نے دیکھا کہ ایک آدمی باغچے میں کھڑا ہے اور نیلچے کے ساتھ پانی اِدھر اُدھر تقسیم کر رہا ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: میرا نام فلاں ہے۔ یہ وہی نام تھا جسے اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا: اے اللہ کے بندے! تو مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل سے آواز سنی تھی جس سے یہ پانی برسا ہے کہ فلاں نام کے آدمی کے باغچے کو پانی سے سیراب کرو۔ (مجھے بتاؤ) تم اس میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جب تم کہتے ہو تو میں بتا ہی دیتا ہوں کہ میں اس کی آمدن کا جائزہ لیتا ہوں، پھر ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں، ایک تہائی سے میرے اور میرے اہل و عیال کے اخراجات ہوتے ہیں اور بقیہ ایک تہائی اسی باغ میں صرف کر دیتا ہوں۔“ (۱)

نفلی صدقہ کے زیادہ مستحق لوگ

نفلی طور پر صدقہ و خیرات کے زیادہ مستحق لوگ صدقہ کرنے والے کے اہل و عیال اور پھر وہ ہیں جو درجہ بدرجہ اس کے قریبی ہوں جیسا کہ مندرجہ ذیل صحیح احادیث کی روشنی میں یہی بات واضح ہوتی ہے:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے لیے فرمایا:

(۱) [مسلم (۲۹۸۴) کتاب الزہد والرفائق: باب الصدقة علی المسکین، ابن حبان (۳۳۵۵) احمد

(۷۹۴۶) أبو نعیم فی الحلیۃ (۲۷۵/۳) بیہقی (۱۳۳/۴)]

﴿ اِبْدَا بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا ، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهَكَذَا وَ هَكَذَا ﴾

”اپنے آپ سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو اگر کچھ زائد ہو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو اگر کچھ گھر والوں کی ضرورت سے بھی زائد ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرو اور اگر قریبی رشتہ داروں کی ضرورت سے بھی کچھ زائد ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح (یعنی اپنے دائیں بائیں اور سامنے کے لوگوں پر) خرچ کرو۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَ دِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مَسْكِينٍ وَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ؛ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ﴾

”ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے گردن آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔ ان سب میں سے زیادہ ثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا۔“ (۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْنِدِي دِينَارٌ فَقَالَ : تَصَدَّقِي بِهِ عَلَى نَفْسِكَ ، قَالَ : عِنْدِي آخَرُ ، قَالَ تَصَدَّقِي بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ أَوْ قَالَ زَوْجِكَ ، قَالَ : عِنْدِي آخَرُ ، قَالَ : تَصَدَّقِي بِهِ عَلَى خَادِمِكَ ، قَالَ : عِنْدِي آخَرُ ، قَالَ : أَنْتِ أَبْصَرُ ﴾

”نبی کریم ﷺ نے صدقہ و خیرات کا حکم دیا تو ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے (اسے میں کہاں خرچ کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے آپ پر خرچ کر لو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی بیوی پر خرچ کر لو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے خادم پر خرچ کر لو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ

(۱) [مسلم (۹۹۷) کتاب الزکوٰۃ : باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة] ابو داود (۳۹۵۷) کتاب العتق : باب فی بیع المدبر ، ترمذی (۱۲۱۹) کتاب البیوع : باب ما جاء فی بیع المدبر ، نسائی (۳۰۴۱۷) احمد (۳۶۹۳) ابن حبان (۳۳۳۹) عبد الرزاق (۱۶۶۶۲) شرح السنة للبغوی (۲۴۲۶) حمیدی (۱۲۲۲) أبو یعلیٰ (۱۹۲۵)]

(۲) [مسلم (۹۹۵) کتاب الزکوٰۃ : باب فضل النفقة علی العیال والمملوک وإثم من ضیعهم أو حبس نفقتهم عنهم] احمد (۱۰۱۲۵)

میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اسے وہاں خرچ کر لو جہاں تم مناسب سمجھو۔“ (۱)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْسِبَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوَّتَهُ﴾

”آدمی کو گناہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اس کی خوراک روک دے جس (کی خوراک) کا وہ ذمہ دار ہے۔“ (۲)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ﴾

”(صدقہ کی) ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرو۔“ (۳)

(6) حضرت میمونہ بن حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أَنَّهَا أُعْتِقَتْ وَلَيْدَةً فَمِنْ زَكَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: لَوْ

أَعْطَيْتُهَا أَخَوَالِكَ تَمَّانَ أَعْظَمَ لَأَجْرِكَ﴾

”انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک لونڈی آزاد کی اور پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو

آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تو اسے اپنے ماموں کو بطور عطیہ دیتی تو تجھے (آزاد کرنے سے) زیادہ ثواب ملتا۔“ (۴)

(7) حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں شامل ہیں یعنی صدقہ

اور صلہ رحمی۔“ (۵)

(۱) [حسن: صحیح ابو داود (۱۴۸۳) کتاب الزکاة: باب فی صلة الرحم، ابو داود (۱۶۹۱) احمد

(۲۵۱۱۲) طبری (۴۱۷۰) ابن حبان (۳۳۳۷) مستدرک حاکم (۴۱۵/۱) وفی مسلم (۹۹۵) کتاب

الزکاة: باب فضل النفقة علی العیال والمملوک، معناه]

(۲) [مسلم (۹۹۶) کتاب الزکاة: باب فضل النفقة علی العیال والمملوک وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم

عنهم، أبو نعيم فی الحلیة (۱۲۲/۴) ابن حبان (۴۲۴۱)]

(۳) [صحیح: هداية الرواة (۳۰۳/۲) إرواء الغلیل (۸۳۴)، الصحيحة (۵۶۶) ابو داود (۱۶۷۷)

کتاب الزکاة: باب فی الرخصة فی ذلك]

(۴) [سعی (۲۵۹۲) کتاب الهیة وفضلها والتحریر علیها: باب هبة المرأة لغير زوجها وعقها إذا كان لها

زوج، مسلم (۹۹۹) کتاب الزکاة: باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین والزوج والأولاد والوالدین

ولو كانوا مشرکین، احمد (۲۶۸۸۱) طبرانی کبیر (۱۰۶۷/۲۳) شرح السنة للبیہقی (۱۶۷۸) بیہقی

(۱۷۹/۴) نسائی فی السنن الکبری (۴۹۳۱/۳)]

(۵) [صحیح: صحیح ابن ماجه (۱۴۹۴) ترمذی (۶۵۸)]

(8) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

﴿إِن لِّي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكَ يَا بَابَا﴾

”میرے دو پڑوسی ہیں میں ان دونوں میں سے کسے ہدیہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے جس کا

دروازہ تیرے زیادہ قریب ہے۔“ (۱)

ہر نیکی کا کام صدقہ ہے

(1) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ﴾

”ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔“ (۲)

(2) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ، وَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ، قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ، قَالَ: فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيَمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ﴾

”ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے کہا کہ اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر کسی حاجت مند، مصیبت زدہ کی مدد کر دے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے۔ یہی اس کا صدقہ ہے۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۲۵۹۵) کتاب الہبۃ وفضلہا والتحریر علیہا: باب بمن یدأ بالہدیۃ]

(۲) [بخاری (۶۰۲۱) کتاب الأدب: باب کل معروف صدقہ، مسلم (۱۰۰۵) کتاب الزکوٰۃ: باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ابو داود (۴۹۴۷) کتاب الأدب: باب فی المعونة للمسلم، احمد (۲۳۴۳۰) بخاری فی الأدب المفرد (۲۳۳) ابن حبان (۳۳۷۸) أبو نعیم فی الحلیۃ (۱۹۴/۷) بیہقی (۱۸۸/۱) ابن أبی شیبۃ (۵۴۸/۸)]

(۳) [بخاری (۱۴۴۵) کتاب الزکوٰۃ: باب علی کل مسلم صدقۃ فمن لم يجد فليعمل بالمعروف، مسلم (۱۰۰۸) کتاب الزکوٰۃ: باب أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، بخاری فی الأدب المفرد (۲۲۵) شرح السنۃ للبغوی (۱۶۴۳) احمد (۱۹۵۴۸)]

(3) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنْ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَفِي بَضْعٍ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيَا نَبِيٍّ أَحَدُنَا شَهَوَتُهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ، أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وَزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ، كَانَ لَهُ أَجْرٌ﴾

”سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے، برے کام سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارے ایک کی شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے ایک شخص جب اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے بتاؤ کہ اگر وہ اپنی خواہش حرام طریقے سے پوری کرتا تو کیا اس وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کرے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔“ (۱)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتْنَيْنِ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصَلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ، وَحَمَدَ اللَّهَ، وَهَلَّلَ اللَّهَ، وَسَبَّحَ اللَّهَ، وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً، أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتْنَيْنِ وَالثَّلَاثِمِائَةِ، فَإِنَّهُ يُعْمَلُ يَوْمَئِذٍ وَفَدَّ زَحْرَجَ نَفْسُهُ عَنِ النَّارِ﴾

”اولادِ آدم میں سے ہر شخص کو تین سو ساٹھ (360) جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ پس جس نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الہ الا اللہ کہا، سبحان اللہ کہا، اللہ سے استغفار کیا، لوگوں کے راستے سے کوئی پتھریا کاٹنا یا ہڈی کو ہٹایا، نیکی کا حکم دیا، برائی سے منع کیا، (اس نے یہ تمام کام) تین سو ساٹھ کے عدد کے برابر کیے تو یقیناً وہ اس روز زمین پر اس حال میں چلے گا کہ اس نے خود کو (جہنم کی) آگ سے دور کر لیا۔“ (۲)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ: يَعْدِلُ بَيْنَ الْإِنْسَانَيْنِ صَدَقَةٌ، وَ

(۱) [مسلم (۱۰۰۶) کتاب الزکوٰۃ: باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، بخاری فی

الأدب المفرد (۲۲۷) احمد (۲۱۵۲۹)]

(۲) [مسلم (۱۰۰۷) کتاب الزکوٰۃ: باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ابن حبان

(۳۳۸۰) بیہقی (۱۸۸/۴)]

يُعِينُ الرَّجُلُ عَلَى ذَاتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَيُعِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ ﴿﴾

”ہر شخص کے تمام جوڑوں پر ہر روز صدقہ ضروری ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے، کسی آدمی کو اس کی سواری پر (بٹھانے میں) مدد کرنا سواری پر اس کا سامان رکھنا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، ہر وہ قدم جو نماز کی طرف اٹھایا جائے صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔“ (۱)

جس مسلمان کی فصل یا باغ سے کوئی جاندار کچھ کھا جائے تو وہ صدقہ ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ ﴾

”جو مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چار پائیہ کچھ کھا جائے تو وہ اس کے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے۔“ (۲)

کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْحَنَّةِ وَاللَّحْنَةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ ﴾

”جس شخص نے کسی چیز کا جوڑا (یعنی دو کپڑے، دو گھوڑے وغیرہ) اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو اسے (جنت میں داخلے کے لیے) جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۲۹۸۹) کتاب الجہاد والسمیر: باب من أخذ بالركاب ونحوه، مسلم (۱۰۰۹) کتاب الزکوٰۃ: باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ابن حبان (۳۳۸۱) شرح السنة للبخاری (۱۶۴۵) احمد (۸۱۸۹) بیہقی (۱۸۷/۴)]

(۲) [بخاری (۶۰۱۲) کتاب الأدب: باب رحمة الناس والبهائم، مسلم (۱۵۵۳) کتاب المساقاة: باب فضل الغرس والزرع، ترمذی (۱۳۸۲) کتاب الأحکام: باب ما جاء في فضل الغرس، احمد (۱۲۴۹۷)]

(۳) [بخاری (۳۶۶۶) کتاب المناقب: باب قول النبي لو كنت متخذًا حليلاً، مسلم (۱۰۲۷) کتاب الزکوٰۃ: باب من جمع الصدقة وأعمال البر، ترمذی (۳۶۷۴) کتاب المناقب: باب في مناقب أبي بكر وعمر كليهما، نسائي في السنن الكبرى (۲۵۴۶/۲) ابن حبان (۳۰۸) ابن أبي شيبة (۷/۳) بیہقی (۱۷۱/۹) احمد (۸۷۹۷) مؤطا (۱۰۲۱)]

صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ﴾

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں (3) نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (۱)

حیوانوں پر صدقہ کی فضیلت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَنْسَا رَحْلَ يَمَشِي فَاثْنَدَ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِقَرَا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يُلْهَثُ بِأُكُلِ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ بِي، فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِقَبِيهِ، ثُمَّ رَفَعَ فَهَقَّى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَعَفَّرَ لَهُ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَإِنْ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرٌ؟ قَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبِيَةٌ أَجْرٌ﴾

”ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگ گئی۔ اس نے ایک کنوئیں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (دل میں) کہا کہ یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ کنوئیں میں اتر اور) اپنے چڑے کے موزے کو بھر کر اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا اور کتے کو پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے لیے چوپایوں میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر جاندار میں اجر ہے۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۱۶۳۱) کتاب الوصیۃ: باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد المیت، الأدب المفرد للبخاری (۳۸) أبو داود (۲۸۸۰) نسائی (۱۲۹/۲) مشکل الآثار (۸۵۱/۱) بیہقی (۲۷۸/۶) أحمد (۳۷۲/۲) ابن حبان (۳۰۱۶) بغوی (۱۳۹) نسائی فی السنن الکبریٰ (۶۴۷۸/۴)]

(۲) [بخاری (۲۳۶۳) کتاب المساقاۃ: باب فضل سقی الماء، مسلم (۲۲۴۴) کتاب السلام: باب فی سقائ البہائم المحترمة وإطعامها، أبو داود (۲۵۰۰) کتاب الجہاد: باب ما یؤمر بہ من القيام علی الدواب والبهائم، ابن حبان (۵۴۴) بیہقی (۱۸۵/۴) أحمد (۸۸۸۳) الأدب المفرد (۳۷۸)]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ

﴿غَفِرَ لِمَرْأَةٍ مِّمَّنْ مَاتَتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَجُلٍ يَلْهَثُ قَالَ كَذَّابُ قَتْلُهُ الْعَطَشُ فَتَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْقَعَتْهُ بِحِمَارِهَا فَتَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فُغْفِرَ لَهُ بِذَلِكَ﴾

”ایک زانیہ عورت کو بخش دیا گیا جو ایک کتے کے پاس سے گزری اور وہ ایسے کنوئیں کے قریب تھا جس کی منڈی نہیں تھی۔ وہ (شدتِ پیاس کے باعث) زبان باہر نکالے ہوئے تھا اور قریب تھا کہ پیاس اسے مار ڈالے۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتار کر اسے اپنے دوپٹے کے ساتھ باندھا اور پھر کتے کے لیے (کنوئیں سے) پانی نکالا تو اسے اس عمل کی وجہ سے بخش دیا گیا۔“ (۱)

رمضان میں صدقہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ بَعْضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ﴾

”نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ بخشنے والے تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبریل آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ چلتے ہوئے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں بخشنے لگتے تھے۔“ (۲)

(۱) [بخاری (۳۳۲۱) کتاب بدء الخلق : باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه، مسلم (۲۲۴۵)

کتاب السلام : باب فضل ساقی البهائم المحترمة وإطعامها، ابن حبان (۳۸۶) بیہقی (۱۴۱۸) احمد

[(۱۰۶۲۶)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۲) کتاب الصوم : باب أجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان، مسلم (۲۳۰۸)

کتاب الفضائل : باب كان النبي أجود الناس بالخير من الريح المرسلة، ترمذی فی الشمائل (۳۴۷)

نسائی فی السنن الكبرى (۷۹۹۳/۵) ابن حبان (۳۴۴۰) ابن ابی شیبہ (۱۰۲/۹) ابن خزيمة

[(۱۸۸۹)]

عشرہ ذوالحجہ میں صدقہ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ ' يَعْنِي: أَيَّامُ الْعَشْرِ ' قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؛ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ ﴾

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان دنوں یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دنوں کے نیک عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔ (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔“ (۱)

کیا انسان اپنا سارا مال صدقہ کر سکتا ہے؟

اس مسئلے کی بنیاد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے:

﴿ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَأَفَقَ ذَلِكَ عِنْدِي مَا لَا، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا، قَالَ: فَحِثُّ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ فَقُلْتُ: بِنِصْفِهِ، وَآتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ فَقَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، قُلْتُ: لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا ﴾

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اسی دوران میرے پاس کچھ مال آ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر کسی روز میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے سکوں تو آج کے دن میں ان سے سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لے کر آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) دریافت کیا، تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ تو میں نے کہا اس کی مثل (یعنی آدھا چھوڑ آیا ہوں)۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو

(۱) [بخاری (۹۶۹) کتاب العیدین: باب فضل العمل فی ایام التشریق، أبو داود (۲۴۳۸) کتاب الزکوٰۃ:

باب فی صوم العشر، ترمذی (۷۵۷) کتاب الصوم: باب ما جاء فی العمل فی ایام العشر، ابن ماجہ:

(۱۷۲۷) دارمی (۱۷۸۰، ۱۷۸۱) أحمد (۲۲۴۱) شرح السنة (۱۱۲۵)

انہوں نے کہا میں ان کے لیے (صرف) اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے خیال کیا کہ میں کبھی بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔“ (۱)

(البانی) شیخ حسین بن عودہ رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ”البانی“ سے اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا جو شخص قوتِ ایمان میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مانند ہو اور اس کے گھروالے بھی قوتِ ایمان میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھروالوں کی مانند ہوں تو اس کے لیے سارے مال کا صدقہ کرنا جائز ہے۔ تو کیا ایسا کبھی ممکن ہے؟ (یقیناً نہیں) لہذا یہ صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خاص تھا۔ (۲)

اس موقف کی تائید مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

- (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
- ”بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد نبی آدمی مالدار ہی رہے۔“ (۳)

- (۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿حَاجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوذُنِي وَأَنَا بِمَكَّةَ وَهُوَ بِكَرَّةٍ أَنْ يَمُوتَ بِالْأَرْضِ الَّتِي هَاجَرَ مِنْهَا، قَالَ: يَرْحَمُ اللَّهُ ابْنَ عَفْرَاءَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْصِي بِمَا لِي كُلُّهُ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالْشُّطْرُ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: الثُّلُثُ؟ قَالَ: فَالْثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدْعَهُمْ عَالَةً يَكْفِفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ“ وَ إِنَّكَ مِنْهُمَا أَنْفَقْتَ مِنْ نَفَقَةٍ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ حَتَّى اللَّقْمَةُ الَّتِي تَرْفَعُهَا إِلَى فِيهِ امْرَأَتِكَ وَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَكَ فَيَتَقَبَّحَ بِكَ نَاسٌ وَيُضْرَبَ بِكَ آخَرُونَ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا ابْنَةٌ﴾

”نبی کریم ﷺ میری عیادت کی غرض سے تشریف لائے اس وقت میں مکہ میں تھا۔ آپ ﷺ اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ابنِ عفراء (یعنی سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ میں نے پوچھا پھر آدھے مال کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ میں نے پوچھا پھر تہائی مال کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تہائی مال کی وصیت کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت زیادہ ہے اگر تم اپنے ورثاء کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں“

(۱) [حسن: ہدایۃ الرواة (۳۹۵/۵) ترمذی (۳۶۷۵) کتاب المناقب: باب فی مناقب ابی بکر وعمر کلیہما

‘ابو داود (۱۶۷۸) کتاب الزکاة: باب فی الرخصة فی ذلك]

(۲) [کما فی الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۸۴/۳)]

(۳) [بخاری (۱۴۲۶)]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تم اپنی کوئی چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے تو وہ خیرات ہے یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (وہ بھی صدقہ ہے) اور ممکن ہے کہ اللہ تمہیں شفا دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اعداء اللہ) نقصان اٹھائیں۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی صرف ایک بیٹی تھی۔ (۱)

(3) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے توبہ کے قصے میں ہے کہ

﴿قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أُنْعِلَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَ إِلَى الرَّسُولِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي يَخْبِيرُ﴾
 ”(حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو نیز زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں خیر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔“ (۲)

(سید سابق) ”صحت مند اور کمانے کے قابل آدمی کے لیے اپنا سارا مال صدقہ کرنا جائز ہے..... علماء نے سارا مال صدقہ کرنے کے جواز کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ صدقہ کرنے والا صحت مند، کمائی کے قابل، صبر کرنے والا ہو اور مقروض نہ ہو۔ نیز اس کے زیر کفالت کوئی ایسا فرد بھی نہ ہو جس کا نفقہ اس پر واجب ہو۔ پس جب یہ شروط پوری نہیں ہوں گی تو اس وقت سارا مال صدقہ کرنا مکروہ ہوگا۔“ (۳)

(شیخ حسین بن عودہ) جس میں توکل علی اللہ کی اتنی مضبوط قوت ہو کہ وہ (صدقہ کے بعد) شرمندہ نہ ہو تو وہ اپنا سارا مال صدقہ کر دے۔ (۴)

(۱) [بخاری (۲۷۴۲) کتاب الوصایا: باب أن يترك ورثته أغنياء غير من أن يتكفوا الناس، مسلم (۱۶۲۸) کتاب الوصیة: باب الوصیة بالثلث، ابو داود (۲۸۶۴) کتاب الوصایا: باب ما جاء فی ما لا يحوز للوصی فی ماله، ترمذی (۲۱۱۶) کتاب الوصایا: باب ما جاء فی الوصیة بالثلث، ابن ماجہ (۲۷۰۸) کتاب الوصایا: باب الوصیة بالثلث، نسائی فی السنن الکبری (۶۴۵۳) الأدب المفرد (۷۵۲) ابن حبان (۴۲۴۹) طیالسی (۱۹۵) أبو یعلی (۷۴۷) بیہقی (۲۶۸/۶)]

(۲) [بخاری (۴۴۱۸) کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک، مسلم (۲۷۶۹) کتاب التوبہ: باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبه، ابو داود (۲۲۰۲) نسائی فی السنن الکبری (۵۶۱۵/۳) احمد (۲۷۲۴۵)]

(۳) [فقه السنة (۳۸۳/۱)]

(۴) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۱۸۳/۳)]

صدقہ کرنے والے کا شکر ادا کرنا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَشْكُرُ اللَّهُ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ﴾

”جو لوگوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کرتا۔“ (۱)

(2) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنْ أَشْكَرَ النَّاسَ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَشْكَرَهُمْ لِلنَّاسِ﴾

”یقیناً لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کا شکر کرنے والا وہ ہے جو ان میں لوگوں کا سب سے زیادہ شکر

کرتا ہے۔“ (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللَّهِ فَأَعْيَدُوهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِبُوهُ، وَمَنْ أَتَى

إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافَتْهُ، لَئِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللَّهَ لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَفَأْتُمُوهُ﴾

”جو شخص تم سے اللہ کے نام کے ساتھ پناہ مانگے اسے پناہ دو اور جو شخص تم سے اللہ کے نام کے ساتھ

سوال کرے اسے عطا کرو اور جو تمہیں دعوت دے اسے قبول کرو اور جو تم سے نیکی کرے اسے پورا بدلہ دو اور

اگر (تم اپنے پاس بدلہ دینے کے لیے) کچھ نہ پاؤ تو اس کے لیے اتنی دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے

بدلہ دے دیا ہے۔“ (۳)

(4) حضرت أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ "جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا" فَقَدْ أُبْلَغَ فِي الشَّاءِ﴾

”جس شخص سے کوئی نیکی کی جائے اور وہ نیکی کرنے والے سے کہے ”اللہ تمہیں جزائے خیر دے“ تو اس

نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۰۲۶) کتاب الأدب: باب شکر المعروف، ابو داود (۴۸۱۱)]

(۲) [صحیح: صحیح الترغیب (۹۷۱) کتاب الصدقات: باب الترغیب فی شکر المعروف ومکافاة فاعله،

احمد (۲۱۲/۵)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۲۶۱) کتاب الأدب: باب فی الرجل یستعیز من الرجل، المسلسلة

الصحيحة (۲۵۴) إرواء الغلیل (۱۶۱۷) ابو داود (۵۱۰۹)]

(۴) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۰۳۵) کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی الشاء بالمعروف]

صدقہ کی ترغیب میں بیان کی جانے والی چند ضعیف روایات

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

﴿بَادِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَنْحَطُّهَا﴾

”صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ صدقہ آزمائش کو روک دیتا ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

﴿السَّحِيُّ قَرِيبٌ مِّنَ اللَّهِ، قَرِيبٌ مِّنَ الْحَنَةِ، قَرِيبٌ مِّنَ النَّاسِ، بَعِيدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِّنَ اللَّهِ، بَعِيدٌ مِّنَ الْحَنَةِ، بَعِيدٌ مِّنَ النَّاسِ، قَرِيبٌ مِّنَ النَّارِ، وَلِجَاهِلٍ مَّسْجِي أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ﴾

”سخی اللہ کی رحمت کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب اور جہنم کی آگ سے دور ہوتا ہے جبکہ بخیل اللہ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عبادت گزار سے زیادہ محبوب ہے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

﴿لَا يَدْخُلُ الْحَنَةَ حَبٌّ وَلَا بَخِيلٌ وَلَا مَنَانٌ﴾

”دھوکے باز، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (۳)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

﴿إِنَّ الصَّدَقَةَ تَدْفَعُ مِثْنَةَ السُّوءِ﴾

”صدقہ بری حالت والی موت سے بچا لیتا ہے۔“ (۴)

(۱) [ضعیف جدا : هداية الرواة (٢٨٧/٢) طبرانی أوسط (٩٢/١) اس کی سند میں عیسیٰ بن عبد اللہ الطلوی راوی ہے۔

امام دارقطنی نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔]

(۲) [ضعیف جدا : السلسلة الضعيفة (١٥٣) ترمذی (١٩٦١) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في

السحاء]

(۳) [ضعیف : ضعيف ترمذی (٢٣٦) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في البخیل، ترمذی (١٩٦٣)]

(۴) [ضعیف : هداية الرواة (٢٩٣/٢) ضعيف ترمذی (١٠٥) کتاب الزکاة : باب ما جاء في فضل الصدقة،

إرواء الغلیل (٨٨٥) ترمذی (٦٦٤)]

سوال کرنے سے بچنے کا بیان

باب تجنب المسألة

حتی الوسع سوال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے

(۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْبَيْدُ الْعُلْبَا خَيْرٌ مِنَ الْبَيْدِ السُّفْلَى﴾

”اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔“ (۱)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ يَكْفُلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، فَاتَّكِفُلْ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟ فَقَالَ ثُوبَانُ: أَنَا، فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا﴾

”جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں؟ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (اس بات کی ضمانت دیتا ہوں)۔ چنانچہ پھر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کچھ سوال نہیں کرتے تھے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ: "أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا" قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَلَا سَوْطَكَ إِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذَهُ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھ پر (دوران بیعت) شرط لگائی کہ تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ میں نے عرض کیا ضرور۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تیرا کوڑا گر جائے تو پھر بھی اتر کر اسے خود اٹھانا، کسی اور کو اس کے اٹھانے کا سوال نہ کرنا۔“ (۳)

□ جس روایت میں ہے کہ

﴿وَإِنْ كُنْتَ لَا بَيْدَ، فَسَلِ الصَّالِحِينَ﴾

(۱) [مسلم (۱۰/۲۶۶) کتاب الزکاة: باب بیان أن اليد العليا خير من اليد السفلى وأن اليد العليا هي المنفقة وأن

السفلى هي الآخذة، ترمذی (۲۳۴۳) کتاب الزهد: باب منه، احمد (۲۲۳۲۸)]

(۲) [صحيح: هداية الرواة (۲۷۶/۲) ابو داود (۱۶۴۳) کتاب الزکاة: باب كراهية المسألة، نسائی

(۹۶/۵) کتاب الزکاة: باب فضل من لا يسأل الناس شيئا]

(۳) [صحيح: هداية الرواة (۲۷۶/۲) (۱۷۹۸) احمد (۱۸۱/۵)]

”اگر تجھے ضرور سوال کرنا ہے تو نیک لوگوں سے سوال کر۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۱)

جو سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿إِنْ أَنَا سَأَلْتُ مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ“ وَ مَنْ يُسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَ مَنْ يُسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَ مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ“ وَ مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ﴾

”انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے (مال کا) سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دے دیا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں عطا کر دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس جتنا بھی مال تھا وہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جتنا بھی مال ہو میں کبھی بھی اسے تم سے نہیں روکوں گا لیکن جو شخص خود کو سوال کرنے سے بچائے اللہ اس کو بچائے گا اور جو شخص استغناء اختیار کرے اللہ اسے غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کی کوشش کرے گا اللہ اسے صبر عطا کر دے گا اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور فراخی والا کوئی دوسرا عطیہ نہیں دیا گیا۔“ (۲)

اللہ کے دیئے رزق پر راضی رہنا چاہیے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَ لَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ﴾

”مال و متاع کی فراوانی کا نام غنا نہیں بلکہ غنا تو نفس کا غنا ہے۔“ (۳)

(۱) [ضعیف: ہدایۃ الرواة (۲۷۵/۲) (۱۷۹۳) ابو داود (۱۶۴۶) کتاب الزکاة: باب فی الاستعفاف، نسائی (۹۵/۵)]

(۲) [بخاری (۱۴۶۹) کتاب الزکاة: باب الاستعفاف عن المسألة، مسلم (۱۰۵۳) کتاب الزکاة: باب

فضل التعفف والصبر، ابو داود (۱۶۴۴) کتاب الزکاة: باب فی الاستعفاف، ترمذی (۲۰۲۴) کتاب

البر والصلۃ: باب ما جاء فی الصبر، نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۳۶۹/۲) دارمی (۱۶۴۶) عبد الرزاق

(۲۰۰۱۴) ابن حبان (۳۴۰۰) أبو یعلیٰ (۱۳۵۲) بیہقی (۱۹۵/۴) بغوی (۱۶۱۳)]

(۳) [بخاری (۶۴۴۶) کتاب الرقاق: باب الغنی غنی النفس، مسلم (۱۰۵۱) کتاب الزکاة: باب لیس الغنی

عن کثرة العرض، ترمذی (۲۳۷۳) کتاب الزهد: باب ما جاء أن الغنی غنی النفس، ابن ماجہ (۴۱۳۷)

کتاب الزهد: باب القناعة، حمیدی (۱۰۶۳) ابن حبان (۳۲۲۵) احمد (۱۱۸۶۵) عبد الرزاق

(۲۰۰۲۸) طلیاسی (۲۱۸۰) أبو یعلیٰ (۱۲۴۲) شرح السنة للبخاری (۴۰۵۱)]

(نووی) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قابل تعریف غنائیہ ہے کہ نفس غنی دے پر واہ ہو سیر ہو اور اس کی حرص کم ہو اور یہ غنا نہیں ہے کہ مال و متاع کی کثرت ہو اور مزید حاصل کرنے کی حرص بھی ہو کیونکہ جو زیادتی کا طالب ہے وہ اس کے ساتھ مستغنی نہیں جو اس کے پاس ہے لہذا اس کے پاس غنا نہیں۔ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَزُيْزِقَ كَفَافًا وَفَقَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ﴾

”بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا، اسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا اور جو کچھ بھی اللہ نے اسے عطا کیا

اس نے اسی پر قناعت اختیار کر لی۔“ (۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقِيْ اِلٰى مُحَمَّدٍ قُوْنًا، وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَفَافًا﴾

”اے اللہ! آل محمد کو بقدر ضرورت رزق عطا فرما اور ایک روایت میں ہے کہ جس سے بھوک مٹ جائے۔“ (۳)

(۴) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ: يَا حَكِيمُ! إِنَّ هَذَا السَّعَالَ خُلُوَةٌ، فَمَنْ أَحْذَهُ بِسَخَاوَةٍ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، أَيْدِ الْعَالَمِيْنَ خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى“ قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أُرِوْءُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْتِيْ أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَتَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عَمَرُ: إِنِّيْ أَشْهَدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْتِيْ أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَزَلْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تُوفِّيَ﴾

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳۷۴/۴)]

(۲) [مسلم (۱۰۵۴) کتاب الزکاة: باب فی الکفاف والقناعة، ترمذی (۲۳۴۸) کتاب الزهد: باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ، ابن ماجہ (۴۱۳۸) کتاب الزهد: باب القناعة، شرح السنة للبغوی (۴۰۴۳) بیہقی (۱۹۶/۴) احمد (۶۶۲۰) ابن حبان (۶۷۰)]

(۳) [مسلم (۱۰۵۵) کتاب الزکاة: باب فی الکفاف والقناعة، ترمذی (۲۳۶۱) کتاب الزهد: باب ما جاء فی معیشتہ النبی وأہلہ، ابن ماجہ (۴۱۳۹) کتاب الزهد: باب القناعة، احمد (۷۱۷۶) ابن حبان

۶۳، ۳۸ ابن أبی شیبہ (۲۴۰/۱۳) بیہقی فی السنن الکبری (۱۵۰/۲)]

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ ﷺ نے عطا کر دیا۔ میں نے پھر مانگا اور آپ ﷺ نے پھر عطا کر دیا۔ میں نے پھر مانگا، آپ ﷺ نے پھر عطا فرما دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، اے حکیم! یہ دولت بڑی سربزاور بہت ہی شیریں ہے لیکن جو شخص اسے اپنے دل کو تنگی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے اور جولالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کی دولت میں کچھ بھی برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ (یا درکھنا کہ) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا حتیٰ کہ میں اس دنیا سے ہی جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حکیم کو ان کا معمول دینے کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام کے معاملے میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی طرح کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے حتیٰ کہ وفات پا گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال سے ان کا حصہ انہیں دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔“ (۱)

(5) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿طَوَّبَى لِمَنْ هَدَى لِلْإِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهُ كِفَافًا وَقِنَيعَ﴾

”اُس شخص کے لیے خوش خبری ہے جسے اسلام کی ہدایت دی گئی۔ اس کی معاش بقدر ضرورت تھی اور اس نے

(اسی پر) قناعت اختیار کر لی۔“ (۲)

بہترین کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا جائے

(1) حضرت مقدم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [بخاری (۱۴۷۲) کتاب الزکاة : باب الاستعفاف عن المسألة، مسلم (۱۰۳۵) کتاب الزکاة : باب بیان

أن اليد العليا خير من اليد السفلى، ترمذی (۲۴۶۳) کتاب صفة الغیامة والرقائق والورع : باب، نسائی

(۲۵۳۰) وفی السنن الکبری (۲۳۸۲) دارمی (۱۶۵۰) عبد الرزاق (۲۰۰۴۱) ابن حبان (۳۲۲۰)

حمیدی (۵۵۳) ابن أبی شیبہ (۲۱۱/۳) طبرانی کبیر (۳۰۷۸)]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۸۳۰) کتاب الصدقات : باب الترهیب من المسألة، ترمذی (۲۳۵۰)

کتاب الزهد : باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیہ، مستدرک حاکم (۳۵۱) امام ترمذی نے اس روایت کو

حسن صحیح کہا ہے اور امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

﴿ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنْ نَبِيُّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ ﴾

”کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھاتے تھے۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَنْ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ ﴾

”داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لِأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حَزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ ﴾

”وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔“ (۳)

(4) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لِأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبَلَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ ﴾

”اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا

بھرتا ہے۔“ (۴)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ غُمَالًا أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ:

لَوْ اغْتَسَلْتُمْ

”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ

(۱) [بخاری (۲۰۷۲) کتاب البيوع: باب كسب الرجل وعمله بيده]

(۲) [بخاری (۲۰۷۳) کتاب البيوع: باب كسب الرجل وعمله بيده]

(۳) [بخاری (۲۰۷۴) کتاب البيوع: باب كسب الرجل وعمله بيده، مسلم (۱۰۴۲) کتاب الزكاة: باب

كراهة المسألة للناس، ترمذی (۶۸۰) کتاب الزكاة: باب ما جاء في النهي عن المسألة، نسائی (۲۵۸۳)

احمد (۷۴۹۳) شرح السنة للبغوی (۱۶۱۵) بیہقی (۱۹۵/۴) حمیدی (۱۰۵۶) ابن حبان (۳۳۸۷)]

(۴) [بخاری (۲۰۷۵) کتاب البيوع: باب كسب الرجل وعمله بيده]

(سے) ان کے جسم سے (پینے کی) بو آ جاتی تھی۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔“ (۱)

بھیک مانگنا پیشہ بنالینا اور بغیر ضرورت دست سوال دراز کرنے کی مذمت

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا زَالَ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةٌ لَحْمٍ﴾

”آدمی لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت والے دن اس حالت میں آئے گا کہ

اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔“ (۲)

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَأَلَ وَهُوَ غَنِيٌّ عَنِ الْمَسْأَلَةِ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهِيَ خُمُوشٌ فِي وَجْهِهِ﴾

”جس نے سوال کیا اور وہ سوال سے غنی تھا تو اسے قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے

چہرے میں خراشیں ہوں گی۔“ (۳)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ حَاجَاتُ مَسْأَلَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُذُوشًا أَوْ خُمُوشًا أَوْ كُدُوحًا فِي وَجْهِهِ،

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ خُمُسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهُ مِنَ الذَّهَبِ﴾

”جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ سوال اس

کے چہرے پر چھلوا ہوا نشان بن کر آئے گا۔ سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آدمی کو کتنا مال کفایت کرتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔“ (۴)

(۴) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ

(۱) [بخاری (۲۰۷۱) کتاب البیوع: باب کسب الرجل وعمله بیده]

(۲) [بخاری (۱۴۸۴) کتاب الزکاة: باب من سأل الناس تکراراً‘ مسلم (۱۰۴۰) کتاب الزکاة: باب تکرارہ

المسئلة للناس‘ نسائی (۲۹۸۴) کتاب الزکاة: باب المسئلة‘ نسائی فی السنن الکبری (۲۳۶۶/۲) ابن

ابی شیبہ (۲۰۸/۳) شرح السنة للبغوی (۱۶۲۲) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۵۰۹)

(۳) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۸۰۰) کتاب الصدقات: باب الترهیب من المسئلة‘ رواہ الطبرانی فی

الأوسط بإسناد لا بأس به]

(۴) [صحیح: الصحیحة (۴۹۹) ابن ماجہ (۱۵۰۲) کتاب الزکاة: باب من سأل عن ظهر غنی‘ نسائی

(۲۵۹۱) ابو داود (۱۶۲۶) ترمذی (۶۵۰‘ ۶۵۱)]

تَرَكَ إِلَّا أَنْ يُسْأَلَ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا ﴿١﴾

”بے شک سوال خراشیں ہیں جس کے ذریعے انسان اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے۔ پس جو چاہے اسے اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے، لاکہ انسان حاکم سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔“ (۱)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ يَعْلَمُ صَاحِبُ الْمَسْأَلَةِ مَا لَهُ فِيهَا لَمْ يُسْأَلْ﴾

”اگر سوال کرنے والے کو علم ہو جائے کہ اس میں اس کے لیے کیا (ذلت و رسوائی اور گناہ) ہے تو وہ کبھی سوال نہ کرے۔“ (۲)

(شیخ ابن شمیمؒ) بغیر ضرورت کے سوال کرنا حرام ہے خواہ سوال کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ (۳)

سوال فقر و فاقے کا دروازہ کھول دیتا ہے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثَلَاثٌ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ كُنْتُ لِحَالِفًا عَلَيْهِنَّ: لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا، وَلَا يَمُوتُ عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ﴾

”تین کام ایسے ہیں اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک میں ان پر قسم اٹھاتا ہوں۔ (وہ یہ ہیں): صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا لہذا تم صدقہ کرو جو کوئی بندہ ظلم و زیادتی معاف کر دیتا ہے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اسے ضرورت قیامت کے روز عزت عطا فرمائیں گے اور جو کوئی بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اُس پر فقر و فاقے کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۷۹۲) کتاب الصدقات: باب الترهیب من المسألة، ابو داود (۱۶۳۹)]

نسائی (۱۰۰/۵) ترمذی (۶۸۱) ابن حبان فی صحیحہ (۳۳۸۸)

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۷۹۷) کتاب الصدقات: باب الترهیب من المسألة، رواہ الطبرانی فی الکبیر]

(۳) [فتاویٰ منار الإسلام (۳۱۳/۱)]

(۴) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۸۱۴) کتاب الصدقات: باب الترهیب من المسألة، احمد (۱۹۳/۱)]

ابو یعلیٰ (۸۴۹)

غنی کرنے والا صرف اللہ ہے لوگ نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ، لَمْ تُسَدِّ فَاقَتَهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللَّهِ، أَوْشَكَ اللَّهُ لَهُ بِالْغِنَى، إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ أَوْ غِنًى آجِلٍ﴾

”جو شخص فقر وفاقہ سے دوچار ہوا، اس نے اپنے فقر وفاقہ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کا فقر وفاقہ دور نہیں ہوگا اور جس نے اپنے فقر کو اللہ کے سامنے پیش کیا تو اللہ اسے جلد غنی کر دے گا یا تو جلد موت دے کر یا کچھ تاخیر سے غنی کر کے۔“ (۱)

اگر بغیر سوال کیے کچھ مل جائے تو لے لینا چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا:

﴿فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَإِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ﴾

”یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔“ (۲)

اللہ کا نام لے کر مانگنے والے کو کچھ دے دینا چاہیے

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ سَأَلَكَم بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ﴾

”جو شخص تم سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کرے اسے عطا کرو۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) [حسن: الصحيح (۲۷۸۷) ابو داود (۱۶۴۵) کتاب الزکاة: باب فی الاستغفار، ترمذی (۲۳۲۶)

کتاب الزهد: باب ما جاء فی الهم فی الدنيا وحبها]

(۲) [بخاری (۷۱۶۳) کتاب الأحکام: باب رزق الحکام والعاملین، مسلم (۱۰۴۵) کتاب الزکاة: باب

إباحة الأخذ لمن أعطی من غیر مسألة ولا إشراف، أبو داود (۱۶۴۷) کتاب الزکاة: باب فی الاستغفار،

نسائی (۱۰۲/۵)]

(۳) [صحيح: صحيح ابو داود (۴۲۶۱) کتاب الأدب: باب فی الرجل يستعیز من الرجل، المسلسلة

الصحيح (۲۵۴) إرواء الغلیل (۱۶۱۷) ابو داود (۵۱۰۹)]

﴿أَلَا أَنبِئُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنَزِلًا ؟ قِيلَ : نَعَمْ ، قَالَ : الَّذِي يُسْأَلُ بِاللَّهِ وَلَا يُعْطَى بِهِ﴾
 ”کیا میں تمہیں بدترین مرتبے والے شخص کے متعلق خبر نہ دوں؟ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ضرور۔ تو
 آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے اور وہ اس پر بھی نہیں دیتا۔“ (۱)
 □ جس روایت میں مذکور ہے کہ

﴿لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْهَنَّةُ﴾
 ”اللہ کی ذات کے واسطے سے صرف جنت کا بتی سوال کیا جائے۔“
 وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔ (۲)

”الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا
 العاجز تصنيف ﴿كتاب الزكاة﴾ وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق
 وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين
 والصديقين والشهداء والصالحين“

[بقلم : حافظ عمران ایوب لاہوری]

(۱) [صحیح : ہدایۃ الرواۃ (۲۸۵/۲) احمد (۳۱۹/۱)]

(۲) [ضعیف : ہدایۃ الرواۃ (۳۰۵/۲) (۱۸۸۶) ابو داود (۱۶۷۱) کتاب الزکاة : باب کراہیۃ المسأله

بوجه الله تعالى ، اس روایت کی سند میں سلیمان بن قرقم بن معاذ راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (۲/۲۱۹)]

فقہی ترتیب پر مشتمل جدید طرز تحقیق سے آراستہ کتب

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

سلسلہ فقہ الحدیث

تالیف: حافظ عمران ایف بی اچاری
تحقیق: مامدات

- ☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہ و فہم کا ذخیرہ ہے۔
- ☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل اور دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے ائمہ اربعہ اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔
- ☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔
- ☆ تمام آیات و احادیث اور اقوال و فتاویٰ جات کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔

مطبوعہ ہے:

- | | | |
|-----------------|-----------------|----------------|
| 4- کتاب الطہارۃ | 5- کتاب الصلاۃ | 7- کتاب الصیام |
| (طہارت کی کتاب) | (نماز کی کتاب) | (روزے کی کتاب) |
| 6- کتاب الزکوۃ | 9- کتاب الجنائز | |
| (زکوٰۃ کی کتاب) | (جنازے کی کتاب) | |

زیر طبع ہے:

- 1- کتاب الایمان 2- کتاب التوحید 3- کتاب السنۃ 8- کتاب الحج 10- کتاب البیوع
(ایمان کی کتاب) (توحید کی کتاب) (سنت کی کتاب) (حج کی کتاب) (تجارت کی کتاب)

- ☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔
- ☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔
- ☆ اس قسم کی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پہلے سے میسر تھیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانیؒ اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و افادیت دو چہر کر دی ہے۔

فہمی بیورو

بائش

نومانی کتب خانہ

فہمی بیورو پبلیکیشنز لاہور

Phone: +92-042-7321865
E-mail: nomania2000@hotmail.com

Mobile: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com



پانچ اہم دینی مسائل



مترجم: مبین تہنی جید

اور نو مولود بچے سے متعلق مسائل کا تحقیقی جائزہ

کتاب وسنت اور صحاح احادیث کی روشنی میں مع خراج و تحقیق

تالیف: حافظ عمران الیوب لاہوری

- ☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
- ☆ عشر ذوالحجہ، عیدین، قربانی، حقیقہ اور مولود سے متعلق مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
- ☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحاح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل خراج و تحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔
- ☆ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب و عجم کے علماء کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
- ☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ”ذبح کا اسلامی طریقہ“ بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
- ☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تہجد دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تہجد دینے والے کو یاد رکھے گا۔
- ☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجیے۔
- ☆ یہ کتاب مبلغ 65 روپے فی جلد، ایڈریس پریس پریس، آرڈر آرڈر روزانہ فرا کر کریمے حاصل کریں۔

یہ کتاب اپنے ہر قریمی بک شال یا
ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں

Ph: 7321865 E-Mail: nomania2000@hotmail.com



● اسلام دین رحمت اور ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں جہاں عقائد و عبادات کے بارے میں واضح تعلیمات ملتی ہیں وہاں انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات کے بارے میں بھی شرعی حدود و قیود کو پیش کیا گیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے حکمرانوں کے لیے نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو ترتیب دینے کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض اربعہ پر توجہ دلائی گئی ہے۔ ان ریاستی فرائض میں زکوٰۃ و صدقات اپنی فرضیت و حکمت اور آداب و مسائل کے حوالے سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام کی معاشی حکمت عملی کی مستحکم اساس نظام زکوٰۃ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی باعث خلافت صدیقی میں منکرین و مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کرنے کا رویہ ملتا ہے۔

● کتاب و سنت میں زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت و فضیلت اور اس کے احکام و مسائل بہت واضح اور دونوک انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ ہمارے عہد کے ایک نوجوان محقق اور عالم دین ”حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ“ نے دورِ حاضر کے تقاضوں کے حوالے سے ان احکامات کا ایک جامع عملی نقشہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

● ”سلسلہ فقہ الحبیب“ کے ضمن میں ان کے تحقیقی اور علمی موضوعات کے سلسلے کی بیتازہ کوشش اس اعتبار سے بہت مفید ہے کہ اس میں دورِ حاضر کے ممتاز سلفی علمائے کرام کے اقادات سے کماحقہ استفادہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص محدثِ دوراں ”علامہ ناصر الدین البانی“ کی تحقیق و تخریج سے مسائل زکوٰۃ کا استناد فراہم کیا گیا ہے۔ یوں یہ علمی کاوش ہمارے قدیم شیوخِ علم اور جدید علمائے کرام کی علمی اور تحقیقی آراء کا امتزاج بن کر سامنے آئی ہے۔

● ادارہ ”فقہ العربیہ بلیکینز“ نے ماضی میں جن موضوعات پر بہترین علمی تحقیقی اور عمدہ ذوقِ طباعت کا اظہار کیا ہے۔ پیش نظر ”کتاب الزکاة“ اسی تحقیقی معیار اور احساسِ جمال کی آئینہ دار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل علم اور عامۃ المسلمین اس موضوع پر اس کتاب کے مطالعے سے انشاء اللہ مستفید ہوں گے۔

پروفیسر عبدالجبار شاہ حفظہ اللہ
ڈائریکٹر بیت الحکمت، لاہور